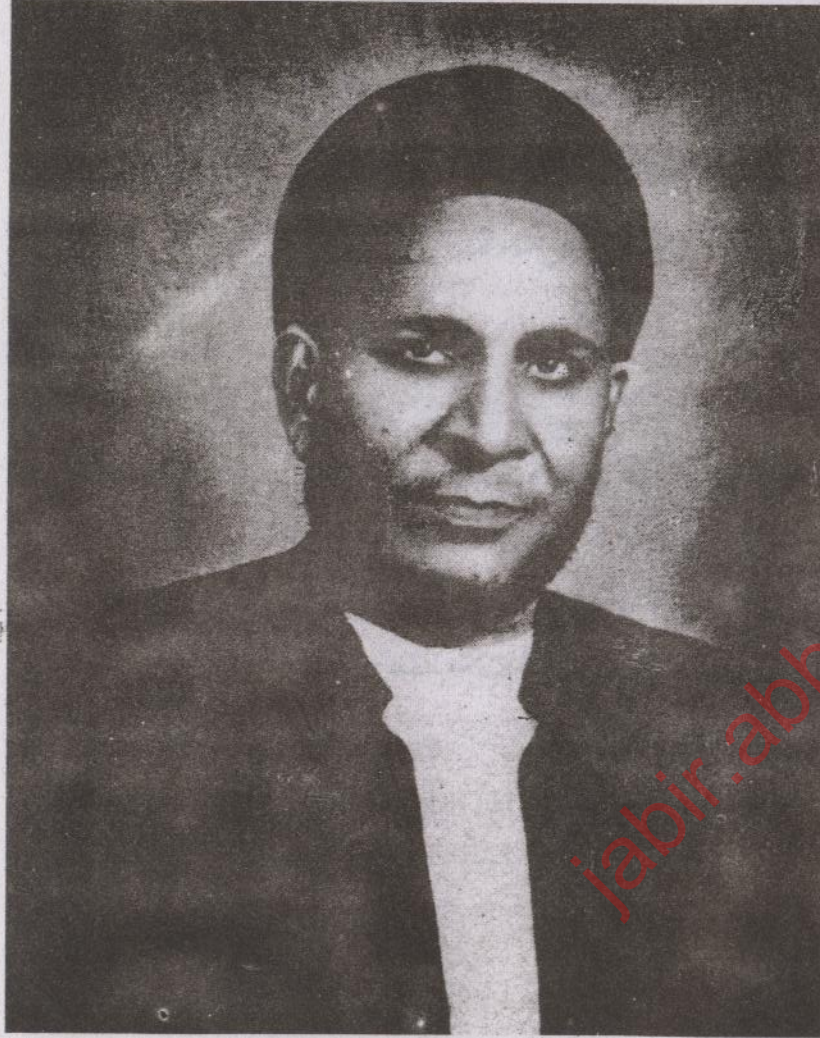


عظمتِ اہلبیت

معاضافہ

ثقہ الاسلام علامہ الحاج محمد بشیر صاحب قبلہ انصاری فاتح ٹیکسلا

جعفری کتب خانہ
روضہ مارکیٹ جلاپور ۲۲۳۱۴۹ پین
حیدری چوک ۲۶۳۷۱۵ فون



تقریباً سلام علامہ محمد بشیر انصاری ناچ میسلا

۷۸۶
۹۲

علوم اہلیت کی نشر و اشاعت

عصر حاضر میں نشر و اشاعت دین حق کا کام کافی حد تک مجالس امام حسین علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن علوم اہلیت کا صرف بیان ہی کافی نہیں ہے کیونکہ مرد و زمانہ سے ذہول و نسیان فطری امر ہے نیز بیان کردہ مضامین کی غلط تاویلات بھی کی جاسکتی ہیں بلکہ جھٹلایا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے مفضل علوم دین کی نشر و اشاعت اپنے بیان کے ذریعہ بھی کیا کرو تا کہ تمہارے برادران ایمانی اس سے فائدہ حاصل کریں۔ لیکن ان علوم کو تحریر میں بھی لاؤ کیونکہ ایسا زمانہ پُرفتن آئیگا جب لوگ علوم دین سے بیگانہ ہو جائیں گے۔ مگر وہ علوم کتابوں میں محفوظ ہو جائیں گے اور باقی رہیں گے۔ اس لئے مفاد عامہ کے پیش نظر ان کتابوں کی اشاعت عمل میں لائی جا رہی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

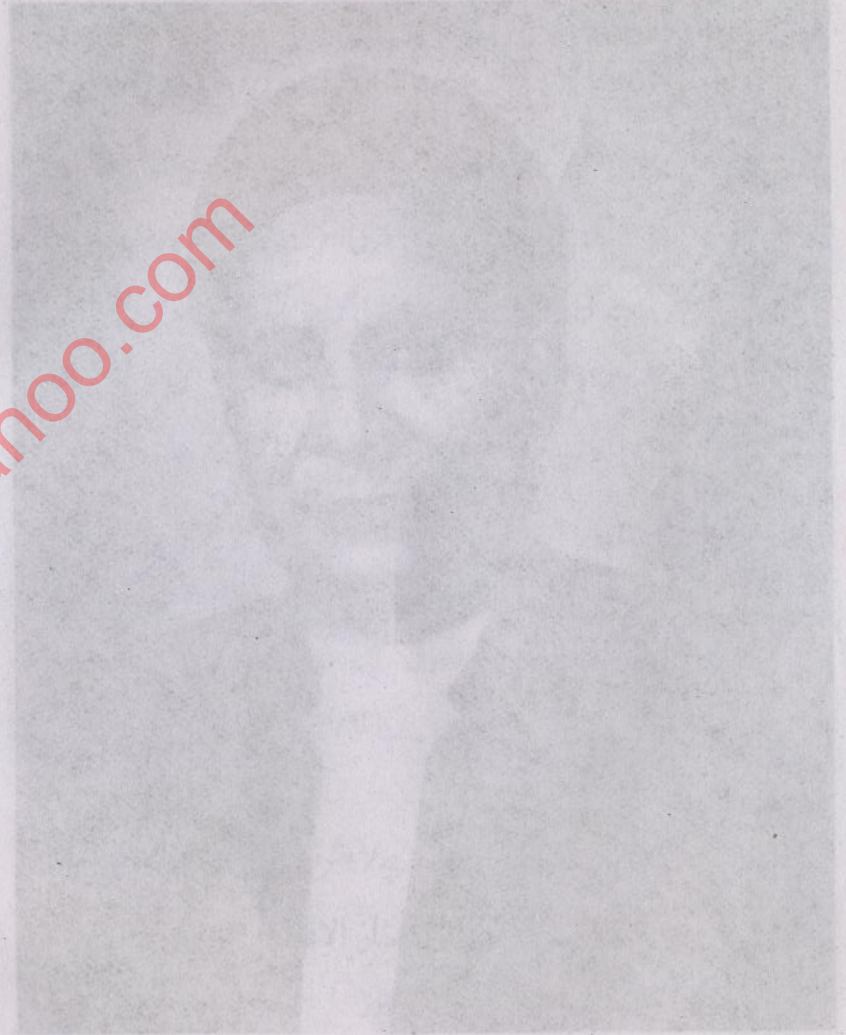
حاکسار۔ غلام الثقلین ممتاز الافاضل واعظ

مدیر: جامعہ امام صادق، کریم پور ۲ مارچ ۲۰۰۳

الواب

منہ

۶	مقدمہ
۱۷	مجلس بعنوان قضا و قدر
۱۹	مجلس نمبر ۱
۳۹	مجلس نمبر ۲
۵۹	مجلس نمبر ۳
۷۹	مجلس نمبر ۴
۱۰۵	مجلس نمبر ۵
۱۳۳	مجلس بعنوان عظمت شہادت (جہاد)
۱۳۵	مجلس نمبر ۱
۱۵۲	مجلس نمبر ۲
۱۶۹	مجلس نمبر ۳
۱۸۶	مجلس نمبر ۴
۲۰۲	مجلس نمبر ۵
۲۲۵	تبرکات و اسناد



لئے ہمارے شیعوں کا انتخاب فرمایا جو ہماری نصرت کرتے ہیں ہماری خوشی میں خوشی اور ہمارے غم میں غم کرتے ہیں اور ہماری محبت میں اپنے اموال خرچ کرتے اور اپنی جانوں کو تکلیف دیتے ہیں نیز فرمایا ہمارے شیعوں کی شناخت یہ ہے کہ باہم جمع ہو کر ہمارا ذکر کرتے ہیں اور ہمارے علوم لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور ہماری محبت میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی انعقاد مجالس کی ضرورت بیان کی گئی ہے اور اس طریقہ کو شیعوں کی پہچان قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ملائکہ آسمان دیکھتے رہتے ہیں ایک کی طرف دُک کی طرف تین کی طرف جو آل محمد علیہم السلام کے فضائل بیان کرتے ہیں اور وہ ملائکہ باہم گفتگو میں کہتے ہیں کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو یہ لوگ اپنی قلیل تعداد اور دشمنوں کی کثیر تعداد کے باوجود آل محمد علیہم السلام کے فضائل بیان کر رہے ہیں تو ایک گروہ مل کر دوسرے سے کہتا ہے۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (قرآن) یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ اس حدیث سے انعقاد مجالس اور ذکرِ اہلبیت علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ثابت ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے تمام کائنات دُعائیں کرتی ہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب ہم اہلبیت کا ذکر کیا جاتا ہے اور سامعین کے دل نرم ہو جاتے ہیں تو ملائکہ ان کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اَلَا وَهَ گناہ جو ایمان ہی سے خارج کر دے۔ اس حدیث سے انعقاد مجالس مغفرت گناہ کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے اور قلوب میں شقاوت کے بجائے رفق اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے کوامائے کاتبین کے علاوہ ملائکہ سیامین پیدا کئے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ جس جگہ مجلس ذکر

مقدمہ

مُبَسِّدًا وَ مُحَمَّدًا لَّا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسْلِمًا

بعد حمد و صلوات عرض ہے حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہمارا ذکر کیا کرو ہمارے ذکر کے لئے جمع ہو کر ہمارا ذکر عام کر دو تاکہ لوگوں کو ہمارے علوم کی خوبیاں معلوم ہوں اور وہ ہماری طرف مائل ہوں ہمارے ذکر سے ذکر خدا ہوتا ہے ہمارے دشمنوں کے ذکر سے شیطان کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے خداوند عالم اس پر اپنا رحم فرماتا ہے۔ راوی حدیث عبد السلام بن صالح ہمدانی کہتے ہیں میں نے حضرت سے دریافت کیا مولا آپ کا امر کس طرح زندہ کیا جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہمارے علوم حاصل کر دو اور لوگوں تک پہنچاؤ جب لوگ ہمارے علوم کے محاسن سمجھیں گے تو ہماری طرف مائل ہوں گے اور ہمارے پیرو بن جائیں گے یہ حدیث مجالس امام حسین علیہ السلام کے برکات سے ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کے مسلسل غلامی اہلبیت میں داخل ہونے کی خبر غیب ہے جو علی الرغم مجالس کی افادیت پر شاہدیت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے دوستوں کو چاہیے جمع ہو اکریں اور اذکار کریں۔ اگر ایسا کرتے رہیں گے تو نجات پائیں گے میں خود ان کی نجات کا ضامن ہوں اگر یہ طریقہ ترک کر دیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے اور ہلاک ہوں گے

اس حدیث میں انعقاد مجالس کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت و افادیت بیان کی گئی ہے۔ اس کے ترک میں ہلاکت و گمراہی کا خلہ بتایا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے ہمارا انتخاب فرمایا اور ہمارے

خیر کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

(۷) غیر مذاہب کو ہمارے پیشوایان دین کی عظمت و جلالت اور پاکیزہ سیرت پر اطلاع کا موقع نصیب ہوتا ہے۔

(۸) مخالفین اہلبیت کے قلوب پر ہماری جماعتی عظمت چھا جاتی ہے۔

(۹) ہمارے دینی جذبات قربانی اور مذہبی دلولوں میں جوش و خروش کا شہرہ شہرہ قریہ بہ قریہ اظہار ہو جاتا ہے جس سے ملکی قوائے حاکمہ کو ہمارے مٹانے یا دبائے کا خیال کمزور پڑ جاتا ہے۔

(۱۰) ممالک غیر کے سفراء اور ان کے عمل کو ہمارے دینی شغف اور مذہبی عشق کا احساس پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ان پر ہماری مذہبی جماعتی شخصیت نمایاں ہو جاتی ہے۔

(۱۱) محبت اہلبیت علیہم السلام میں جو پسندیدہ خصلتیں اموال کثیرہ خرچ کرنے اور جاتی تکالیف برداشت کرنے اور بنیاد حدیث قدسی دنیا ہی میں ایک درہم کا بدلہ ستر درہم حاصل ہونے اور مغفرت گناہ حاصل کرنے پر پختہ ایمان و یقین حاصل ہو جاتا ہے جس کے بعد لادینیت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

علوم اہلبیت کی کتابت کی ضرورت

عصر حاضر میں نشر و اشاعت دین حق کا کام کافی حد تک مجالس امام حسین علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے لیکن علوم اہلبیت کا صرف بیان ہی کافی نہیں ہے کیونکہ مرد و زمانہ نے بول و نیاں فطری امر ہے نیز بیان کردہ مضامین کے غلط تاویلات بھی کئے جاسکتے ہیں بلکہ جھٹلایا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے منفل علوم دین کی نشر و اشاعت اپنے بیان کے ذریعہ بھی کر د تاکہ تمہارے برادران ایمانی اس سے فائدہ حاصل کریں لیکن ان علوم کو تحریر

محمد وآل محمد علیہم السلام ہوتی ہے وہاں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور مجلس سنتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا مقصد حاصل ہو گیا ہماری حاجت پوری ہو گئی۔ جب مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ چلے جاتے ہیں تو یہ فرشتے شرکاء مجالس کے پاس آتے رہتے ہیں اور بیماری میں ان کی عیادت کرتے ہیں اور ان کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے فضیلت انعقاد مجالس اور اس کی اہمیت ثابت ہوتی ہے کہ ملائکہ شرکاء مجالس کے رفقاء بن جاتے ہیں جو بہترین رفقاء ہیں

حدیث قدسی میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے رسول کی بیٹی کے فرزند (امام حسین علیہ السلام) کی محبت میں کھانا کھلاتا ہے اور ان کے نام پر ایک درہم بھی خرچ کرتا ہے میں اس کو ایک درہم کے بدلے ستر درہم کی برکت اسی دنیا میں عطا کروں گا اور اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ وہ جنت میں آرام داخل ہو گا۔ اس حدیث قدسی سے ثابت ہے انعقاد مجالس کا صلہ دنیا میں بجلائی اور آخرت میں بھی بجلائی ہے۔

مجالس امام حسین علیہ السلام کے برکات

(۱) قلوب مومنین میں اپنے پیشوایان دین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو بہترین کار ثواب ہے اور یہ مجالس دلیل محبت بھی ہیں جو ہم پر اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔

(۲) اطاعت امر معصومین علیہم السلام ہے کیونکہ احادیث کثیرہ میں حکم دیا گیا ہے ہمارا ذکر کرو ہمارے ذکر کے لئے جمع ہوا کرو ہمارا ذکر عام کر دو تاکہ لوگوں کو ہمارے علوم کی خوبیاں معلوم ہوں اگر اجتماع ممکن نہ ہو تو باپ اپنی اولاد کو جمع کر کے ہمارا ذکر کرے۔

(۳) شہداء اللہ کی معرفت اور انکی تعظیم و تکریم کا ذریعہ بلکہ حصول تقویٰ و تہذیب کا وسیلہ قرار پاتی ہیں۔

(۴) گمراہوں کے لئے حصول ہدایت کے مواقع فراہم ہوتے ہیں جو انفسل ترین خدمت دین ہے۔

(۵) اصول دین و فروع دین کے مسائل کا علم حاصل ہوتا ہے معرفت میں اضافہ ہوتا ہے اعمال

جناب سید علی امام صاحب بگرامی میں وہی آبائی دینی جذبات اور مذہبی دلوے پائے پہلی علم دوست و مذہب نواز شخصیت ہیں جنہوں نے مجھ سے سلائے محاسن عشرہ باغ سترارں راولپنڈی کے ٹیپ کرنے کی اجازت چاہی جو جناب محترم خواجہ محمد تقی صاحب انصاری ٹیپ کی پاکستان منتقد فرماتے ہیں سید بگرامی نے اپنی خانہ دانی روایات کے مطابق یہ بھی اجازت چاہی کہ ان دس محاسن کو افادہ عام کے لئے طبع کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ بیانات کتاب میں محفوظ ہو جائیں اور خاص و عام استفادہ حاصل کر کے علوم اہلیت کی نشر و اشاعت عام ہو جائے جس کے محاسن سے واقف ہو کر لوگ اہلیت طاہرین علیہم السلام کے گرد ویدہ بن جائیں اور معصومین علیہم السلام کو شیعوں سے جو توقعات ہیں وہ ایک حد تک پورے ہو سکیں۔ میں نے بخوشی اجازت دے دی اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا چنانچہ جناب موصوف نے پہلا عشرہ محاسن جو مقام اہلیت کے موضوع پر اسی نام سے موسوم ہے نہایت جانفشانی سے اموال کثیرہ اس کی جمع و تالیف میں خرچ کر کے طبع کرایا یہ کتاب مقام اہلیت امامیہ کتب خانہ منحل جویلی اندرون موچیر ملتان لاہور سے مل سکتی ہے۔

اب دوسرا عشرہ محاسن جو عظمت اہلیت کے نام سے موسوم ہے شائع فرما رہے ہیں۔ یہ بھی دس محاسن ہیں جو من و عن ٹیپ ریکارڈ سے لی گئی ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ اہلیس اور اس کے ہموا لشکر کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ ہم اہلیت کی فضیلت بیان کی جائے جب مجلس میں ہمارا ذکر ہوتا ہے تو اس کے چہرے کا گوشت اڑ جاتا ہے اور اسے اتنی شدید تکلیف پہنچتی ہے کہ فریادیں کرتا ہے۔ اہلیس اور اس کے ہمواؤں کی یہ حالت دیکھ کر ملائکہ آسمانی اور خاندانِ نبوت ان پر لعنت کرتے ہیں حتیٰ کہ کوئی ملک مقرب ایسا باقی نہیں رہتا جو اس پر لعنت ذکر نہ ہو وادہ اس کا لشکر اس مجلس سے غائب و غاسر و مدح ہو کر واپس ہو جاتا ہے غالباً مخالفین مجالس ایسے ہی ملانچوں سے پھنسلے ہوئے ہیں،

میں بھی لادیکوئلہ ایسا زمانہ پُر فتن آئے گا جب لوگ علوم دین سے بیگانہ ہو جائیں گے مگر وہ علوم کتابوں میں محفوظ ہو جائیں گے اور باقی رہیں گے جو تمہارے مرنے کے بعد تمہاری اولاد کی میراث بن جائیں گے اور لوگ ان کتابوں ہی سے انس حاصل کریں گے۔ علامہ کاشانی علیہ السلام نے اس حدیث مبارک کی شرح میں فرمایا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تمہارے بیان کردہ حدیثیں کو جھٹلایا جائے گا۔ اور ایسے جاہل لوگ پیدا ہو جائیں گے جو علماء کی شکل اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے علوم اہلیت میں جاہلانہ قیاس کریں گے۔ اس وقت یہ کتابیں ان کے فتنے سے بچائیں گی۔ حضرت کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مجالس امام حسین علیہ السلام کے انصاف کی نفی کی جائے گی ذکر اہلیت بند کرنے کی سعی کی جائے گی اور حضرات معصومین علیہم السلام کے احادیث کی غلط تائیدیں کی جائیں گی۔ جاہل لوگ علماء کا منصب غصب کریں گے اس وقت یہ کتابیں گمراہی پر دہکنڈوں سے بچائیں گی۔ علوم اہلیت کے صحیح معانی و مطالب جاہلوں کے فتنوں سے نجات دلائیں گے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہمارے فضائل بیان کرے گا اور ان کا مقررہ عقیدہ ہو کر نشر و اشاعت کرے گا تو خداوند عالم اس کے گناہان گذشتہ آئندہ کو بخش دے گا۔ اور جو شخص ہمارے فضائل کو تحریر میں لائے گا تو جب تک کتاب کے نقوش باقی رہیں گے ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔

سید بگرامی کی مثالی دینی خدمت

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں سادات کرام کا ایک خانوادہ شریف مقام بگرام آباد ہوا یہ خاندان علوم دین اور نشر و اشاعت مذہب اہلیت علیہم السلام کا آبائی جذبہ اپنے ساتھ لے کر وادہ ہند ہوا اس علاقہ میں حقائق دینیہ و معارف اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کے موثر طریقے اس خاندان نے جاری کئے چنانچہ امام حسین علیہ السلام کی عباداری اور مجالس عزائے تاریخی رواج اس خانوادہ جلیل کا طرہ امتیاز ہے۔ میں نے اسی خاندان کے ایک ممتاز فرد

نیز حضرت نے فرمایا جو آواز ہماری مظلومیت پر غرور سے نکلتی ہے وہ بیس ہے اور ہمارے ذکر کے لئے اہتمام کیا جاتا ہے وہ عبادت ہے اور ہمارے رازوں کو انہوں سے پر شیئر رکھنا جہاد ہے۔ شعیب عترونی کا بیان ہے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کثرت کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے علیکم فی الکتاب ابن اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستہزم بھا فلا تقعدو معھد یعنی اللہ نے کتاب میں تم پر یہ نازل کیا ہے کہ جب تم سنو آیات اللہ کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ایسی مجالس میں مت بیٹھو نہ اٹھ جاؤ۔

حضرت نے فرمایا جب تم سنو مجلس میں آیات اللہ یعنی آئمہ میں نقص نکالا جا رہا ہے حتیٰ کا انکار کیا جا رہا ہے اور مذاق اڑایا جا رہا ہے تو وہاں سے اٹھ جاؤ۔ اس مجلس میں نہ بیٹھو خواہ وہ ذکر کرنے والا کوئی ہو۔ نیز فرمایا جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسی مجلس میں نہ بیٹھے جس میں امام علیہ السلام کی ذات میں نقص نکالا جائے یا مومن میں عیب نکالے جائیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا۔ کچھ عالم ایسے بھی ہیں جو ہمارے بعض احادیث بیان کرتے ہیں اور ہم سے محبت کا اظہار اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے موالی اور شیعوں کی نظر میں قابلِ توجہ اور لائقِ تعظیم بن جاتے ہیں پھر وہ ہماری ذات میں نقص عیب نکالتے ہیں اور ہمارے کم علم شیعوں اور موالیوں کو گمراہ کر لیتے ہیں حالانکہ ہم ان نقائص و عیوب سے منزہ و متبرک ہیں۔ یہ علماء ہمارے کم علم موالیوں کو ہماری عظمتِ شان سے محروم کر کے ان کے قلوب میں شک و شبہ داخل کر دیتے ہیں یہ ہمارے کم علم شیعوں کے لئے لشکرِ مزید سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں کیونکہ مال کی لوٹ کھسوٹ کے ساتھ یہ علماء ایمان بھی سلب کر لیتے ہیں۔ یہی علماء ہیں جو علماءِ سرور ہیں۔

علماء حق کی شناخت

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ عابد کیلئے روز قیامت کہا جائے گا تم اچھے آدمی ہو تم نے اپنے کو سنوارا اپنی دینی ضروریات کو پورا کیا لہذا آؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

آداب مجالس

خداوند عالم کا ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا اذا قیل لکم فی المجالس تفصحا فافصحا یفصح اللہ لکم۔ اے ایمان والو! جب تمہیں مجالس میں کہائے کہ کچھ بگڑے دو تو فوراً بگڑیے اللہ تعالیٰ تمہیں بگڑے عطا کرے گا۔ جناب سالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب مجالس میں لوگ جمع ہوں اور کوئی آنے والا اپنے بھائی سے بیٹھنے کی حکایت مانگے تو وہاں کو بگڑ دیے کیونکہ یہ مجالس کرامت میں اس میں اپنے برادر کو بھی بگڑ کر شامل کرامت کرو اور بگڑ نہ ہو تو آنے والے کو جہاں بگڑ جائے فوراً بیٹھ جائے نیز فرمایا جب تم مجالس میں بیٹھو تو کم بگڑو اور جب کوئی مجلس میں داخل ہو تو جہاں تم بیٹھنے والے بیٹھ چکے ہیں ان کے پیچھے ہی بیٹھ جائے اگر کوئی مجلس سے اٹھ جائے اور اس کی جگہ خالی ہو تو دوسرا اس جگہ بیٹھ سکتا ہے لیکن اگر عین الاہل اس ہو تو وہ اپنی جگہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے جب مجالس میں بیٹھو تو نظر چھپکی ہو اور کوئی سلام کرے تو جواب سلام دو اور کوئی نابینا آجائے تو اس کو راہ دکھاؤ شبکی کی باتیں کرو برائی سے روکو۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب مجالس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ذکر آجائے تو صلوات پڑھا کر دیکھو کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی سلاۃ پڑھتا ہے تو خداوند عالم اس پر ہزار رحمت ملائے گی ہزار صغوں میں بھیجتا ہے اور خداوند ملائکہ کی وجہ سے ہر مخلوق دلعنہ رحمت کرتی ہے اور جو شخص سلاۃ نہ پڑھے وہ جاہل و غرور ہے۔ اس سے اللہ رسول و اہلبیت بیزاری کرتے ہیں نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا سلاۃ باؤڑ بلند پڑھا کر دیکھو کہ یہ نفاق کو دور کرتی ہے۔ نیز فرمایا جس مجلس میں خدا کا ذکر نہ ہو اور اپنے نبی پر صلوات نہ پڑھی جائے تو ایسی مجلس حسرت اور وبال بن جاتی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص سو مرتبہ سلاۃ پڑھتا ہے اس کی سولہ جتن پوری ہوتی ہیں جن میں تیس حاجتیں دنیا کی پوری ہوتی ہیں۔

نیز فرمایا جو شخص دس مرتبہ سلاۃ پڑھتا ہے خدا اور اس کے ملائکہ سو مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں اور جو سو مرتبہ پڑھتا ہے اس پر ہزار مرتبہ نیز فرمایا جو شخص حاجت طلب کرنے سے پہلے اور حاجت طلب کرنے کے بعد صلوات پڑھے تو خدا اس سے اجل و اکرم ہے کہ حاجت قبول کرتا ہے اور ثواب عظیم بخشا ہے۔

ان کے ایک ایک حرف کے بدلے جنت میں ہزار در ہزار قصران کے لئے مخصوص کر دو اور جو نعمتیں ان محلات میں موزوں ترین ہوں ان کا اضافہ کر دو۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر غیبت امام کے بعد ایسے علماء نہ ہوتے جو دعوت دیتے ہیں امام کی طرف اور وجود امام کی ضرورت کے دلائل بیان کرتے ہیں اور دین خلا سے دشمنوں کا دفاع کرتے ہیں۔ دلائل حق پیش کر کے اور کم علم بندوں کو شیطانوں اور ناصیبوں کے دام سے پھڑاتے ہیں تو دنیا میں مرتد کے سوا مومن نہ ملتا۔ مگر ان علماء نے شیعوں کے تذبذب کو سنبھالا ہوا ہے جس طرح ملاح اپنی کشتی کے سواروں کو تھامے ہوئے ہے۔ یہی وہ علماء ہیں جو دربار خدا میں افضلیت رکھتے ہیں انھوں نے ہمارے کم علم شیعوں اور مویلوں کو علمی مدد پہنچا کر ناصیبوں کا دفاع کیا ہے۔

قیامت میں یہ علماء حق اس شان سے آئیں گے ان کے سروں پر حسن و جمال کے ایسے تاج ہوں گے جن کے نور کی شعاعیں تین لاکھ سال کی مسافت کے برابر میدان قیامت میں پھیل جائیں گی اور جن کم علم شیعوں کو حق پہنچایا تھا وہ ان کے نور سے لپٹے ہونگے پھر ان کو جنت میں اتارا جائے گا۔ اور ناصیبوں کا یہ حال ہو گا کہ جس پر یہ شعاع پڑ جائے گی۔ اندھا ہو جائے گا۔ کان بہرے ہو جائیں گے۔ زبان گونگی ہو جائے گی پھر انکو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حاضریین و ذاکرین کا دل نہ توڑو!

امام حسین علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہونے والوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جس سے ان کے دل کو رنج پہنچے خصوصاً مرثیہ خوانوں اور ذاکرین اور اشعار مدح اہلبیت و مصائب پڑھنے والوں کے ساتھ کوئی رنجیدہ برتاؤ نہ کرو اگر کوئی ناگوار امر بھی ان سے صادر ہو جائے تو مجلس ختم ہو جانے کے بعد خلوت میں سمجھا دو ایسا نہ ہو کہ اثنائے مجلس میں ٹوکنے لگو۔ جس سے مجلس امام میں انتشار پیدا ہو جائے اور گریہ و بکا میں رخنہ اندازی ہو اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا تو خدا و رسول اور اہلبیت علیہم السلام کو اذیت پہنچائے گا (اکسیر العبادات)

مگر ہمارے علوم کے جاننے والے علماء کی یہ شان ہے کہ انھوں نے اپنے علوم سے لوگوں کو سیراب کیا ہے اور دشمنان اہلبیت کے چندوں سے چھڑا لیا ہے اور ہمارے شیعوں کو نعمات جنت کی خوشخبری دی ہے اور انہیں خوشنودی خدا کی بشارت دی ہے علوم اہلبیت بیان کرنے والے ایسے علماء کو آواز آئے گی اسے ہمارے دور افتادہ شیعوں کو ہمارے علوم پہنچانے والے عالموں اسے ہمارے مویلوں کو حق دکھانے والے عالموں اسے ہمارے دوستوں کو ناصیبوں کے چندے سے چھڑانے والے ہمارے یتیموں کو دینی جوہر سے مبدئی کی وجہ سے کم علم شیعوں ہمارے یتیم ہیں۔) علمی مدد دینے والے عالموں اسی جگہ میدان محشر میں ٹھہر جاؤ اور ان لوگوں کی شفاعت کرو۔ جنھوں نے تم سے حق حاصل کیا ہے پس وہ علماء کھڑے ہو جائیں گے اور اپنے ہمراہ جنت میں بڑے بڑے گرد ہوں کو داخل کریں گے حضرت نے یہ کلمات دس مرتبہ فرمائے۔ وہ مومنین وہ ہیں جنھوں نے ان علماء سے علوم اہلبیت حاصل کئے اور وہ مومنین بھی جنھوں نے ان حاصل کرنے والوں سے حاصل کئے اور وہ مومنین بھی جنھوں نے ان دوسرے حاصل کرنے والوں سے حاصل کئے اور اسی طرح وہ مومنین بھی جنھوں نے ان تیسرے حاصل کرنے والوں سے حاصل کئے یہاں تک کہ تار و قیامت یکے بعد دیگرے سلسلہ بہ سلسلہ ایک دوسرے سے علوم اہلبیت حاصل کئے ان سب کو وہ علماء حق اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اے لوگو دیکھو عابدوں اور عالموں میں کتنا فرق ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ جو علماء ہمارے ان شیعوں کو جوہر سے جدائی کی وجہ سے ہمارے یتیم ہیں۔ یعنی یتیمان آل محمد ہیں اور ہم امتحان خداوندی کی وجہ سے پوشیدہ ہیں۔ ہمارے علوم پہنچائیں گے اور انہیں حق دکھائیں گے تو خداوند عالم ان علماء سے یوں فرمائے گا۔ اے میرے سخی بندوں اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرنے والے بندوں میں تم سے زیادہ سخاوت کا مالک ہوں اے ملائکہ ان علماء نے ہمارے یتیمان علم بندوں کو حق پہنچایا ہے۔

قصاء و قدر

نیز اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ

حاضرین مجلس کی عزت کرداران کی خدمت کروا نہیں آرام سے بٹھاؤ حتیٰ کہ ان کی جوتیاں بھی سیدھی کرو کیونکہ وہ عزائے امام مظلوم کے لئے آئے ہیں نیز مرثیہ خوانوں اور ذاکرین اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ نیک سلوک کرو بطور صلہ ان کو اموال و اشیاء نفیہ دواؤ تحائف و ہدیائیں کرو ان کی مدح و ثنا کرو دل و زبان سے محبت کا اظہار کرو تاکہ وہ ذاکر اہلبیت میں زیادہ سے زیادہ محنت کریں اور فضائل و مصائب کی تلاش میں زیادہ محنت کریں اور موثر طریقہ پر ذکر اہلبیت کی کوشش کریں کیونکہ یہ امور وہ ہیں جن کو خدا پسند کرتا ہے اور اس کا رسول اور اوصیاء پسند کرتے ہیں جن دلائل سے فضیلت و انتقاو مجالس اور اموال کثیرہ خرچ کرنے کی فضیلت ثابت ہے ان ہی دلائل سے قراد مرثی اور ذاکرین اہلبیت کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور انہیں تحفے دینے اور اموال کثیرہ سے ان کی خدمت کی فضیلت ثابت ہے حضرات معصومین علیہم السلام نے ذاکرین اہلبیت کی خود مدح و ثنا فرمائی ہے اور انہیں خلعت فاخرہ اور اموال کثیرہ درہم و دینار اور اشیائے نفیہ عطا کئے ہیں جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ نیز مرقوم ہے اسی کتاب میں۔ میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ ملائکہ حاضرین مجلس حضرات ذاکرین کے دہن کے بوسے لیتے ہیں کیونکہ خود ملائکہ نے انبیاء و رسل کو یہ ذکر پہنچایا ہے اور انبیاء و رسل نے اپنی امتوں کو پہنچایا ہے بلکہ سب سے پہلے خود خداوند عالم نے یہ ذکر بندر علیہ و علی اہلہم ملائکہ و انبیاء کو پہنچایا ہے لہذا منصب ذاکر ہی نہایت جلیل اور مقام کریم ہے (اکسیر العبادات)

محمد زبیر الصاری نقلمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

سورہ قمر کی آیت ہے۔ ستائشوں کا پارہ۔ ارشاد رب العزت ہے کہ کائنات کے خالق نے جس جس چیز کو بنایا ہے۔ بقدر بنایا ہے۔ کل شیء۔ ہر ایک شے پہلے اِنَّا یَتَّحِقْنَ کہ ہم۔ لفظ اِنَّا۔ یقین کو بتا رہا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اِنَّا۔ بے شک ہم نے کل شیء کو۔ ہر چیز کو خَلَقْنَا ہ۔ پیدا کیا ہم نے ہر چیز کو۔ یہ عربی قانون ہے جس کو عربیت میں۔

مَا أَضْمَرَ عَامِلُهُ، عَلَى شَرْطِ لُطْفِ التَّفْسِيرِ کہتے ہیں۔ یہ نام ہے عربی زبان میں اس کا۔ یعنی جب مقصود ہو کسی حکم کی تاکید اکید انتہائی شدت کے ساتھ۔ تو وہاں پر عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ عمل کرتے والا محذوف ہو جاتا ہے۔ مگر شرط ہوتی ہے کہ بعد کا جملہ اس کی تفصیل کر رہا ہو۔ تو اب عبادت یوں ہوتی جو میں پڑھتا ہوں محذوف کو منظر کر کے پڑھتا ہوں۔ منظر میں تین لفظ ہیں۔ یہ لفظ قرآن کے ہیں۔ مگر مقصد یہ ہے۔ اِنَّا خَلَقْنَا كُلَّ شَيْءٍ۔ قرآن میں ہے اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ۔ کل شیء میں لفظ کل کو زبر ہے۔ اس کا زبر بتا رہا ہے کہ یہ کسی کا مفعول ہے۔ اس سے پہلے کوئی فعل و فاعل ہے جس کا یہ مفعول ہے۔ جو محذوف ہے۔ اور وہی ہے خَلَقْنَا۔ اِنَّا خَلَقْنَا كُلَّ شَيْءٍ۔ بے شک ہم

ہوگا۔ یادوں میں اندازاً اتنے سیر یہ آپ مقدار بتاتے ہیں۔ مشکوک۔ زیادہ سے زیادہ۔ اندازے کا لفظ ظن کو ظاہر کرے گا۔ ظن۔ یہ لفظ اندازے کو بتاتا ہے کہ یہ اتنا ہے۔ اس کو ظن کہتے ہیں۔ گمان۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ آپ کو گمان ہے کہ اللہ نے قدر کے ساتھ یعنی اندازے سے بنایا ہے۔ آپ کو یقین نہیں ہے بلکہ اندازے سے بنایا ہے۔ جیسے ہم اندازہ لگاتے رہتے ہیں کہ یہ ایسا ہے۔ اتنا ہے گمان کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ اللہ کو بھی گمان کے طور پر اندازہ لگاتے ہیں۔ تو اس آیت پڑھتا ہوں۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یَغْنِیْ مِنَ الْخَلْقِ شَیْئًا خدافرمانا ہے کہ ظن یعنی گمان کبھی کسی حق کے معنی میں تسلی نہیں کرا سکتا۔ ظن تسلی نہیں کرا سکتا۔ گمان سے حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو گمان بھی غلط ہے۔ اور اندازہ بھی غلط ہے۔ پھر یہ اندازہ کا لفظ اللہ کے متعلق؟ جسے علم ہو ہر چیز کا۔ اور چونکہ وہ خالق ہے ہر چیز کا۔ تو اسے تو علم ہوا ہر چیز کا۔ جب اسے علم کامل ہے ہر چیز کا تو وہ دال لفظ اندازہ بولنا کہ خدا نے اندازے سے بنایا۔ قطعاً غلط ہے۔ یہ دیسا ہی ہے۔ جیسے

وَالْهَدَىٰ مِّنْ حَیْرِکَ وَمَشْرِکَ ۚ مِنَ اللّٰہِ لَوَکُنْ کُوْیْنًا یُّدْرِکُ ۚ یَعْنِیْ اَنْدَازَہِ خیر وشر کا اللہ کی طرف سے ہے۔ یعنی اللہ ہی نے خیر کا بھی اور شر کا بھی اندازہ لگایا ہے۔ آئمہ طاہرین نے بتا کر کہ اللہ اندازوں سے نہیں بناتا ہے بلکہ وہ علم سے بناتا ہے وضاحت کر دی ہے تاکہ اللہ کے باب میں سوئے ادب نہ ہو۔ پہلے علم ہوتا ہے علم کے بعد مشیت ہوتی ہے۔ مشیت کے بعد ارادہ ہوتا ہے۔ ارادہ کے بعد قضا اور قضا کے بعد قدر ہوتی ہے۔ (صلوٰۃ)

یہ آئمہ طاہرین نے بتایا کہ جب علم کامل ہو تو پھر مشیت آتی ہے۔ وہ چاہتا ہے پہلے علم میں ہو اور اب علم کے بعد وہ چیز مشیت میں آگئی یعنی چاہ میں۔ جب چاہ میں آئی چاہتا ہے تو اب اس کا ارادہ کیا۔ جب ارادہ کرتا ہے۔ تو ارادہ میں یقین

نے پیدا کیا۔ خَلَقْنَا۔ ہم نے پیدا کیا پہلے آیا ہے۔ اِنَّا۔ بیشک ہم۔ اور پھر خَلَقْنَا۔ یعنی ہم نے بنایا کسی غیر نے نہیں۔ ہم نے۔ یہ خَلَقْنَا۔ تفسیر ہے کہ اس سے لفظ خَلَقْنَا عَزَّوَجَلَّ ہے۔ اس کی یہ تفسیر کر رہا ہے اس ضمیر کے ذریعہ جو خَلَقْنَا میں ہے۔ اس میں جو صُور ہے۔ یہ بتا رہا ہے کہ کوئی چیز ہے کہ جس کو خلق کیا۔ اور وہ کیا ہے۔ کُلِّ شَیْءٍ۔ اب میں ترجمہ کرتا ہوں۔

اِنَّا۔ بیشک۔ خَلَقْنَا۔ خلق کیا ہم نے۔ کُلِّ شَیْءٍ۔ ہر شے کو۔ کونسی کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا۔ وہ کل شے جس کو ہم نے خلق کیا۔ خلق کیا ہم نے۔ بیشک خلق کیا ہم نے۔ کُلِّ شَیْءٍ کو یَقْدِرُ۔ قدر کے ساتھ۔ ہماری ہر شے جس کے خالق ہم ہیں وہ قدر کے ساتھ مخلوق ہوئی ہے۔ اگر قدر کو سمجھ لیا تو ہمارے خلق کرنے کو بھی سمجھ گئے۔ اور ہمیں تم خالق مانو گے اگر تم نے لفظ قدر کو سمجھا۔ حاضرین اس آیت کی تفسیر اور اس کے الفاظ کی توضیحات اگر آئمہ طاہرین نہ فرمادیتے تو آج اس کے معنی کوئی نہ سمجھتا۔ جیسا کہ ترجمہ بتا رہے ہیں۔ اردو میں ترجمے میں گئے۔ سورہ قمر ستائیسواں پارہ۔

ترجمہ کیا کیا ہے اس کا لوگوں نے۔ کہ اللہ فرماتا ہے۔ یَقِیْنًا بیشک ہم نے کُلِّ شَیْءٍ کو خلق کیا ہے۔ یَقْدِرُ یعنی اندازے کے ساتھ۔ یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ ہم نے ہر شے کو یَقِیْنًا بپا کرتے کہ اللہ نے ہر شے کو خالق کیا ہے۔ اندازے کے ساتھ۔ مگر کتنی گستاخی ہے یہ اور کتنے سوئے ادب ہے۔ ذات باری کے باب میں کہ اندازے سے پیدا کیا۔ اندازے کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شے کا یقین نہ ہو۔ (صلوٰۃ)

یہ اندازے کا لفظ شکوک پیدا کرتا ہے۔ خود لفظ اندازے کا آپ اس وقت بولیں گے کہ جب کسی شے کا آپ کو یقین نہ ہو۔ مثلاً طول و عرض میں اندازاً اتنا

ہوتا ہے۔ اور جب تعین ہو گیا تو قضا۔ تو اب قضا کو سمجھیں۔ قضا موت کے معنی نہیں ہے یہ قضا فیصلہ کے معنی ہے۔ جس سے قاضی بنا۔ قضا یعنی فیصلہ کرنا۔ قضا کے معنی فیصلہ کرنا۔ موت کا بھی وہی فیصلہ کرتا ہے اور زندگی کا بھی۔ ہم لوگ قضا کے معنی موت سمجھے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ زندگی کا بھی وہ فیصلہ کرتا ہے۔ اور موت کا بھی تو جب حدود معین ہو گئے تو اللہ تعالیٰ بعد حد بندی اس شخص کے حدود معین کر کے وہ قضا، یعنی فیصلہ کرتا ہے۔ کہ یہ یونہی بنے گی اور جب فیصلہ ہو گیا۔ تو پھر اس کو قدر میں لاتا ہے یعنی اب اس کو عملی شکل دے دیتا ہے۔ قدر ہے قضا کا عمل۔ (صلوات)

عملی شکل قضا کی قدر ہے۔ تو قدر میں وہ چیز آتی ہے جو قضا میں آتی اور قضا میں وہ آتی ہے جو ارادہ میں آئے اور ارادے میں وہ آتی ہے جو مشیت میں اور جو مشیت میں آتی ہے جو اس کے علم میں آئے۔ تو اگر علم میں اندازہ ہو، تو مشیت کہاں گئی۔ ارادے خدا کے کہاں گئے۔ لہذا یہ خیالات ان لوگوں کے ہیں کہ جو توحید کی معرفت نہیں رکھتے۔ (صلوات)

اس کے بعد بھی درجات ہیں۔ اب جب انسان ان درجات کو سمجھ لے تو کتنے مسائل مختلف بین السنی والشیعہ اور خود بین الشیعہ وہ سب حل ہو جائیں گے۔ کہ پہلے علم میں چیز آتی ہے۔ جب تک علم خدا میں چیز ہے۔ سب کے لئے غیب۔ اور جب علم سے مشیت میں آئی تو جو مشیت سے بنے ہیں۔ ان کے علم میں آئی۔ اور جو مشیت کے بعد اس کا ارادہ جن پر نازل ہوتا ہے۔ انہیں معلوم ہوئی۔ اور جب فیصلہ ان کا ہوا، ان کی زبان سے ادا ہوا، اور جب قدر میں آئی تو ان کے ہاتھوں سے بنی۔ (صلوات)

یہ ہیں درجات جو آئمہ طاہرین نے ہمیں سمجھائے۔ اور اگر ہم نے خدا کی اس عظمت کو نہ پہچانا تو ہم نے خدا کی معرفت کا کچھ حق ادا نہیں کیا۔ تو پہلے یہ عرض کیا کہ اس کا ترجمہ کیا ہو گا۔ آئمہ سے بھی یہی سوال کیا گیا۔ کہ اللہ نے ہر چیز کو قدر کے ساتھ بنایا۔

اللہ کی مشیت ہم ہیں۔ اللہ کا ارادہ ہم ہیں۔ دو لفظوں میں سمجھا دوں۔ آیات بعد میں مرتق ملا تو پیش کر دیں گے۔ ہم مشیت ہیں اللہ کی۔ ہم ارادہ ہیں اللہ کا۔ یہ وہ کہہ سکتا ہے کہ اس سے پہلے کوئی مخلوق نہ ہو۔ کوئی شے نہ ہو۔ اور جب کوئی مخلوق نہیں تو کسی سے بنائیں۔ جب کوئی شے ہو تو بنے۔ جب شے ہی نہیں کہ جس سے خلق کیا جائے۔ کچھ ہے ہی نہیں۔ یعنی اول اول۔ تو جو شے اول ہو گی۔ وہ ارادہ ہو گی۔ وہ مشیت ہو گی۔ کوئی شے تو نہیں، کہ اس سے ان کو بنایا۔ (صلوات)

وَالْاَكْمَامُ (مگر تیرے صاحب جلال و اکرام رب کا دجر باقی رہے گا) جو کچھ بھی ہے زمین پر فنا ہے۔ اور جو کل شئی ہے وہ بھی ہلاک یعنی نانی۔ اِلَّا وَجْهًا مگر وجہ فنا سے مستثنیٰ ہے یعنی وہی صرف باقی رہے گا۔ وَجْهًا یعنی وَجْهٌ رَبِّكَ اس کا دجر، چہرہ۔

ایک شخص امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم لوگ اس کے کیا معنی سمجھتے ہو تم علم لے کر آئے ہو بصرہ سے یہ بڑا مفتی اعظم تھا بصرہ کا اور جب وہ کبھی کبھی مدینے آتا تھا تو مولائے مناظرہ کا خیال لے کر آتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے بصرہ والے عالم سے کیا سنا۔ تو اُس نے کہا کہ بصرہ والے عالم نے کہا کہ کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهًا۔ کل شے ہلاک ہو جائے گی۔ مگر اللہ کا منہ بچے گا۔ چہرہ بچے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا سب کا سب سارے کا سارا ہلاک بس منہ چہرہ بچے گا۔

یعنی پیر بھی اللہ کے ہلاک باز و بھی اللہ کے ہلاک شکم بھی ہلاک۔ سب ہلاک بس منہ ہی منہ بچے گا۔ تو تم نے تو اللہ کو ایک بدن جسم، انسان، آدمی بنا دیا۔ اس نے کہا کہ پھر حضور کیا معنی۔ کہ سب ہلاک صرف منہ بچے گا۔ تو آپ نے کہا کہ تم اس منہ کو نہ پہچانے تم اس کو نہ سمجھے کہ اللہ نے کہا کہ وَجْهًا وَجْهًا۔ اس کا چہرہ۔ دجر چہرہ کو کہتے ہیں۔ اور اس کو دجر کیوں کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انسان کی پہچان کی دجر یہی ہے۔ اسی لئے عربی میں اس چہرہ کو کہتے ہیں وَجْهًا۔ کیوں وجہ کہتے ہیں کیونکہ دجر معرفت ہی ہے۔ اسی سے صاحب دجر پہچانا جاتا ہے۔ تو خدا تو یہ کہہ رہا ہے

اور اسی کو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے آپ لفظوں کے بجائے اُن میدانِ معرفت میں۔ اور وہاں سیر کریں۔ اور جب آپ معرفت کے میدان میں داخل ہوں گے تو وہاں آپ کو کیا کیا کمالات دکھائی دیں گے۔ کہ معرفت میں ائمہ طاہرین نے کتنی روشنی بخشی ہے۔ کہاں کہاں سنگ میں نظر آئیں گے۔ کہاں کہاں آپ کو رہنمائی کے لئے اشارے نظر آئیں گے۔ اب یوں موڑ اُدھر نہ جاؤ اُدھر اُدھر طریقے اُمم نے بنائے۔ ایک آیت پڑھ دوں۔ یہ نہ کہیے گا کہ ائمہ طاہرین امر سے بنے۔ اور ہم سب خلق سے بنے۔ کیوں۔ کیونکہ۔ اِنَّمَا اَمْرٌ اِذَا اَمَرَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ہ امر کے معنی کیا ہیں۔ کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے۔ شے بنانے کا۔ تو کہتا ہے۔ كُنْ يَقُوْلُ لَهُ كُنْ جب ارادہ کرتا ہے۔ اس کو کہتا ہے كُنْ ہو جاؤ۔ فَيَكُوْنُ۔ وہ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا كُنْ سے بنتی ہے شے۔ جب شے بنا تا ہے تو ارادہ کرتا ہے اور كُنْ کہتا ہے تو شے بن جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ شے اس کے لئے ہے۔ جو لفظ كُنْ سے بنے اور خدا کہتا ہے۔ کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهًا۔ یعنی سب شے ہلاک ہونے والی ہیں مگر اس کا دجر ہلاک نہ ہوگا۔ تو جو كُنْ سے بنی وہ بھی ہلاک۔ جو خلق سے بنے یعنی ہم۔ كُنْ سے نہیں بنے بلکہ درجات سے یعنی نوماہ کے بعد وجود میں آئے درجہ بدرجہ۔ کیا کیا بنا دیا؟ گوشت دکھال رگ دپیٹھے وغیرہ۔ وہ ہے خلق جو ترتیب سے درجہ بدرجہ بنے۔ اور جو كُنْ سے بنے وہ ہے امر۔ اور جو درجات سے بنے وہ ہے خلق یعنی خلقی شے اور جو خلقی بھی ہے۔ وہ کُلُّ مَنْ عَلِمَهَا فَاَنْدَ یعنی (ہر ایک شے جو زمین پر ہے نانی ہے۔) وَيَقُوْلُ وَجْهٌ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ

گے کہ جو مشیت اللہ کی ہیں۔ شے سے شے نہیں بنے۔ وہ کسی شے سے نہیں بنے۔ وہ مشیت سے بنے ہیں۔ ثُمَّ يُنْفَخُ أَخْرُيٰ۔

پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ پہلے تو زمین و آسمان سب فنا۔ پھر دوبارہ جب صور پھونکا جائے گا۔ (يُنْفَخُ أَخْرُيٰ)۔ تو اسرافیل بھی ختم جس نے پہلا صور پھونکا تھا۔ دوسری مرتبہ اس صور کی آواز سے وہ بھی مرجائے گا۔ تو آپ کو سوچنا پڑے گا کہ جب اسرافیل صور پھونکے گا تو ارض و سما کے ساکن ختم۔ اور صرف وہ رہ گیا۔ اور جب دوبارہ صور پھونکا گیا۔ تو اسرافیل بھی فنا۔ یہ ملک تھا جس نے پہلا صور پھونکا۔ تو جب یہ دوبارہ جس نے صور پھونکا وہ کون تھا؟ اور جب دوبارہ پھونکا جائے گا۔ تو آواز آئے گی۔ لَمِنَ الْمَلِكِ الْيَوْمَ (ترجمہ) آج کس کی بادشاہی ہے۔ پھر جواب آئے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (ترجمہ) آج واحد تبار کی بادشاہی ہے۔ پہلا سوال ہے۔ دوسرا جواب ہے۔ آج کس کی بادشاہی ہے یہ سوال کون کرے گا۔ اور کس سے کرے گا۔ (صلوٰۃ)

ماننا پڑے گا کہ کچھ ہیں اس سوال کے مخاطب۔ کیونکہ اگر مخاطب کوئی نہیں سب فنا تو پھر کہا کس سے کہ آج بادشاہی کس کی ہے۔ جب سننے والا کوئی نہیں تو ماننا پڑے گا کہ کوئی ہے مخاطب جس سے کہا۔ اور وہ جواب میں کہے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اگر یہ خدا جواب دیتا تو یہ کبھی نہیں کہہ سکتا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ کیوں؟ کیونکہ وہ خود ہے یہ جواب دینے والا اگر وہ کہہ دے اللہ کی تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ اس کے علاوہ کوئی اللہ ہے۔ جس کی یہ بادشاہی بتا رہا ہے۔ اگر خود بتا رہا ہے

کہ ہر شے ہلاک ہوگی۔ مگر اللہ کا دیہہ۔ اللہ کا دیہہ کون؟ یعنی جو اللہ کی دیہہ معرفت ہے۔ (صلوٰۃ)

جس سے خدا پہچانا گیا ہے۔ وہ دیہہ۔ جب آپ نے یہ معنی بتائے تو اس نے کہا کہ یہ معنی تو آپ نے سمجھائے اب تک ہمارے ملا تو وہی سمجھاتے رہے۔ جب ہی وہ پیر جہنم میں پہنچاتے رہے۔ دھڑ جہنم میں پہنچاتے رہے۔ ان کے لئے نہ فنا کا لفظ ہے۔ اور نہ ہلاکت کا لفظ ہے۔ ہلاکت بھی ان کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ سب ہلاک مگر جو در خدا وہ ہلاک نہیں یہ قدرت نے بتایا جب وہ ہلاک نہیں۔ تو پھر کیسے بنے۔ جب سب بنے خلق سے یا ترتیب سے۔ درجات کے لحاظ سے یا امر کُن سے (صلوٰۃ) تو یا تو دنیا ہی بتدریج جیسے ہم لوگ۔ یا بنی کُن فیکون (شے) سے اور کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ تودہ باتیں کیا ہیں۔ اب میں آیتیں پڑھتا ہوں تو جبر فرمائیے گا یہاں تک کہ زمین پر جو ہیں وہ فنا ہوں گے۔ جتنے مادی ہیں کسی مادہ سے بنا ہو۔ جماد و حیوان ہو۔ انسان ہو کسی مادہ سے بنا ہو۔ مادہ جس میں ہو سب فنا ہوں گے اور وہاں کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ ہر شے ہلاک اور شے وہ ہے جو کُن سے بنی ہو وہ سب ہلاک اب قرآن مجید یہ کہتا ہے۔ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ نَفْثٌ مِّنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمِنَ الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ۔

جب صور پھونکا جائے گا۔ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ۔ تو آسمان والے بھی فنا اور زمین والے بھی فنا۔ سب فنا۔ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ۔ صرف وہ بچیں

اور تم سے عناد رکھا ہے۔ تم دونوں ایسے منکروں کو اور دشمنوں کو جہنم میں ڈال دو۔ جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔ یا تم سے جنہوں نے عناد رکھا ہے۔ آپ ڈالو۔ تمہیں حق حاصل ہے تم ہو جنس فنا نہیں۔ تم تو دوجہ ہو۔ باقی ہو فنا ہونے والے فنا ہو گئے۔ تو اب شبیر اک بات کہتا ہے۔ یہ ہستیاں بقا کے لئے ہیں۔ کیونکہ ارادہ سے بنے ہیں۔ مشیت سے بنے ہیں۔ مشیت بھی فنا نہیں ارادہ بھی فنا نہیں۔ اور باقی چیزیں فانی ہو جائیں گی۔ تو اب خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ جو ارادہ سے بنے وہ اور ہم جو شے سے بتدریج بنے۔ وہ کتنا نادان ہے۔ اور کتنا نااہل ہے جو فنا اور بقا کو ایک جیسا سمجھ رہا ہے۔ (صلوات)

میں کس طرف آپ کو لے گیا۔ کس رخ پر۔ میں تو قدر کے معنی بتا رہا تھا کہ یہ حضرات اول بنے۔ اور ارادے سے بنے کسی شے سے نہیں بنے۔ جب شے تھی ہی نہیں۔ اور یہی تو سوال کیا تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری اور حضرت حذیفہ بن یمان نے ان دونوں حضرات کا ذکر اُسے گا آخری مجلس میں اور آخری مجلس میں وہ مضمون پیش کروں گا جس کا ارادہ کیا تھا۔ اور بارش نے وہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔ تو انشاء اللہ پانچویں مجلس اسی موضوع پر ہوگی۔ اور اس میں یہ بتاؤں گا انشاء اللہ کہ ہمارے بدن کن چیزوں سے بنے۔ اور ان کے بدن کن چیزوں سے بنے۔ ہمارے بھی دو بدن ہیں۔ ان کے بھی دو بدن ہیں اور فرشتوں کے بھی دو بدن ہیں۔ اس کے ثبوت اور مثالیں، آیت و حدیث و دلائل پیش کروں گا پانچویں مجلس میں۔ تو آج اگر قدر کے معنی بیان کروں تو اسی قدر کافی ہے۔ (صلوات)

اب میں قدر کے معنی بتا دوں گا۔ اور جب آپ کے سمجھ میں معنی آجائیں تو مجھے اردو میں اس لفظ کے معنی بتائیے گا تاکہ میں آئندہ اسی لفظ سے قدر کا ترجمہ

تو کہے گا۔ آج میری بادشاہی ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ یہ جواب بھی خدا کا نہیں جس سے سوال کیا ہے۔ یہ اس کا جواب ہے۔ نہ کہ خدا کا۔ خدا سے نہ کوئی چیز درآمد ہوتی ہے۔ نہ برآمد۔ نہ خارج۔ نہ داخل۔ تو یہ آواز کہاں سے نکلی۔ دنیا تو فنا ہو گئی پھر کہاں سے آواز نکلی۔ وہ غیر خدا ہوا۔ کیوں کہ خدا سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی۔ تو کوئی غیر خدا ہے۔ کہ جس کے ذریعے یہ آواز آئی کہ ”آج کس کی بادشاہی ہے“ تو ایک متکلم ماننا پڑے گا۔ جو کہہ رہا ہے۔ کہ آج کس کی بادشاہی ہے۔ اور ایک مخاطب ماننا پڑے گا۔ جو کہتا ہے۔ آج الواحد القہار کی بادشاہی ہے۔ تو دو ماننے پڑیں گے۔ ایک متکلم اور ایک مخاطب۔ (صلوات)

اللہ کے سوا یہ دو ماننے پڑیں گے۔ ایک متکلم جو کہہ رہا ہے ”آج کس کی بادشاہی ہے“۔ جواب میں مخاطب کہتا ہے کہ ”آج اللہ واحد القہار کی بادشاہی ہے“۔ تو دو ہو گئے۔ پھر ان دونوں کو وحی ہوگی۔ وحی میں کیا ہوگا؟ پڑھو قرآن اَلْقِیَافِیْ جَحِیْمٍ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ (ترجمہ) تم دونوں ڈال دو ہر منکر دشمن کو جہنم میں اَلْقِیَا تَشْنِیْہِ ہے یعنی تم دونوں اس کا واحد اَلْقِی ہے۔ یعنی تو ایک ڈال دے اَلْقِیْوْا جمع ہے۔ یعنی تم سب ڈال دو مثلاً اَلْقِیْہَا اے موسیٰ ڈال دے۔ اپنی یہ عصا جو ہاتھ میں ہے (ڈال دے) اَلْقِیْ۔ ایک کے لئے ہے کسی چیز کو ڈال دینا۔ اور اَلْقِیَا اس کے لئے دو کی ضرورت ہے۔ یعنی تم دونوں ڈال دو اَلْقِیْوْا۔ تم سب ڈال دو۔ تو یہاں پر ایک وحی ہوئی ہے۔ کہ تم دونوں ڈال دو۔ اَلْقِیَا۔ تم دونوں۔ ایک متکلم ایک مخاطب۔ تم دونوں ڈال دو۔ کس کو اور کہاں تم دونوں ڈال دو؟ فِیْ جَحِیْمٍ جہنم میں کس کو؟ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ ہر منکر کو جو عناد رکھتا تھا۔ یعنی جس نے بھی تمہارا انکار کیا ہے

رہا ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خالق العقل کوئی کام کرے اور وہ بے مقصد ہو۔ یا فضول ہو۔ آیت پڑھ دوں۔ مَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا۔ (ترجمہ) ہم نے تمہیں عبث نہیں بنایا یا فضول نہیں بنایا، بے مقصد نہیں بنایا۔ کوئی مقصد ہے تاہم اسے بنانے کا۔ تو جو کوئی فائز العقل ہوگا۔ وہ بے مقصد کام کرے گا۔ لیکن خدا؟ اس کا کوئی کام بغیر مقصد نہیں ہوتا۔ اگرچہ آپ کی عقل اس کی محنتوں کو اس کی مصلحتوں کو نہ سمجھ سکے یہ اور بات ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے کام کیا بے مقصد، فضول کام۔ تو اب جس کام کو بنائے گا اس کی غرض کو ملحوظ رکھ کر بنائے گا۔ اور جب بنانے لگے گا۔ اور غرض ملحوظ تو اب اس کے بنانے میں وہ وہ صلاحیتیں پیدا لائیں گی وہ وہ قابلیتیں دے گا کہ غرض پیدائش حاصل ہو سکے (صلوات)

اب تم اس کو مانو گے کہ خدا جس چیز کو بناتا ہے۔ کسی مقصد و غرض کے لئے بناتا ہے۔ اور غرض پہلے معین کرتا ہے۔ اور جب معین کر چکا ہے۔ تو اب اس شے کو بناتا ہے تو بنانے کے ساتھ اس کی خلقت میں قابلیتیں اور صلاحیتیں پیدا کرتا ہے۔ اس غرض کے حصول کے لئے جس کے لئے بنایا۔ اسی لئے تو اللہ کے بنائے ہوئے میں عیب نہیں۔ اور جس لئے خدا کہتا ہے کہ ہم نے جس کو بنایا ہے۔ قدر کے ساتھ بنایا ہے۔ یعنی جس غرض کے لئے بنایا ہے۔ اس غرض کی قابلیتیں دے کر بنایا ہے۔ تو اب خدا کا بنایا ہوا قابلیتیں لے کر آیا ہے۔ اپنی خلقت میں۔ تو خدا جس کو بناتا ہے بقدر بناتا ہے۔ خدا اپنی ذمہ داری لیتا ہے۔ تمہاری نہیں، کہ جس کو تم بناؤ وہ بھی بقدر ہو۔ خدا کا ارشاد ہے کہ ہم اپنے بنائے ہوئے کیلئے کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ بقدر ہوگا جس کو جس کام کیلئے بنایا ہے اس کی قابلیتیں دے کر بنایا ہے تم نے بنایا دیا اور

کیا کروں۔ قدر کے معنی سمجھ لوں کہ اللہ جس چیز کو بناتا ہے۔ بنانے سے پہلے اس کی غرض معین کرتا ہے۔ یہ آئمہ نہ ہوتے تو ہم کہاں سے سبق سیکھتے۔ اس وقت میرے دل میں جوش آ رہا ہے۔ علامہ مجلسی کا وہ فقرہ دوہرانا چاہتا ہوں۔ علامہ مجلسی بیختمہ کہتے ہیں۔ کہ یہ ہیں ہمارے امام لاؤ ایسے امام۔ تو میں وہی لفظ ادا کر رہا ہوں جو انہوں نے فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ ہر شے جس چیز کو خدا نے پیدا کیا؟ پیدا کرنے سے پہلے اس نے اس چیز کے پیدا کرنے کی غرض معین کی یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس کو بڑے بڑے حکماء اور مشائخ و اشراقین متکلمین و مفسرین حل نہ کر سکے۔ اس کو حل آئمہ نے کیا۔ اور بیان کیا محقق طوسی نے اور علامہ حسینی نے۔ اور تفصیلات علامہ مجلسی نے۔ اور میں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا۔ میرے سامنے ایک روشنی ہی روشنی ہے۔

خداوند تعالیٰ کسی چیز کو بنا کر جب بن جائے تو یہ نہیں سوچتا کہ میں نے یہ کیوں بنائی تھی۔ اس سے کیا فائدہ۔ یہ سکھوں کا خیال ہے۔ پہلے کام کر لیا۔ جب کر لیا تو سوچا کہ میں نے یہ کیوں کیا تھا۔ اللہ ایسا نہیں ہے۔ مسلمانوں کا اللہ۔ میں دونوں بھائیوں سے عرض کر رہا ہوں۔ اس مسئلہ کو سمجھ کر جاؤ اور آئندہ سے کسی کے دھوکہ میں نہ آنا۔ خداوند تعالیٰ جب کسی چیز کو بناتا ہے۔ تو بنانے سے پہلے اس کی غرض معین کرتا ہے کہ کیوں بنا رہا ہوں۔ جب غرض مقرر ہو کہ کیوں بنا رہا ہوں۔ غرض انکی خلقت کی مقرر مثلاً میں نے پانی کو کیوں بنایا۔ بنانے سے پہلے اس کی غرض مقرر کیونکہ جو کام بغیر مقصد ہو وہ نااہلی بلکہ ناہمی بلکہ بے عقلی کی دلیل ہے۔ کام ہو رہا ہے۔ مگر پتہ نہیں کیوں ہو رہا ہے۔ آدمی کام کے جارہا ہے مگر کسی کو یہ پتہ نہیں کہ کیوں ہو

تمہارے گھر میں اتنی مدت رہی اگر مجھ سے کوئی خطا ہو گئی ہو تو اس کو معاف کرنا۔ کیونکہ میں اب بابا کے پاس جا رہی ہوں مجھے بابا نے بلایا ہے۔ تو آپ روئے ڈھاریں مار مار کے روئے، چیمیں مار مار کے روئے اور کہا کہ نبی زادی جب سے تم میرے گھر میں آئی ہو تکلیفیں اٹھائیں ہیں بچوں کی پرورش میں کیا کیا مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ تم نے چکیاں پیسی ہیں۔ اس کے بعد نبی نے کہا کہ آپ میرے بعد ضرور شادی کیجئے گا۔ میں خود کہہ رہی ہوں ضرور شادی کیجئے گا۔ میرے بابا نے مجھے بتایا مصیبتِ فاطمہ میں قیامت تک کیسے سب کچھ کھی ہوئی ہیں۔ مجھے بتایا ہے کہ ایک بچہ ام البنین سے پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام عباس ہوگا۔ اے ابوالحسن تم ام البنین ہی سے شادی کرنا وہ ہم سے بہت زیادہ محبت رکھتی ہے میرے بچوں کو گود میں اٹھا کر پیار کرتی ہے۔ تم اس سے ضرور شادی کرنا۔ خدا اس کو بیٹا عطا کرے گا۔ نام عباس ہوگا۔ اور وہ میرے بیٹے حسین کی مدد کے لئے پیدا کیا جائیگا کہ مقصد حسین میں مددگار ہوگا۔ جب ام البنین سے شادی ہوئی۔ اور ام البنین کی ڈولی دروازے تک پہنچی تو حسبِ وصیت دونوں شہزادیاں زینت و ام کلثوم دروازے پر کھڑی ہوئیں۔ صحن میں بی بی ام البنین اتریں۔ شہزادیوں نے مسند بچھادی تھی گاؤں کیجئے لگائے تھے۔ اشارہ کیا۔ اسی جان آئیے۔ آپ یہاں بیٹھئے۔ اسی جگہ ہماری مال بیٹھا کرتی تھی۔ یہ دیکھ کر ام البنین کی ایک چیخ نکل گئی اور کہا کہ میں اور سیدہ کی جگہ بیٹھوں میں تو تمہاری خدمت کے لئے آئی ہوں۔

یہ عرض تھی۔ خدا نے ان کو پیدا کرنے سے پہلے جس غرض کے لئے بنایا۔ وہ غرض ہمیں بتائی گئی۔ اسی طرح حضرت زین العابدین بھی غرضِ معین کے لئے بنے۔ یہ غرض ان کے ذریعہ پوری ہوگی۔ آپ گھبرائی نہیں تو دو چار لفظ پیش کر دوں۔ کچھ

بنائے دکھایا۔ لیکن جس کام کے لئے بنایا اور جس کام کے لئے دکھایا اگر وہ اس کو پورا نہ کر سکے اور خود جلے لوگوں کے پاس تو؟ خدا نے جس کو بنایا تھا۔ اور دکھایا تھا ہدایت کے لئے جو اصلاح کیسے باغ میں جا رہا ہے۔ اور آگیا ایک مرد کہ یہ مسئلہ حل کرو مشکل آپڑی ہے۔ وہ مسئلہ حل کرتا ہے۔ تو یہ کہتا ہے۔ کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ اب کہیئے کہ یہ بقدر بچھا تھا۔ یادہ جو مسئلہ بتا رہا ہے۔ اور جب یہ بقدر نہیں ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ قدر کے ساتھ نہیں بچھایا گیا تو مان لیجئے کہ اللہ نے نہیں بچھایا ورنہ بقدر ہوتا

یہ تو آپ کی بات تھی۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو بھی بنایا۔ دیکھیے جلد سے جلد آپ کو مصائب کی طرف لے آیا۔ پانچ بجے میں نے مجلس شروع کی تھی۔ اگر کچھ دیر اور موقع مجھے مل جائے تو سوا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ہو جائے۔ ہمارے بھائی مہربان علی صاحب مہربانی کر دیں۔ اگر میں کچھ پہلے بیٹھ جاؤں اور آج اعلان کر دیں تاکہ مجھے کچھ اور موقع مل سکے۔ ایک گھنٹہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک مرتبہ ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ حضرت عباس علیہ السلام کو خدا نے بنایا تھا۔ غرض معین کر کے بنایا تھا۔ کہ تم کیوں بنائے جا رہے ہو۔ اے عباس؟ اور ان کے باپ عسائی کو کہہ دیا۔ کہ جاؤ فلاں خاندان میں ام البنین کے لئے اپنے بھائی عقیل کے ذریعے پیغام بھیجو۔ عقیل انساب عرب سے واقف ہیں، ان کے ذریعے پیغام بھیجو۔ کیونکہ ان کے ذریعہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ فرزندِ زینہ۔ نام اس کا عباس ہوگا۔ یہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ بچہ پیدا ہو۔ اس سے کیا کام لینگے۔ انشاء اللہ کل یا پرسوں کسی دن بتاؤں گا۔ یہ عسائی نے بھی بتایا۔ اور خاتونِ جنت نے بھی بتایا کس طرح؟ بی بی نے آخری وقت عسائی کو سامنے بیٹھا کر کہا۔ اے ابوالحسن میں

پڑے گا۔ تو کہا سب منظور ہے۔ ہر طرف سے مرجا۔ مرجا حسین فاطمہ کے لال مرجا
آفرین۔ مرجا۔

ایک مرتبہ آواز آئی حسین! تم نے یہ سب کچھ منظور کر لیا۔ اب دو باتیں اور رہ گئیں
وہ بھی سن لو تمہاری دو بہنیں ہوں گی۔ ایک کا نام زینب ہوگا۔ ایک کا نام ام کلثوم ہوگا
ان دونوں کے رسیوں میں ہاتھ بندھے ہوئے بازاروں میں جانا ہوگا۔ جب یہ کہا تو
حسین نے سر جھکا لیا۔ اب کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلا۔ نہ منظور نہ نا منظور حسین خاموش
تو عالم ارواح میں جو ہونے والی دنیا ہے اور ممکنات کل دیکھ رہے ہیں۔ اور حسین
خاموش ہو گئے سب حیران۔ اتنے میں ان روحوں میں سے ایک روح بلند ہو گئی۔ اور کہا
بابا منظور کر لو۔ یہ زین العابدین کی روح تھی۔ بابا بیوں کو میں لے جاؤں گا۔ بابا میں لے
جاؤں گا۔ منظور کر لو۔ میرے مولا زین العابدین ۲۵ سال روئے اپنے باپ کو جب
بھی کھانا اور پانی سامنے رکھا جاتا تھا۔ دیکھتے ہی کہتے تھے بابا اے میرا بابا اے
میرا بابا۔

ایک مرتبہ خراسان کا ایک شخص آپ کا شیعہ بیٹھا۔ آپ کے شیعہ نے یہ کہا کہ مولا
آپ بہت رو چکے اب کہاں تک رو دیئے گا۔ اتنی عمر گزر گئی روتے روتے اب کب تک
رو دیئے گا۔ تو امام نے کیا کہا۔ اے مومن۔ اے ہمارے شیعہ تو نے میرے حق میں انصاف
نہیں کیا۔ ارے یوسف ایک یعقوب سے جدا ہوئے اور یوسف زندہ بھی تھے۔ کتنا
روئے آتھیں سفید ہو گئیں روتے روتے۔ ان کا تو ایک یوسف جدا ہوا۔ میرے تو
اٹھارہ یوسف مارے گئے۔ خاک پر تڑپتے رہے۔ گھوڑوں سے پامال ہو گئے۔

وقت دس پانچ منٹ زیادہ لگ جائے گا۔ جب حسین سے خدانے وعدہ لیا (یہ واقعہ کربلا
ناگہانی طور نہیں ہو گیا۔ یہ واقعہ کربلا مقرر کیا گیا تھا۔ کہ یہ یہ ہوگا۔ اس طرح گھر چھوڑنا
پڑے گا۔ یہ یہ تمہارے ساتھی ہوں گے۔ ایک ایک چیز مقرر) جب اللہ نے وعدہ لیا تو آسمان
والوں نے انکار کیا کہ یہ امتحان ہم نہیں دے سکتے۔ شہادتِ عظمیٰ ہمارے بس کا نہیں
اہل جبال نے انکار کیا۔ اہل ارض نے انکار کیا سب نے انکار کر دیا۔ تو عالمِ ارض میں کل
ارواح موجود تھے۔ کل انبیاء کل اوصیاء کل ملائکہ موجود جب آواز آئی کہ ان اس بار کو
اٹھائے گا تو آسمان والے انکار کر گئے زمین والے انکار کر گئے تو سب نے دیکھا
کہ ایک روح کھڑی ہوئی۔ جب کھڑی ہو گئی تو ماں نے دعاؤں کے لئے ہاتھ
اٹھائے۔ نانا نے دعا کی، بابا نے دعا کی حسین کی روح کھڑی ہو گئی۔ میں دونگا
یہ امتحان۔ یہ پردگرم بنایا گیا۔ یہ بھی مجالس میں آئے گا۔ کہ کیوں بنایا گیا یہ پردگرم
آج اتنا سن لیجئے کہ جب یہ مقرر ہو چکا کہ یہ ہوگا۔ یہ امتحان یوں ہوگا۔ حسین تم تیار ہو
جب وعدہ کر لیا حسین نے تو ایک ایک چیز بتائی گئی امتحان کی۔ کہا گھر چھوڑنا پڑے گا۔
نانا کی قبر کی جدائی۔ کہا منظور ہے۔ ماں کی قبر چھوڑنا پڑے گی۔ کہا خدا یا منظور ہے
چچگوں کا سفر کرنا پڑے گا۔ کہا منظور ہے۔ اور تمہارے دوست تمہارے سامنے
قتل ہوں گے۔ کہا منظور ہے۔ تمہارے بھانجے جمعیتوں کی لاشیں تمہارے سامنے
ترہیں گی۔ کہا منظور ہے۔ ایک بیٹا علی اکبر ہوگا۔ سینے پر نیزہ لگے گا۔ ٹوٹا ہوا نیزہ نکالنا
پڑے گا۔ کہا میرے مالک منظور ہے۔ بھائی برابر کا ہوگا۔ شانے کاٹے جائیں گے۔
کہا منظور ہے۔ ایک چھوٹے بچے کو ہاتھوں پر لے جانا پڑے گا۔ اور جب تیر لگے گا
اور وہ ہاتھوں پر تڑپے گا۔ تو تیر خود نکالنا پڑے گا۔ اور اس کا خون اپنی ڈاڑھی پر ملنا

اَلْقَتْلُ لَنَا عَادَةٌ وَكَأَمَتْنَا شَهِادَةً (ترجمہ) تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ قتل ہونا تو ہماری عادت ہے۔ اور شہید ہونا ہماری کرامت ہے۔ مگر ایک بات کہ اتنا کہ ایک ناشمی مرد بلا دے۔ اس نے کہا کیا کرو گے ناشمی مرد کو۔ تو آپ نے اشارہ کیا کہ ان بی بیوں کو اس کے حوالے کر دوں گا کہ یہ رسول کی امانت ہیں۔ انہیں تانا کے روضے پر پہنچا دے۔ انہیں ندینے پہنچا دے۔ جب یہ لفظ کہے تو بی بی زینب جو اسیر عورتوں کے بیچ میں بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے حلقے کو توڑا اور تکلیں حلقے کے باہر اور اگر زین العابدین سے لپٹ گئیں اور کہا یزید اِنَّ تَقْتُلُهُ فَا قَتُلْنِي مَعَهُ (ترجمہ) اگر تو میرے اس بچے کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ ساتھ قتل کر دے۔ اس نے پوچھا شمر یہ کون ہے۔ شمر نے کہا کہ نہیں پہنچتا یہی تو حسین کی بہن ہے۔ اسی کا نام تو زینب ہے۔ یزید کہتا ہے کہ بھائی کی اولاد سے اتنی محبت کہ خود قتل ہونے کو کہتی ہے۔ شمر نے کہا تجھے کیا معلوم یزید ہم جانتے ہیں۔ ہم سے پوچھ کہ کتنی محبت ہے۔ لے لے یزید جب ساری لاشیں اور وداع ہونے والی بی بیوں کو اپنی لاش سے وداع ہو تھیں۔ یہ اپنے بھائی کے لاشے سے لپٹی رہی اور اس کے دو بچوں کی لاشیں الگ پڑی رہیں۔ یہ اپنے بچوں کی لاشوں سے وداع ہو کر نہیں آئی۔

جب یہ گفتگو کی تو فوراً اس نے کہا کہ اچھا اس بی بی کو ہٹاؤ تو ایک عورت جس کے سر کے بال سفید تھے۔ اٹھی اور آکر کہا کہ اے یزید تیری کیا مجال کہ میری شہزادی کو تو ہٹائے۔ کس کی مجال ہے۔ جب یہ لفظ کہے۔ تو پھر پوچھتا ہے یزید۔ یہ کون بی بی ہے بوڑھی۔ تو اس نے کہا کہ نہیں پہچانتے۔ یہی توفصہ ہے۔ ان کے گھر کی کنیز ہے۔ ان کے ساتھ رہی ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا یہ حبش کی عورت ہے۔ جسے ہے قتل

بے گور و کفن پڑے رہے۔ تو میں نہ روؤں۔ یہ کہہ کر چیخ ماری اور گر پڑے زمین پر پھر کسی نے نہیں کہا کہ مولا اب نہ رویئے۔

ایک مرتبہ آپ کو بازار سے گزار کر لے گئے۔ کھانے کی دعوت تھی آپ انکار کر رہے تھے۔ مگر وہ لے گئے ادھر بازار میں داخل ہوئے۔ اور وہ بازار جانے نظر آیا چیخ ماری بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اٹھا کر گھر پر لائے۔ اور جب گھر پر لائے اور ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ مولا کیا ہوا۔ آپ گریوں گے اور بے ہوش کیوں ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب میں نے بازار دیکھا تو مجھے شام کا بازار یاد آ گیا۔ اسے میری ماں بہنیں۔ میرے مولا سے جب کبھی پوچھا جاتا تھا کہ مولا سب سے زیادہ تکلیف سب سے زیادہ دکھ اور مصیبت کہاں پہنچی تو آپ تین مرتبہ فرمایا کرتے تھے۔ شام، شام، شام یہ کبھی نہیں کہا کہ جب علی اکبر گرے گھوڑے سے یہ کبھی نہیں کہا کہ جب میرے باپ پر تلخ چلا یا گیا۔ یہ کبھی نہیں کہا کہ جب عباس چچا کے شانے کاٹے گئے۔ بلکہ آپ نے کہا کہ سب سے زیادہ مصیبت۔ اٹام، اٹام، اٹام کہ دربار عام اور اہلیت کرام اور بی بیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے اور سب سے بڑا دکھ یہی ہے۔ کہ قہر و شام کے واقعات اتنے ہیں۔ جو بیان سے باہر ہیں۔ دل پھٹ جائے انسان کا اگر ان واقعات کو بیان کرے میرے مولا نے یہی تو کہا ہے۔ امام زین العابدین نے جب یزید دیکھتے گا۔ اہمرا کو تمام قیدی بی بیوں کی طرف نظر ڈالی تو آپ نے یزید سے کہا۔ یزید تجھے شرم نہیں آتی یہ کس کو دیکھ رہا ہے۔ تجھے نہیں معلوم کہ خدوات عصمت و طہارت آل رسول ہیں۔ تو ان بی بیوں پر نظر ڈال رہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ تم ہیں روکتے ہو لاؤ جلاؤ کو بلاؤ قتل کرو جب یہ کہہ کر قتل کرو۔ تو جناب نے کہا اے یزید اَخْتَدِ دِرْنِي بِاَمَوْتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

یقیناً ہم نے ہر شے کو بالتحقیق خلق کیا ہے قدر کے ساتھ۔

ارشاد رب العزت ہے پارہ ۲۷۔ سورہ قمر۔ یہ مختصر سی آیت ہے۔ بیشک خلق کیا ہم ہی نے کل شے کو ساتھ قدر کے۔ وہ کل چیزیں کہ جن کو ہم نے بنایا، قدر کے ساتھ بنایا۔ یہ لفظ بھی قابل توجہ ہے۔ خَلَقْنَا لَا۔ خلق کیا ہم نے اس کو کہ ہو کی ضمیر ہو کل شے، یعنی وہ کل شے کہ جس کو ہم نے خلق کیا۔ ہر وہ شے کہ جس کو ہم نے بنایا۔ بقدر۔ بنایا قدر کے ساتھ بنایا۔ یعنی عربی قانون کے لحاظ سے یہ عبارت کچھ بتاتی ہے اور وہ خصوصیت کے ساتھ یہ لفظ ہے۔ کہ جن کو ہم نے بنایا خَلَقْنَا لَا وہ چیزیں کہ جن کو ہم نے بنایا ہے قدر کے ساتھ بنایا ہے جن کو ہم نے خلق کیا ہے۔ قدر کے ساتھ خلق کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق کرنے والے اور بھی ہیں۔

تو چہرہ رکھئے گا۔ لفظ یہ بتا رہے ہیں۔ کہ وہ کل شے کہ جن کو خَلَقْنَا لَا۔ کہ جن کو ہم نے خلق کیا ہے۔ بقدر خلق کیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں کہ جن کو خدا نے خلق نہیں کیا۔ اس کے خالق کچھ اور ہیں۔ ان کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتا۔ صرف ان کی ذمہ داری لیتا ہے کہ جن کو ہم نے بنایا ہے۔ بقدر قدر کے

کہ وہ اس کو۔ جب اس نے یہ کہا۔ توفضہ نے اپنی قوم وقبیلہ کے فوجی سرداروں کو دیکھا جو دربار میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ادھر رخ کیا اور آواز دی ادقبیلہ والو۔ تمہاری حمیت کیا ہوئی۔ تمہاری غیرت کیا ہوئی۔ تم بھی جیسی میں جیسی کی تمہارے قبیلہ کی۔ تم فوج کے سردار آج تمہارے سامنے مجھے قتل کیا جائے اور غیر محرم اجنبی مجھے قتل کریں۔ اور تم دیکھ رہے ہو۔ یہ کہنا تھا فضا کا کہ چار سو تلواریں نکل آئیں۔ اور کہا کہ یزید روک دے جلاد کو۔ فضا کو کوئی لاکھ نہ لگائے۔ یہ ہمارے قبیلے کی ہے۔ توفضہ بڑھ گئی۔ زینب نے جو دیکھا تو مدینے کی طرف رخ کیا۔ تانا بانے تانا ہمارا کوئی بچائے والا نہیں ہے۔



ہو، اکرم ہو، برکت ہو، رحمت ہو، جو فعل بھی اس کا ہوگا اس کی کوئی غرض ضرور ہوگی۔ عیث نہیں ہوگا۔ یعنی فضول نہیں ہوگا۔

علمائے متکلمین نے خدا کو مستغنی عن الغرض سمجھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اللہ کے لئے کوئی غرض مقرر نہیں کی جاسکتی۔ یہ لوگ ہمارے مذہب کے علاوہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے لئے کوئی وہ جو فعل کرے، وہ جو چاہے کرے۔ اس کے لئے غرض معین نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ مستغنی عن الغرض ہے۔ وہ ہر غرض سے مستغنی ہے۔

اس کا جواب محقق طوسی خواجہ نصیر الدین علیہ الرحمۃ نے تجرید میں اور اس کی شرح علامہ حلی نے شرح تجرید العقائد میں دو لفظوں میں دیا ہے۔ اور یوں بتایا ہے۔ افسوس! بغیر غرض کے کسی فعل کا صدور عقلاً تم قیج مانتے ہو کہ بغیر مقصد کوئی فعل ہو۔ تو وہ خلاف عقل ہے یعنی وہ انسان کی عقل کے خلاف ہے۔ ہر عقل تسلیم کرتی ہے کہ وہ فعل مجنونانہ ہے جس کی غرض کوئی نہیں مقصد کوئی نہیں۔ اور تمہیں جو شبہ ہوا کہ اللہ کے افعال کے لئے اگر غرض معین کی جائے گی تو اللہ کا استغنا کیوں کر ثابت ہوگا کہ وہ مستغنی ہے عن فضیک ان دونوں بزرگوں نے جن کا نام لیا ہے ایک لفظ میں جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں (والغرض ہمارے وہ جس ان پر قریبان کہ جو بیان ہے ان آقاؤں کے کہ جن کے بیان سے ان بزرگوں نے لیا ہے) وَالْغَرْضُ عَنْ عَائِدِكَ إِلَيْنَا لَا إِلَيْهِ (ترجمہ) وہ جو غرض ہوتی ہے۔ کس فعل کی وہ ہماری طرف عود کرتی ہے۔ اس کی طرف عود نہیں کرتی ہے (کیونکہ) اُسے غرض نہیں ہے۔ ہمیں غرض ہے (صلواتہ)

کیا جواب دیا ہے۔ دو لفظوں میں خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمۃ نے جس کی شرح علامہ حلی نے فرمائی ہے کہ خدا کی ذات مستغنی ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے اسے

ساتھ جن کو ہم نے بنایا ہے۔ اور یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ یہ اشارہ کرتی ہے۔ اس ایک آیت کی طرف جس میں خدا نے اپنی عطمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُمَّ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ۔

برکت والا ہے وہ خدا جس کی شان کیا ہے۔ احسن الخالقین۔ خلق کرنے والوں میں وہ سب سے بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خالقین اور بھی ہیں۔ اور وہ احسن الخالقین ہے۔ امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ آیت احسن الخالقین اعلان ہے کہ کچھ مخلوق بھی خالق ہیں۔ یہ ہمارے آٹھویں امام کا بیان ہے۔ اور یہ مضمون قرآن مجید میں کئی جگہ ہے۔ اگر موقع ملا تو اس کی وضاحت کروں گا۔ آج تو میں دوسری بنیاد اپنے بیان کی قائم کرتا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ نے جس چیز کو بنایا قدر کے ساتھ۔ اور میں نے کل عرض کیا تھا کہ پہلے خدا معین فرماتا ہے غرض تخلیق کو یعنی بنانے سے پہلے جس چیز کو خدا بنانا چاہتا ہے اس کے بنانے کی غرض و غایت مقصد و مطلب معین کرتا ہے پہلے اس چیز کو ہم اپنے مذہب کا ایک خصوصی امتیاز سمجھتے ہیں۔ دوسرے مذاہب اس سے خالی نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان کی نگاہ چینی ہے ہمارے اس عقیدہ پر کہ خدا کے افعال معل

بالا غراض ہوتے ہیں۔ یعنی خدا جو کام کرتا ہے۔ اس کی علت اور کوئی غرض ضرور ہوتی ہے۔ وہ غرض اور مقصد سے وابستہ ہوتے ہیں۔ بغیر غرض خدا کسی فعل کو انجام نہیں دیتا۔ اس کے ہر فعل کا صدور موقوف ہے کسی نہ کسی غرض پر۔ کیونکہ بلا غرض بلا مقصد کسی فعل کا صدور جنون ہے۔ یہ کیونکہ کہ فعل صادر ہو اور اغراض نہ ہوں اگر مقصد نہ ہو تو یہ بے عقلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کی خواہ خلق ہو، رزق ہو، نعت

حجت باطنی۔ (توجہ!) حجت باطنی کہ جو شریعت سے پہلے دی گئی۔ شریعت بعد میں آئی۔ ہمارے آئمہ نے بتایا ہے
 ۱. اَلْعَقْلُ حُجَّتُهُ (ترجمہ)
 حجت باطنی عقل ہے۔ اللہ کی طرف سے آپ کو یہ حجت دی گئی باطن میں کہ آپ کی عقل آپ کی رہنمائی کرے۔ یہ حجت ہے اللہ کی طرف سے اسکی وضاحت کیلئے
 اس حجت باطنی کی مدد کے لئے۔ اس حجت باطنی کو پائیدار کرنے کے لئے، نصرت

کرنے کیلئے۔ نبی اور امام آئے۔ نبی اور امام عقل کے خلاف بتانے نہیں آئے (صلوات)
 وہ تو عقل کے تقاضوں کی مدد کے لئے، نصرت کیلئے آئے کہ عقل کے تقاضوں کو کس طرح پورا کیا جائے۔ وہ تقاضائے عقل کی وضاحت کے لئے آئے تھے۔ تشریحات کے لئے آئے کہ جہاں عقل رمانہ ہو سکے۔ جس حکمت کو خدا کی عقل نہ سمجھ سکے۔ وہ سمجھا گئے اور عقل مان لے۔ سر جھکا لے یعنی شریعت اور عقل میں تصاد نہیں۔ کوئی مخالفت نہیں۔ بلکہ دونوں کا فیصلہ ایک ہوگا۔

كُلَّمَا حَكَّمَ بِهِ الْعَقْلُ حُكْمُ بِهِ الشَّرْعُ وَكُلَّمَا حَكَّمَ بِهِ الشَّرْعُ حُكْمُ بِهِ
 اَلْعَقْلُ لَوْ اَطَاعَ عَلَيْهِ ۝ (ترجمہ) جو عقل فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ شریعت کا ہوگا۔ اور جو شریعت فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ عقل کا ہوگا۔ اگر عقل کو اطلاع ہو جائے اسکی مصلحت کی تو عقل وہی کہے گی جو شریعت کہتی ہے۔ اور اگر اطلاع نہ ہو سکے تو نبی یا امام اطلاع دے گا۔ (صلوات)

اس لئے پورا قرآن پڑھ جائیے۔ خدا بار بار آپ کو بھٹوڑتا ہے
 اَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ (ترجمہ) تم عقل سے کیوں نہیں سوچتے
 تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔ کیوں نہیں ہے تم میں تدبر و فکر و تعقل لے

کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ لیکن جس کائنات کو پیدا کیا اس کائنات کو ضرورت ہے تو اس کائنات کی ضرورت و احتیاج کی وجہ سے اس کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ بغیر عرض نہیں۔ غرض ہم سے متعلق ہے۔ ضرورت ہیں ہے۔ اس کی ذات کو نہیں۔ مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا کوئی فعل عبث نہیں کرتا، فضول نہیں کرتا، اور جب فضول نہیں کرتا تو سبب اور عرض اور مقصد ماننا پڑے گا۔ کیونکہ بغیر کسی غرض کے کوئی فعل صادر ہو تو وہ قبیح ہے۔

تو جبر کیلئے گا۔ کسی فعل کا ثبوت بغیر مقصد قبیح ہے۔ قبیح کے کیا معنی؟ بُرا۔ تو قبیح کیوں کہتے ہیں؟ ایک اس کے مقابلے میں حَسَن ہے۔ یعنی اچھا۔ قبیح، بُرا۔ اچھائی اور برائی یہ دو چیزیں ہر ایک چیز میں ہیں۔ دنیا اس سے خالی نہیں۔ اچھائی یا برائی۔ یقیناً ہوگی۔ اچھا یا بُرا ہونا لازمی ہے۔ حسن کو اچھا اور قبیح کو بُرا کہتے ہیں۔ اور وہ چیز حَسَن یا قبیح کہلاتی ہے جس میں اچھائی یا برائی ہو۔ خدا میں کوئی برائی نہیں ہے (صلوات)

اس کی ذات واحد و یکتا کی شان میں کوئی برائی کی چیز منسوب نہیں کر سکتا۔ تو جس نے فصل قبیح کیا۔ یعنی بُرا فعل کیا اور وہ بُرا فعل کیا ہوتا ہے؟ بغیر مقصد کے فضول جس کے لئے کل آئیتیں پڑھ چکا ہوں۔

خداوند عالم کوئی فعل عبث نہیں کرتا، فضول نہیں کرتا۔ اور فعل عبث ہے قبیح قبیح کے معنی کیا؟ قبیح اس چیز کو کہتے ہیں کہ مَا يَذَمُّ عِنْدَ الْعُقَلَاءِ عِرْ عقل فطری رکھنے والے۔ جس کو مذموم کہیں، جس کی مذمت کریں۔ اس کو کہتے ہیں قبیح۔ اور جس کی مدح کریں اس کو کہتے ہیں حَسَن۔ یہ قبیح۔ وہ حَسَن اور عقل فطری سے کیا مراد؟

اچھائی اور برائی عقل سے نہیں ثابت بلکہ شریعت جس کو اچھا کہہ دے اچھا اور برائی عقل اس پر ہی سمجھے۔ اور جس کو برا کہہ دے برا (عقل کا کوئی دخل نہیں) وہ ہمارا مسلک نہیں۔ ہمارا تو مسلک اہلیت یہ ہے کہ اَلْحُسْنُ وَالْقُبْحُ عَقْلِيَّانِ ۝ اچھائی اور برائی عقل سے ثابت ہوتی ہے۔ اور شریعت اسکی شرح کرتی ہے۔ تائید کرتی ہے۔ یہ تو ہمارا مسلک ہے۔ دوسرے بھائی کہتے ہیں کہ نہیں عقل کو آنے ہی نہ دو۔ (صلوات)

یہ میں آپ کو بنیادی چیزیں بتا رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ عقل کے آنے کی ضرورت کیا ہے۔ تم اچھا سمجھو جس کو شریعت اچھا کہہ دے اور جس کو شریعت برا کہہ دے اسکو برا سمجھو۔ عقل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے عقل کی طرف مت جاؤ۔ لیکن یہ بات جو آپ کہہ رہے ہیں، وہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ قاتل بھی جنتی، مقتول بھی جنتی۔ کہ یہ بھی اچھا وہ بھی اچھا۔ عقل کی طرف مت جاؤ۔ سوچو ہی نہیں۔ میں ایک چیز پیش کر رہا ہوں۔ وہ لوگ جو عقل کی حجت نہیں مانتے اور عقل کے فیصلے کو قبول کرنے پر تیار نہیں، ان سے عرض کر دوں گا کہ تبلیہ کے شریعتیں جتنی ہیں دنیا میں ان میں سے شریعت مصطفیٰ صلعم ایک شریعت اور جتنے دین ہیں دنیا میں ان میں دینے محمد مصطفیٰ صلعم یعنی اسلام ایک دین۔ دین ہیں سینکڑوں۔ ادیان مختلف۔ شراعی متعدد۔ تو مجھے یہ بتا دیجئے کہ آپ نے جب عقل کو نہیں مانا۔ تو تمام دینوں میں سے دین اسلام کو کس دلیل سے قبول کیا۔ تمام شریعتوں میں شرع محمدی کو کس دلیل سے تسلیم کیا (صلوات)

آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ جب آپ عقل کو مانتے ہی نہیں تو دنیا کے دینوں میں

حاجان عقل کیوں نہیں ہماری باتوں کو سمجھتے۔ یہ بار بار قرآن میں کہا۔ اگر عقل اللہ کے نزدیک عقل حجت نہ ہوتی تو بشیر اک بات کہتا ہے۔ ہمارا مذہب ہے کہ عقل کو حجت مانا ہے۔ اور شریعت اسکی موید ہے۔ اور کبھی بھی عقل و شریعت کے فیصلے میں اختلاف نہیں ہوتا۔ دونوں کا فیصلہ باہم مطابق ہوگا۔ عقل سے مراد عقل فطری عقل شخصی نہیں، اور عقل فطری کیا؟ کہ شریعت سے بلند ہو کر عقل سے پرچھو (صلوات)

تم یہ نہ دیکھو کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔ یہ نہ دیکھو کہ یہ یہودی ہے یا مجوس۔ اس سے پرچھو اس کی عقل کے ذریعے۔ یہ دریافت کرو۔ اَلْظَلَمُ قَبِيحٌ (ترجمہ) بتاؤ ظلم کیا ہے۔ اچھا ہے یا برا۔ قبیح ہے یا حسن۔ اس کی عقل سے سوال کرو۔ وہ فوراً کہے گا کہ ظلم بری چیز ہے۔ چاہے وہ کافر ہو۔ نصاریٰ ہو۔ یہودی ہو، ہندو ہو، سکھ ہو۔ وہ کہے گا۔ کہ ظلم بری چیز ہے۔ اس سے کہو۔

اَلْعَدْلُ حَسَنٌ (ترجمہ) عدل و انصاف کیا ہے۔ وہ کہے گا کہ عدل و انصاف بہترین صفت ہے۔ بہت عمدہ۔ عدل کی تعریف کرے گا۔ ظلم کی برائی کرے گا۔ وہ لوگوں کو دیکھ کر نہیں۔ دیکھئے پھر تو جو! میں نے کیا بات کہی ہے۔ آپ تو جو دیکھئے حقائق کی طرف عدل خود عدل اچھی صفت ہے۔ ظلم خود ظلم بری صفت ہے۔ جب یہ فیصلہ عقل کا ہو جائے تو اب آپ مذہب میں آئیے۔ عقل کے فیصلے کے بعد اب اگر کوئی مسلمان ظالم نظر آئے اسکی برائی کیجئے۔ اور کوئی کافر عادل نظر آئے تو اسکی تعریف کیجئے یہ برائی ظلم کی اور اچھائی عدل کی ہے۔

فیصلہ عقل کا یہ ہے۔ حجت اسکو کہتے ہیں، حجت باطنی جن لوگوں نے یہ کہا کہ

سکتے ہیں کہ یہ سب کے سب جنتی نہیں! خدا ان کو تو جہنم میں ڈال دے اور کافروں کو جنت میں لے جائے کون روکے گا۔ آپ سمجھائیے کون روکے گا۔ اور اگر نہیں روک سکتا یعنی یہ فیصلہ کہ اللہ تعالیٰ جو نیک ہیں ان کو جہنم میں اور جو بد ہیں ان کو جنت میں ڈال دے اگر یہ مان لو پھر اسلام کیوں قبول کیا۔ اسلام میں نمازیں کیوں پڑھتے ہو۔ وہ تو بدوں کو ڈالے گا جنت میں اور نیکوں کو جہنم میں۔ تو یا تو مان کہ خدا کبھی ایسا نہیں کرے گا کیونکہ خدا عادل ہے (صلوٰۃ)

تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا عادل ہے اور یہ عدل کے خلاف ہے کہ جو نیک ہے وہ جہنم میں جائے گا اور جو مبہے وہ جنت میں جائے۔ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہے اور جب تک آپ اس اصول کو نہ مانیں گے۔ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہوگا۔ لیکن آج آپ سے کہہ رہا ہوں کہ بہت سے مسلک ہمارے مسلک کے خلاف اصول دین میں عدل کے قائل نہیں۔ یہ ہم ہیں کہ ہمارے پانچ اصول: اول توحید، دوسرے عدل، تیسرے نبوت، چوتھے امامت، اور پانچویں قیامت ہیں۔ (صلوٰۃ)

میں صاف غلطوں میں کہہ رہا ہوں آپ کسی علامہ سے پوچھ لیجئے کسی محقق کے پاس جاییے مفتی اعظم سے پوچھئے۔ وہ کہیں گے کہ عدل اصول دین میں نہیں ہے۔ وہ عدل کے قائل ہی نہیں۔ مانتے ہی نہیں عدل مان لیں تو جھگڑا ہی ختم ہو جائے مسلمانوں میں جھگڑا ہی نہ ہوگا۔ اختلاف ہی نہ ہوگا۔ فرقے ہی نہیں نیگے۔ یہ کہاں کا عدل ہے کہ جن پر میں درود بھیجوں ان کو محکوم بھی بناؤں۔ یہ کہاں کا عدل ہے (صلوٰۃ)

تو آپ یاد رکھیے کہ جو مذہب ابہیت ہے وہ بالکل عقل کے مطابق ہے۔ اور عقل حجت باطنی قرآن میں آیا ہے۔ بقوہم ليعقلون۔ اس قوم کے لئے یہ قرآن ہے جو

سے دین اسلام کو آپ نے کس دلیل سے قبول کیا۔ اور ساری شریعتوں میں سے حضور کی شریعت کو سب پر ترجیح کس دلیل سے دی۔ کیونکہ شریعتوں کو دیکھ کر اس سے چٹ دینوں کو دیکھ کر ان دینوں میں سے دین کو چننا۔ اس کیلئے ثبوت آپ کے پاس کیا ہے۔ آپ مجبوراً کہیں گے کہ عقل نے چنا تو اب عقل کے خلاف آپ فیصلہ دینگے تو آپ کا اسلام کیسے حق ثابت ہوگا (صلوٰۃ) یہ ہے مسلک ابہیت کی پہلی بنیاد جو میں نے عرض کر دی۔ ہمارا مسلک ہمیں بتاتا ہے کہ عقل کے ذریعہ فح اور حسن کسی شے کا مثلاً یعنی اچھائی اور برائی یہ عقل سے ثابت ہے یہ عقلی چیز ہے۔ دیکھیے میں کہاں تک بتاؤں۔ مثلاً سیح بونا۔ آپ کسی سے پوچھئے مذہب کا سوال نہیں۔ وہ کہے گا جھوٹ بونا برا۔ یہ عقل کہتی ہے ایک اور فیصلہ صاف صاف کیوں نہ کہہ دوں تاکہ آپ جلد پہنچ جائیں۔ عقل فیصلہ کرتی ہے کہ عالم افضل ہے جاہل سے تو اگر عقل کا فیصلہ قبول کر لیا جائے تو مسئلہ پوچھنے والے کو حاکم نہیں ہونا چاہیے (صلوٰۃ)

جب یہ مسلک آپ قبول کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی فعل قبیح سرزد نہیں ہوتا اور خداوند کریم فعل قبیح سے بالاتر ہے وہ کبھی غلط کام نہیں کرتا۔ یہ آپ کو ماننا پڑیگا اور اگر نہیں مانیں گے تو پھر بشر ایک بات کہے گا کہ جب اللہ برا کام نہیں کرتا اور آپ کہتے ہیں کہ نہیں وہ پابند نہیں۔ تو میں یہ کہوں گا کہ اگر نبی کو معاذ اللہ جہنم میں ڈال دے اور کافر کو جنت میں ڈال دے تو آپ کو قبول کرنا تو پڑے گا۔ کیونکہ وہ پابند نہیں (وہ برائی کر لیتا ہے) تو جب آپ اس کو عقلاً برا سمجھتے ہیں کہ نبی جہنم میں جائے اور کافر جنت میں۔ اور یہ فیصلہ ہے عقل کا اور عقل کے فیصلے کو آپ مانتے ہیں جب نہیں مانتے تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلاں اتنے آدمی مشرک ہیں۔ یہ آپ کیسے کہہ

ہمارا تو نبیؐ وہ ہے۔ تم اس نبیؐ کے قائل ہو کہ جو کچھ میں آکر نبیؐ بنا۔ مکہ میں تو وہ آمنہؑ
 ھٹکا بنا۔ مکہ سے پہلے وہ نبیؐ بنا۔ وہ کائنات کا نبیؐ بنکر پیدا ہوا۔ غرضیکہ عقلی چیزیں
 انہیں گی۔ آپ حضرات اس پر توجہ دیں گے تو انشاء اللہ مستفید ہوں گے۔ تین چیزیں
 ہوتی ہیں جو غلط کام کراتی ہیں۔ اللہ میں اگر یہ ہیں تین چیزیں تو کرے گا غلط کام۔ اور اگر
 نہیں ہیں اس میں تو نہیں کرے گا تین چیزیں میں پیش کرتا ہوں۔ انسان غلط کام کر لیتا ہے یا
 تو اس لئے کہ اس کو غلط کام کا علم نہ تھا۔ برا کام ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی برائی کا علم نہ تھا کہ
 لیا۔ غلطی ہو گئی۔ کیونکہ اس کا علم نہ تھا۔ تو علم کی کمی کی وجہ سے برائی ہو جاتی ہے۔ یہ ہے
 پہلی وجہ۔

دوسری وجہ ہے احتیاج یعنی ضرورت۔ مرد ہا تھا۔ بھوکا مرد ہا تھا۔ چوری کر لی۔
 ضرورت پڑ گئی اس نے برا کام کر لیا۔ محتاج بھی بُرے کام کراتی ہے۔ کاش دنیا یہ سمجھ لیتی کہ
 محتاج مت بناؤ مسلمانوں کو در نہ گمراہ ہو جائیں گے۔ اگر یہ محتاج نہ ہوتا اور اپنا ضروری
 انتظام کر سکتا۔ ضروریات حیات اس کو میسر آتے رہتے تو غیر دل کے در پر نہ کیجی
 جاتا نہ سلام کرتا۔ نہ یہ کافر بنتا۔ کفر کا بڑا سبب یہ ہے کہ احتیاج ہے۔ آپ جہاں
 اور باتیں کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان مسلمان رہے گمراہ نہ ہو۔ تو یہ خمس و ذکاۃ کا
 مال آپ اپنے پاس نہ رکھیں یہ اس طرح بانٹ کر چھاڑ دو دیدیں کہ وہاں کوئی مال نظر نہ
 آئے۔ میرے مولانا نے یہ کیا۔ یہ آپ جمع کیوں کرتے ہیں۔ خمس و ذکاۃ اور خیر صدقہ
 وغیرہ کی قسم ان کو آپ ایک جگہ جمع کر کے خود بڑے بڑے بنگلے بنا رہے ہیں، بڑی بڑی
 تجارتیں کر رہے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں۔ کہ گمراہی سے بچیں۔ انہیں بھوکا مار مار کر
 ان کے حقوق کھا کھا کر تو سب سے بڑی چیز ہے احتیاج۔ اگر مسلمان کو گمراہی سے بچانا

عقل رکھتے ہیں۔ جب آپ یہاں تک پہنچ گئے تو ایک بنیادی مسئلہ ختم ہوا کہ اچھاٹی اور
 برائی کا فیصلہ عقل کرتی ہے اور شریعت اس کی تائید و تشریح کرتی ہے۔ شریعت کا کوئی
 فیصلہ عقل کے خلاف نہیں ہوتا۔ یہ طے ہو گیا۔ کیونکہ یہ فعل قبیح ہے۔ اور خداوند عالم ہر
 فعل قبیح سے منزہ و مبرا ہے، بلند و بالا رفیع و اعلیٰ ہے۔ کوئی قبیح، کوئی عیب اس میں
 نہیں۔ عقل بتا رہا ہوں عقل کے فیصلے سنار ہا ہوں۔ عقل دانوں کے سامنے سنار ہا
 ہوں۔ اب دنیا عقل کی طرف جارہی ہے۔ آگے بڑھ رہی ہے۔ اب بھوکا یا نہیں جاسکتا
 کہ سنی سنائی مان لو۔ اب تو دیکھی ہوئی بات کا ذکر ہے۔ اب دنیا بہت تیزی کے ساتھ
 جارہی ہے۔ آپ کو عقل کے فیصلے ماننے پڑیں گے۔ اب ظالم و مظلوم کو ایک جیسا نہیں کہا
 جائے گا۔ قاتل و مقتول کو جنت میں نہیں بھیجا جائے گا۔

اس لئے میں نے اپنے مضمون کی بنیاد یہ رکھی ہے کہ دنیا آپ کو لے جائے گی ادھر اور
 آپ کے اسلام پر وہ حملے ہوں گے کہ آپ آخر مجبور ہو کر تسلیم کریں گے کہ عقل حجت
 ہے۔ اور اگر آپ نے اس طرف اب بھی توجہ نہ دی تو ابھی تو آپ ۱۵ لاکھ لکھتے ہیں کہ
 مسلمان پاکستان بننے کے بعد گمراہ ہو گئے اور اسلام سے ہٹ گئے۔ کچھ نصاریٰ بن گئے
 کچھ اور نبی دالے گمراہ ہو گئے لکھتے ہیں نا آپ؟ اور جب ان سے گفتگو ہوتی ہے تو
 جواب نہیں دے سکتے۔ عیسائی کہتا ہے کہ میرا عیسائی پیدا ہوتے ہی کتاب پڑھ رہا تھا کہہ رہا
 تھا کہ میں نبی ہوں۔ وہ پیدا ہوتے ہی نبی۔ اور مسلمانوں کا نبی چالیس سال کے بعد بتا
 دیکھئے نا! تو دنیا کہے گی کہ یہ تو بڑا غلط فیصلہ ہے۔ اور جب ہم سے بات ہوتی ہے
 تو ہم کہتے ہیں کہ تیرا عیسائی تو پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اور نہ عیسائی کا بابا آدم پیدا ہوا تھا جب
 ہمارا نبی نبی تھا۔ مَسْنَتٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ يَتَّبِعُونَ الْمَاءَ وَالطَّيْنَ ۝ (مصلوٰۃ)

کہے گا۔ (صلوات)

تو سمجھ لیجئے کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ جو برا فعل کرنے والے ہیں، جو غلط کام کرتے والے ہیں ان کے فعل کو خدا قطعاً اپنا فعل نہیں کہے گا۔ کبھی نہیں کہے گا۔ اور جن کے فعل کو اپنا فعل کہہ دے تو ماننا پڑے گا کہ وہ معصوم ہے (صلوات)

جن کے افعال کو خدا اپنی طرف نسبت دے کہ اس کا کام میرا کام، اس کا فعل میرا فعل اس کی اطاعت میری اطاعت، اس کی بیعت، میری بیعت، اس کی مخالفت میری مخالفت اس سے دشمنی مجھ سے دشمنی، اس کی محبت میری محبت قرار دے۔ چونکہ عالم ہے جس کے بارے میں فیصلہ دے گا کہ اس کا قول و فعل میرا قول و فعل۔ تو چونکہ عالم ہے۔ اس لئے اسے معلوم ہے کہ یہ غلطی نہیں کرے گا۔ (صلوات)

یہ تین چیزیں بنیادی طور پر عقل باطنی، حجت، دوسری چیز کہ خدا عبث کام نہیں کرتا اور تیسری چیز یہ کہ حسن و قبح عقلی ہیں۔ شریعت ان کی تائید کرتی ہے۔ یہ تین باتیں صاف ہو گئیں۔ اب ایک شخص مولا پر اعتراض کرتا ہے۔ مولا کون تھا؟ جس کے چھ ہزار شاگرد تھے۔ نبی عباس و نبی امیر، حصول ملک کے لئے لڑتے رہے۔ اور اپنی اپنی سلطنت بنانے کیلئے دست و گریبان رہے۔ پس میں ایک دوسرے کے خلاف محاذ بناتے رہے۔ اور چھٹے امام کشف الحقائق امام جعفر صادق کو موقع مل گیا کہ منبر پر علانیہ بیٹھ کر شاگردوں کو بلا کر تمام علوم بیان کرنے لگے۔ چھ ہزار شاگرد تھے۔ ان میں جابر ابن حیان بھی تھا۔ آج یہ جو تم جسکی تصویریں لگا کر کہتے ہو کہ موجد سائنس ہے۔ اور تعریفیں کرتے ہو۔ یہ تو ہمارے چھٹے امام کا چھ ہزار شاگردوں میں سے ایک ادنیٰ شاگرد ہے۔ ان میں کیسے کیسے قابل محقق تھے۔ طالب علم سائنس کے تھے۔ فلسفے کے بھی

ہے۔ تو اس کے روٹی، کپڑے اور مکان کا انتظام کر دو۔ ورنہ یہ گمراہ ہو جائے گا۔ ضرورت مجبور کرے گی۔

غلیظوں پر دو چیزیں ہو گئیں۔ پہلے عدم علم یعنی علم نہ تھا۔ برا کام کر لیا دوسرا احتیاج یعنی ضرورت پیش آئی۔ تو اس احتیاج کی بدولت برا کام کر لیا۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ علم بھی تھا۔ کہ یہ کام جو ہو رہا ہے۔ اور ضرورت بھی اس برے کام کی نہ تھی۔ مگر ایک بالا حاکم نے، ایک بالا طاقت نے مجبور کیا۔ اور اس طاقت کی وجہ سے مجبور ہو کر برا کام کیا۔ تو اب تین سبب ہو گئے۔ عدم علم، احتیاج، اور کوئی بڑی طاقت جھوٹی طاقت کو مجبور کر دے کہ یہ کرو، اب اللہ کے لئے سوچو کہ کیسے برا کام ہو جائے گا۔ اللہ میں عدم علم سوچنا۔ کفر کیونکہ اللہ بَکَل شَیْءٍ عَلَیْمٌ (ترجمہ) اللہ ہر چیز کا عالم۔ اور جب وہ عالم تو کوئی بُرا فعل نہیں کرے گا۔ برائی نہیں کرے گا۔ وہ ہر برائی کا عالم رہی احتیاج تو وہ غنی بالذات۔ اسکی ذات کو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ محتاج ہی نہیں کسی کا نہ کسی چیز کا۔ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ وہ بلند و بالا اُسے کو کسی چیز مجبور کر سکتی ہے۔ اللہ سے بلند و بالا کون؟ جو اللہ کو مجبور کرے کہ اے اللہ تو یہ برا کام کر۔ کیا ہے کوئی بڑا اس سے جو اسے مجبور کرے (صلوات)

جب یہ تینوں باتیں سمجھ چکے تو آپ تسلیم کیجئے کہ اللہ سے کبھی فعل قبیح ہو سکتا ہی نہیں۔ اللہ سے کبھی کوئی غلطی ہو سکتی ہی نہیں۔ کوئی غلط کام نہ ہو گا۔ جو کام کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔ اور بشیر ایک آخری بات کرتا ہے۔ اس سلسلے کی کہ جو غلط کام کرنے والے ہیں۔ جو برائیاں کرتے والے ہیں۔ ان کے افعال کو خدا کبھی اپنا فعل نہیں

اس نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ تو پھر کہا کہ پھر آئے کیوں ہو مناظرہ کے لئے۔ (صلوٰۃ)
 پھر منوانے کیا آئے ہو۔ اٹا اپنا سامنہ لے کر رہ گئے، چلے گئے۔ دیکھئے ہمارے یہاں
 اجتہاد بھی ہے اور آئمہ طاہرین کے اقوال بھی۔ آپ کو ضرورت اس وقت پڑی کہ جب
 امام کی غیبت ہوئی۔ ہمارے بارہ اماموں میں سے کوئی امام مجتہد نہیں۔ امام کی توین ہے
 عظمت کو نہ پہچانتا۔ معرفت امام نہیں اگر کوئی ان کو مجتہد کہے۔ مجتہد کے معنی کیا ہیں؟
 مجتہد کے معنی، قرآن، حدیث، تفسیر اور کلام یہ سب چیزیں رکھ کر سوچے غور کرے اور
 پھر ان میں سے مسئلہ نکالے۔ قرآن، حدیث پر غور کرے، ان کے معنی کو سمجھے اور سمجھ کر
 پھر کوئی مسئلہ اس سے اخذ کرے۔ اس کو اجتہاد کہتے ہیں۔ جو قوانین مقرر ہیں ان قوانین
 پر اللہ کی کتاب اور رسول کی حدیث اور دیگر تفسیریں وغیرہ دیکھ کر پھر سوچے اور غور کرے
 پھر کوئی فتویٰ نکالے اور اسے جاری کرے تسلی اپنی کر کے اس کو کہتے ہیں مجتہد۔ یہ
 کب کرے گا؟ کتابوں میں کب غور کرے گا؟ ادھر ادھر کی تفسیریں کب دیکھے گا۔
 یہ چیزیں وہ دیکھے گا کہ جس کا تعلق خدا سے قطع ہو گیا ہو۔ (صلوٰۃ) اب نہ الہام ہے
 نہ وحی۔ اور جہاں روز فرشتے آ رہے ہوں جہاں روز خبریں اللہ کی سنائی جا رہی ہوں۔
 وہاں تو سلسلہ اللہ سے ہمہ وقت جاری ہے۔ جب ہمہ وقت سلسلہ ہے۔ تو ان کا قول قول
 خدا ہے (صلوٰۃ)

غرض میں آج آپ کو یہاں تک لے آیا ہوں۔ اور کچھ چیزیں باقی ہیں اس کے بعد
 میرے مولا سے اعتراف کیا۔ کہ آپ نے یہ کیا فرمایا ہے عقل کے بارے میں یہ بتائیے
 قیامت کے دن ہم سے جو سوال و جواب ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سمجھے ہی نہیں یاد رکھو
 تم آزاد ہو۔ مسلمانوں یہ جھوٹ بولتے ہیں، لیڈر وغیرہ جو لفظ بولتے ہیں۔ آزاد آزاد

منتقم تھے۔ امام کی خدمت میں دہریے بھی آئے اور انہوں نے بحثیں کیں۔ اور امام نے
 انہیں مطمئن کیا اور وہ مسلمان ہو کر گئے۔ ایک بہت بڑا عالم کل جس طرف اشارہ کیا تھا وہ
 بصرہ کا سب سے بڑا عالم میرے چچے امام کے زمانے میں تھا۔ وہ آگیا مولا کے پاس
 مدینے میں۔ اس نے سنا کہ یہ بھی امامت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تو آگیا۔ بیٹھا مسجد میں اور
 کہا کہ بلاؤ انہیں بات کر دوں گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے۔ اپنے نانا
 کی مسجد میں۔ مسجد النبی میں تشریف لائے۔ اور وہ اس کے طلباء ان منسل طلباء جمید
 شاگرد، وہ بھی سامنے بیٹھ گئے۔ مولا سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے کہا میں آپ سے
 مناظرہ کرنے آیا ہوں۔ آپ سے مناظرہ چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ بتاؤ کہ
 جو مجھ سے مناظرہ تم کر دو گے تو مناظرہ میں کیا چیز تم پیش کر دو گے؟ سرکار دو جہاں
 نے جو فرمایا ہے وہ یاد رکھو اور بھی۔ اس نے کہا کچھ اور بھی۔ حدیث بھی پڑھوں گا اور
 کچھ اور بھی پڑھوں گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جتنا تم کچھ اور پڑھو گے۔ نانا کی حدیث
 کے علاوہ جتنا تم کچھ اور کہو گے کیا یہ کچھ اور؟ میرے نانا کے یہاں سے رہ گیا تھا۔
 تو کیا تم اب شریک رسول ہو کہ اتنا حصہ تم پہنچاؤ۔ اتنا نانا میرے پہنچا گئے۔ اور
 جو رہ گیا وہ تم پہنچاؤ۔ کیا شریک رسول ہو۔ اس نے کہا نہیں، نہیں، تو یہ، میں
 شریک رسول تو نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ جو کچھ تم اور کہو گے۔ اس کی
 وحی ہوئی اللہ کی طرف سے کیا تمہیں الہام ہوا۔ کہنے لگا نہیں الہام بھی نہیں ہوا۔
 وحی بھی نہیں ہوئی۔ تو پھر کہا کہ اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ یہ جو کچھ تم اور کہو گے، نہ یہ
 رسول نے بتایا نہ وحی ہوئی نہ الہام تم پر ہوا۔ تو مجھے تم اتنا اور بتاؤ کہ تم کچھ اور
 کہو گے اس کا ماننا کیا اسی طرح واجب ہے جیسے رسول کی بات کا ماننا واجب ہے

خلق کیا ہے۔ گودیں لے لیسکر پیار کرنے لگے۔ چومنے لگے۔ اتنے میں حسین کی ماں جو حرمہ میں تھیں انھیں اور اٹھ کر باپ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ دیکھا کہ بابا بچے کو چوم رہے ہیں۔ پیار کر رہے ہیں۔ بوسے لے رہے ہیں۔ بی بی فاطمہ اپنے بابا سے کہتی ہیں یا ابتلا ہذا اھن (ترجمہ) بابا میرے بچے سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ میرا پہلا بچہ بھی حسین میرا بڑا پیارا پہلا بچہ۔ یہ تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے بابا۔ چوم رہے ہیں حضور اور فاطمہ کہہ رہی ہیں کہ یہ تو حسن سے زیادہ خوبصورت ہے۔ حسن تو خود امام تھے۔ اور یہ خود بھی امام اور نو اماموں کا نور بھی ان میں ہے۔ یہ خوبصورت کیوں نہ ہوں۔

انحضرت نے حسین کو ایک مرتبہ سینے سے لگایا۔ اتنے میں جبریل آگئے۔ ترمذی شریف مسلم وغیرہ پچاسوں کتابوں میں یہ حدیث ہے۔ آگے جبریل اور اگر سرخ مٹی دی۔ دیکھئے کیا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ کربلا کا واقعہ ناگہانی تھا۔ ناگہانی نہیں تھا۔ یہ کہ کسی کے پیٹ میں خنجر مار دیا، ناگہانی کسی کو مسجد سے نکلنے ہوئے مار ڈالا، ناگہانی۔ کسی کو گھیرے میں لے کر گھر میں بند کر دیا، ناگہانی۔ یہاں ایک ایک چیز بتائی جا رہی ہے۔ یہ بچہ جو ابھی پیدا ہوا ہے۔ اس کی تخلیق میں کیا کیا انتظام حضور نے فرمایا۔ حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ ان کے والد بزرگوار ابھی تو بچے کو بوسے دے رہے تھے اور ابھی بوسے دیتے دیتے روئے لگے تو پوچھنے لگیں کہ بابا خدا نے کیسا حسین بچہ دیا ہے۔ آپ روتے کیوں ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ نہ پوچھو۔ درنہ تم بھی رو گئی۔ بی بی فرماتی ہیں کہ جب باپ روئے تو بیٹی کیوں نہ روتی۔ بابا روئے بیٹی دیکھتی رہے۔ حضور نے فرمایا۔ بی بی۔ جبریل خبر دے گئے ہیں کہ یہی وہ بچہ ہے۔ جسے قتل کیا جائے گا۔ جبریل ابھی ابھی یہ مٹی دے گئے ہیں بیٹی میری امت اس کو قتل کئے گی۔ یہودی نہیں، نصرانی نہیں، مجوسی نہیں، میرا کلمہ پڑھنے

نہیں، تم حکم اللہ کے پابند اور کرنے اور نہ کرنے میں آزاد ہو (صلوات) ایک شخص نے یہی تو اعتراض کیا تھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، یہ اللہ کو تاتا ہے۔ اور یہ جتنے کام ہو گئے۔ فلاں قتل ہو گیا۔ فلاں شخص مارا گیا۔ کسی کو آڑے سے کاٹا گیا۔ اور ایسے ہی کربلا کا واقعہ، تو کیا یہ خود اللہ کو تاتا ہے۔ کل یہ بحث آئے گی۔ اس کے دلائل ہوں گے اور وہاں قدریں متعین کر دیں گے۔ ابھی تو بتایا ہے کہ خدا کا ہر فعل حکمت کے ماتحت اور مقصد کے تحت ہوتا ہے اور جب بتاتا ہے تو اس کے علامات نہیں کرتا۔ ابھی تو بچہ بنا تھا۔ بتاتے ہی نبی کو بھیجا جاد اس بچے کو اٹھا لاؤ۔ گئے رسول اللہ۔ دروانے پر آوازی۔ اے ام بین ام ایمن۔ میرے بچے کو لے آ۔ (ابھی ابھی حسین پیدا ہوئے ہیں۔ غرض معین ہو رہی ہے متعین فرمائی جا رہی ہے) تو اس نے کہہ دیا۔ مَا لِحَضْرَتُكَ (ترجمہ) یا رسول اللہ ابھی ابھی تو پیدا ہوا ہے۔ میں نے نہلانے کا انتظام نہیں کیا۔ میں نے پاک نہیں کیا ہے۔ تو آپ دیکھ کر فرماتے ہیں۔ اَنْتَ تَطْهِّرُ نَبِيَّكَ کیا دتو، پاک کرے گی۔ اللہ نے اس کو پاک پیدا کیا ہے۔ یہ تو ظاہر پیدا ہوا ہے یہ تمہاری طرح پیدا نہیں ہوا۔ (یہ بحث کل کی مجلس میں آئے گی) یہ طیب دظاہر ہے۔ تم جس طرح پیدا ہوتے ہو اس طرح امام دینی پیدا نہیں ہوتے۔ نہ یہ نجس ہوتے ہیں۔ نہ ماں نجس نہ جگہ نجس یہ طیب و ظاہر پیدا ہوتے ہیں (یہ قدریں بتاؤں گا۔ اگلی مجلس میں) آپ نے فرمایا مجھے دے۔ جلدی لے کر آ۔ وہ سفید رومال میں پیٹ کر حسین کو لے آئی۔ آپ نے ہاتھوں پر لیا۔ فَقَبِّلْہُ حسین کی آنکھوں کو چومنے لگے۔ دونوں ہونٹوں کو چوما۔ بوسے دیئے سینے سے لگایا (یہ واقعہ اہلسنت و شیعہ دونوں نے لکھا ہے) یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ قدریں مقرر ہو رہی ہیں۔ کہ کیوں بنایا گیا ان کو حسین کی وجہ خلقت کیا ہے۔ غرض

والے۔ تو بی بی پوچھتی ہیں علیٰ اَیِّ جَرَمٍ یُقْتَلُ جرم کیا ہوگا۔ تو حضور فرماتے ہیں، بلا جرم، بلا خطا۔ بیٹی اس کا کوئی جرم کوئی خطا نہ ہوگی۔ پھر پوچھتی ہیں کہ کب ہوگا یہ واقعہ تو حضور فرماتے ہیں۔ فِی مَآءٍ خَالٍ حَتَّىٰ وَعِنْدَكَ وَعِنَ عَلِیٍّ وَ عَنِ الْحُسَیْنِ۔ (ترجمہ) بیٹی اس زمانے میں ہوگا۔ کہ نہ میں ہوں گا، نہ تم ہوگی، نہ علی ہوں گے، نہ حسن ہوں گے۔ ایک مرتبہ ناظم اٹھیں اور اٹھ کر کہتی ہیں یا اَبْتَاشَ فَمَنْ یَبْکِیْ عَلَیْہِ میرے بیٹے کو کون روئے گا۔ کون بتائے گا کہ قتلہ بلا جرم و خطا ہے۔ میرا بچہ مظلوم مارا گیا۔ میرا بچہ بے خطا حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ ایک قوم کو پیدا کرے گا جو تیرے بچے کا ذکر سب سے افضل سمجھے گی۔ مرد، مردوں پر روئیں گے۔ جوان، جوان، عورتیں، عورتوں پر روئیں گی۔ بچے، بچوں پر۔ یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکتی۔ کیونکہ قدرت نے وعدہ کیا ہے کہ حسین کی مظلومیت کو ہم چھپنے نہیں دیں گے۔ حضور نے فرمایا (سرکار دو جہاں کی حدیث ہے) کہ ام سلمیٰ کو بلا لو۔ آگئیں۔ کہا کہ اسے بی بی، یہ مٹی ہے سرخ رنگ کی اسکو شیشی میں بند کر کے رکھ لو۔ لاؤ میرے سامنے۔ شیشی میں بند کر کے کہا کہ ڈاٹ مضبوط کرو۔ بند کر کے رکھ لو۔ حفاظت سے۔ دیکھو ام المؤمنین ام سلمیٰ جس دن یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ یہ بچہ جو میری گود میں ہے شہید ہو گیا۔ مال سن رہی ہے۔ ذرا پس بٹائیے۔ جس بی بی کا حسین بچہ ابھی پیدا ہوا ہو۔ ابھی ابھی پیدا ہوا۔ اس کو بتایا جائے کہ یہ مٹی ہے کہ بلا کی اس مال کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ آپ رخصت ہو گئے۔ پھر وہ دن آیا کہ ام سلمیٰ نے خواب میں (تمام مسلمانوں نے لکھا ہے) حضور کو دیکھا کہ لَتِ الْبَقِیَّ فِی الْمَنَامِ اشْتَعَتْ اَعْبَدُ بِمِدَمٍ قَاسٍ وَرَآہُ فِیْہَا دَمٌ (ترجمہ) دیکھا کہ حضور کے سر کے بال اور

زلفیں کھلی ہوئی ہیں۔ اور سر پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ گرد و غبار ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور دیکھتے ہی خواب میں پوچھتی ہیں۔ یَا بَنِیَّ اَنْتَ وَ اُمِّیَّ مَا حَالُکَ یَا رَسُولَ اللہ! (ترجمہ) میری ماں آپ پر قربان میرا باپ آپ پر قربان کیا حال بنایا ہے یہ سر کیوں کھلا ہوا ہے۔ یہ سر پر مٹی اور خاک کیوں پڑی ہے۔ کیوں رو رہے ہیں اور یہ ہاتھ میں کیا ہے۔ تو آپ فرماتے ہیں یا ام سلمیٰ شَہِدَتْ قَتْلَ الْحُسَیْنِ۔ میرا حسین قتل ہو گیا ہے۔ مائے ام سلمیٰ میرا حسین قتل ہو گیا۔ مائے میرا بیٹا مارا گیا۔ یہ خواب دیکھتے ہی ام سلمیٰ اٹھیں۔ فوراً حجرہ میں گئیں الماری کھولی۔ الماری کھول کر وہ شیشی جو حضور نے گئے تھے۔ نکالی۔ اب جو دیکھا وہ مٹی نہیں تھی۔ خون ابل رہا تھا۔ اچھل رہا تھا خون۔ خون دیکھ کر فوراً کہا۔ قَتْلَ الْحُسَیْنِ فِی الْعِرَاقِ۔ مائے حسین عراق میں مارا گیا۔ مائے حسین عراق میں مارا گیا۔ یہ کہہ کر باہر نکلیں اور صحن میں بیٹھ گئیں اور سامنے وہ شیشی رکھ لی۔ وہ اچھل رہا ہے خون سامنے بی بی ام سلمیٰ بیٹھی ہیں۔ ایک عورت کو بلایا اور روتے روتے کہا کہ جلدی جا ہاشمی غلے میں اور یہ کہہ دے کہ جو مٹی رسول اللہ دے گئے تھے آج وہ خون بن گئی ہے۔ جس وقت یہ خبر دی تو تمام بی بیایں تمام ہاشمی خاندان کی بی بیایں اپنے اپنے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ کر ننگے سر ننگے پریدہ پڑیں۔ ام سلمیٰ کے گھر اس وقت بی بی ام سلمیٰ یہ کہہ رہی تھیں۔ قَتْلَ الْحُسَیْنِ مَظْلُوْمًا قَتْلَ الْحُسَیْنِ عَزِیْبًا۔ مائے عزت میں مارا گیا۔ مائے مظلوم مارا گیا۔ تمام بی بیایں رو رہی ہیں۔ بیچ میں بیٹھی ہیں خاک پر ام المؤمنین۔

اب دو محلے بیان کر دیں گا۔ اولاد والو خصوصاً بیٹی والو۔ حسین کو بیٹیاں بہت پسند تھیں۔ سب رو رہی تھیں۔ جب خون ابلتا تھا۔ ہر ایک چٹخیں مار مار کر والحسینا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَنَا كُلُّ شَيْءٍ تَخْلُقُنَا لَا يَقْدِرُ

ارشاد رب العزت ہے۔ سورہ قمر پارہ ۲۷۔ ایک اصول بتا رہا ہے قانون تخلیق پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ تاکہ انسان اللہ کی تخلیق کو سمجھ کر ایمان لائے اور مختلف راستوں میں الجھ نہ جائے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے جس چیز کو پیدا کیا ہے قدر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ہماری ہر چیز کو قدر میں دیکھو۔ قدر کو تب دیکھو گے پہلے قدر کو سمجھو۔ اگر قدر کو سمجھا ہی نہیں تو دیکھو گے کیا؟ ہم نے کائنات عالم میں جتنے اقسام جتنے انواع اور اجناس پیدا کئے۔ خواہ وہ لاهوتی ہوں۔ خواہ جبروتی، ملکوتی ہوں یا ناسوتی ان تمام کے لئے قدریں مقرر کی ہیں ایک کا قیاس دوسرے پر نہ کرو۔ یعنی ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ جانور پر انسان کا قیاس نہ کرو اور عام انسان کو خاص انسان کے مطابق نہ سمجھو۔ امت کو نبی نہ بتاؤ اور نبی کو امت نہ بتاؤ۔ یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہر ایک کی قدر کو ان حدود میں رکھو۔

میں نے پہلی ہی مجلس میں چند چیزیں پیش کی تھیں تخلیق کی۔ جن میں سے

واغز تنبا۔ کہتی۔ اتنے میں کیا دیکھا کہ ایک حجرہ کا دروازہ کھلا۔ ایک بیمار لڑکی نکلی۔ آوازیں دیتی ہوئی۔ نانی! میں نے خواب دیکھا۔ نانی میں نے خواب دیکھا ہے نانی میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔ نانی مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ یہ کہتی ہوئی وہ بیمار لڑکی چلی۔ دیکھ لیا ام سلمہ نے۔ اور کہا اے بی بیوں رونا بند کرو۔ آنسو پونچھ لو۔ کوئی نہ روئے۔ اس کے سامنے نہ رو۔ یہ مر جائے گی۔ یہ مر جائے گی۔ اپنے رشتہ داروں سے بچھڑی ہوئی ہے۔ اکیلی ہے بیمار ہے۔ اسے کوئی نہ بتاے۔ جب آئی بیمار مبرا کر اس نے کیا کہا۔ اپنی نانی کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ نانی کے پیچھے کھڑے ہو کر اس بچی نے اپنے دونوں ہاتھ نانی کے کندھوں پر رکھ دیئے۔ اور شیشی کو دیکھ لیا۔ اس وقت ایک بات کہی۔ نانی۔ نانی میں نے اپنے بابا کو کتنے خط بھیجے۔ نانی مجھ سے اب صبر نہیں ہوتا۔ میں نے کتنے خط بھیجے میرا جواب نہیں آیا۔ تو ام المؤمنین نے کیا کہا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں، تمہارا باپ کسی بڑے کام میں مشغول ہو گا۔ تمہارا بابا کوئی بڑا کام کر رہا ہو گا۔ فرصت نہ ملی ہو گی۔ جواب آجائے گا۔ جب یہ جملے سنے اس لڑکی نے کوئی جواب آئے گا۔ گھبراؤ نہیں یہ سننے ہی نانی کا بازو پکڑا اور پوچھ کر کہتی ہے۔ نانی اب جواب کیے آئے گا۔ مٹی تو خون ہو گئی ہے۔ وہ جو تانا دے گئے تھے۔ ہائے نانی میں یقین ہو گئی۔ نانی میرا بابا مارا گیا۔ ہائے بابا کو میں نہ مل سکی۔



آیت پڑھوں تو مسدّد سمجھ میں آئے گا۔ بے مشکل مسدّد اذن کا اور اہم بھی۔ آیت پڑھتا ہوں۔ اس سے بالکل واضح ہو جائے گا مقصد اذن۔ اذن کے معنی اجازت۔ اذن کے معنی اطلاع بھی ہے اور اطلاع علم بھی ہے اور اذن بھی۔ اذن کے معنی بھی اطلاع اذن سے بتی ہے یہ۔ لیکن یہ عمومی بھی۔ اللہ نے جواز اذن مقرر فرمایا ہے اس کے معنی کچھ اور ہیں۔ اجازت تو یہی جواز اذن کے معنی۔ اللہ نے اجازت دیدی اذن دیدیا وغیرہ۔

فِيْ بُيُوتٍ اٰذِنَ اللّٰهُ عَنْ تَرْفَعُ (ترجمہ) کچھ گھر میں، کچھ بیوت ہیں (بیوت کی جمع) جس کے متعلق اللہ نے اجازت دے دی کہ یہ بلند ہی گھر ہیں۔ ان کو پست نہیں کیا جاسکتا۔ اور بیوت سے مراد یہ آئمہ نے بتایا کہ بیوت اور قرآن مجید میں دونوں لفظ آئے ہیں۔ بیوت کے معنی گھر۔ قریہ کے معنی بستی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ عام لوگ جو قرآن کو جانتے ہی نہیں کہ یہ کلام الہی ہے وہ بیوت کے معنی گھر جو مٹی چوڑے گارے سے بنے یہ سمجھتے ہیں۔ بستی کے معنی سمجھتے ہیں جہاں آبادی ہے۔ وہ بستی کو قریہ سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں غلط ہے۔ کیا انہوں نے یہ آیت نہیں پڑھی؟

فَاَسْئَلُ الْقَرْيَةَ (ترجمہ) اے میرے نبی تو سوال کر لے اس قریہ سے بستی سے حضور کہتے ہیں کہ یہ بستی ہے اس سے پوچھ لو۔ تو کیا مراد ہے بستی کے مکانات سے پوچھوں؟ کس سے پوچھو گے؟ اس بستی سے پوچھ لو۔ تو کیا معنی ہوئے؟ امام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مملوک کو بول کر مالک مراد لیا۔ شے کو بول کر اہل مراد لیا۔ یعنی پوچھ لو اس قریہ سے فَاَسْئَلُ الْقَرْيَةَ (ترجمہ) سوال کر لو پوچھ لو اس گاؤں سے اس بستی سے تو کیا بستی سے پوچھو گے یا اہل بستی سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاں کہا ہے کہ وہ کون سے قریے ہیں کہ ان قریوں میں داخل ہو جاؤ تو

دوباتی چھوڑی تھیں۔ کہ یہ آئندہ مجالس میں پیش کرونگائیں یہ عرض کیا تھا (آپ کو یاد ہوگا) کہ جس شے کو خدا نے بنایا ہے بناتے سے پہلے وہ اس کے علم میں ہوتی ہے۔ بے علمی سے نہیں بناتا۔ پھر خدا مشیت میں اس کے وجود کو چاہتا ہے۔ پھر مشیت میں آتی ہے مشیت کے بعد پھر اس کی تخلیق کی حدیں مقرر ہوتی ہیں۔ پھر ارادے میں آجاتی ہیں ارادہ اس کے حدود معین کرتا ہے۔ اور جب ارادے میں حدیں متعین ہو گئیں تو اب قضا میں آتی ہے۔ اب فیصلہ ہوتا ہے۔ ان حدود کے ساتھ جب یہ قضا کے ماتحت آجاتا ہے تو اب اس کا خارجی وجود یعنی اب عالم شہود میں وہ شے آتی ہے، قدر کے ساتھ۔ اس کو قدر کہتے ہیں۔ اس قدر کے بعد اس کا امتیاز ہو جاتا ہے یہ الفاظ میری زبان سے نکلے۔ آئمہ طاہرین کے علوم کی روشنی میں یعنی جب قدر کے ساتھ وہ وجود میں آگئی۔ تو اس شے کا امتیاز ہو جاتا ہے اپنے سوا سے اب وہ ممتاز ہو جاتی ہے۔ بس وہ ممتاز ہو گئی تو اللہ اس کے لئے اجل مقرر کرتا ہے۔ کہ یہ کب تک اس حالت میں رہے۔ اب اجل کے بعد ساتواں نمبر اذن کا آتا ہے۔ اس کو عربی میں اذن کہتے ہیں۔ آئمہ طاہرین نے اسکی تفصیل بتائی دنیا حیران رہ گئی۔ وہ اذن کے معنی خدا جانے کیا سمجھے لیکن آئمہ نے بتایا کہ بننے کے بعد جب مدت بھی مقرر ہو گئی اور وہ شے بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس مخلوق کی شان کے مطابق اسے اذن دیتا ہے۔ اب اس چیز کو اذن ملتا ہے۔ کیا؟ کہ اسی حالت میں رہنا چاہتے ہو رہو۔ اگر کائنات میں جو ہم نے تخلیق کی ہے اُسے بدلنا چاہتے ہو بدل لو۔ بات کہہ دی (صلوات)

پوچھ لو قریہ والوں سے تو اس سے مراد گاؤں نہیں بلکہ گاؤں والے اسی طرح بیت سے مراد گھر نہیں بلکہ گھر والے یعنی اہل بیت۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو میرے اہل بیت کے پاس آجائے گا وہ امن میں رہے گا۔ قیامت میں اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اَمِنْ اَمَان کے ساتھ خدا کے دربار میں پیش ہوگا۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ لوگوں نے فقط قدر کو نہیں سمجھا۔ اس لئے بڑے اختلافات ہو گئے اور اگر میں ان کی تشریحات کروں کہ یہ کس نوع کو کس طرح بنایا، کس جنس کو کن حدود میں بنایا، تو اتنا وقت کہاں اور اتنا عجیب علم کہاں کہ میں تمام انواع و اقسام کائنات کو بیان کر سکوں۔ یہ تو وہ جانتا ہے ان کی قدروں کو ان کی حدود کو کہ جس نے بنایا۔ اور یادہ جانتے ہیں کہ جن کے سامنے بنایا ہے۔ (صلوات)

میں تو انہیں کے ارشادات کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ جانوروں کی حدیں مقرر کریں۔ انسانوں کے حدود متعین کیے۔ ملائکہ کیلئے پابندیاں حدود کی بنادیں۔ اور ان تینوں کو تم نے نہ سمجھا تو تم نے اپنے کو نہ سمجھا۔ اور جب اپنے کو نہ سمجھا تو خدا کو نہ سمجھا۔ جس نے اپنے کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا جو اپنے کو ہی نہیں پہچانتا وہ خدا کو کیا پہچانتے گا خود کو پہچانو۔ جتنے ہواتے رہو۔ اپنے حدود میں رہو۔ (صلوات) تو اللہ سمجھ میں آئے گا۔ اس مسئلہ کو حضرت مجدد مذہب شیعہ علامہ مجلسی علیہ رحمۃ نے اس طرح بیان فرمایا۔ یعنی میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اس مخلوق کی طرف کہ جو کائنات سے پہلے بنا۔ اور کائنات کا سرور اور کائنات کے انقلابات میں اللہ نے اس کو اذن دیا۔ یہ اذن کے معنی بتانے کے لئے آپ کو لئے جارہا ہوں۔ ایک ہی ہستی ہے۔ اور وہ ہستی ہے کہ جس کے

تو امن و امان میں آجاؤ گے۔ وہ کونسا بیت ہے کہ جس بیت میں آؤ گے تو امن و امان سے رہو گے لوگوں نے نہیں سمجھا۔ چنانچہ ایک بہت بڑے بزرگ عالم مشہور حضرت کشف المحقق امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کرتے ہیں۔ وَبَعَلْنَا الْبَيْتَ مَنْ دَخَلَهُ مَكَانَ اَمْنًا خدا قرآن میں کہتا ہے کہ ہم نے بیت یعنی گھر بنایا جو اس بیت میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا معنی سمجھے۔ ”اس بیت میں داخل ہو گیا“ تو وہ بزرگ تھے بہت بڑے امام۔ انہوں نے کہا کہ یہی کعبہ۔ یہی کعبہ ہے وہ بیت کہ جو اس بیت میں داخل ہو گیا وہ امن میں داخل۔ آپ نے فرمایا کہ عبد اللہ ابن زبیر کہاں قتل ہوئے؟ کہاں کجی کعبہ میں۔ کہاں کہ ان کے ساتھی کہاں کجی کعبہ میں۔ کہاں کہ یہ لوٹ مار جو ہوتی ہے چاروں طرف اسی گھر کے فراق چوریاں کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں یہ کہاں؟ کہاں کجی اسی بیت کے اندر تو کہا پھر یہ تم نے کیا کہہ دیا۔ کہ جو اس گھر میں آگیا امن میں آگیا۔ اس گھر میں اگر امن ہوتا تو حسین کیوں چھوڑ کر جاتے (صلوات) یہ بشیر کی ابھی زبان سے نکل گیا ان کی عنایت سے کہ اگر امن ہوتا تو حسین کیوں اس گھر کو چھوڑ کر جاتے تو تم غلط سمجھے ہو بیت۔ بیت کے معنی تم جو سمجھے ہو کہ یہ کعبہ ہے تو اس میں بیٹھ کر شراب پی گئی، قرآن پڑھ مارے گئے، اسکو ڈھایا گیا، اس کے پردوں کو آگ لگائی گئی، اور عبد اللہ ابن زبیر کو اندر قتل کیا گیا۔ تو خدا کہتا ہے کہ جو اس بیت کے اندر آگیا امن میں رہے گا۔ بیت سے مراد تم اینٹ گارے کا بیت سمجھے۔ بیت کیا امن دے گا؟ یہ کیا بچائے گا؟ وہ آپ محتاج وہ گر گیا تو گر گیا۔ ابراہیم و اسمعیل نے بنایا تو بن گیا۔ وہ تو خود محتاج وہ کیا امن دے گا؟ انہوں نے کہا کہ پھر کیا مراد۔ تو آپ نے فرمایا بیت سے مراد بیت (کعبہ) نہیں۔ جیسے قریہ سے مراد فقط قریہ نہیں

نفرت ہوتی ہے شکایت ہوتی ہے۔ کشیدگیاں پیدا ہوتی ہیں تو ہم نے آپ لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے حضور کی ایک حدیث یاد کر لی ہے وہ حدیث ہم پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ آپ لوگ ہم سے متفرق نہ ہوں اور ہم سے وابستہ رہیں۔ وہ حدیث کیا ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی۔ ہماری جمعیتیں جدا جدا ہیں۔ کئی کئی قسم کی جمعیتیں ہیں۔ سب مولویوں نے بنائی ہیں اور جب جھگڑا ہوتا ہے تو لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ آپ ملے کیوں نہیں۔ سب حدیث پڑھتے ہیں کیا؟ (حدیث) اِنْخِلَافٌ اُمْتِيْ سَرَحْمَةٌ۔ یہ پڑھتے ہیں۔ میرے سامنے بھی پڑھی گئیں اور ایک عالم سے گفتگو میں پڑھی گئیں۔ ایک جماعت کے بہت بڑے امیر سے چھ گھنٹے گفتگو ہوئی تو میں تو سمجھا کہ ان کو فنون ضرور یاد ہیں۔ علوم یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے اہل فن سے لیا ہے میں نے اہل علم سے لیا ہے۔ (صلوات)

تو میں تو یہی سمجھا۔ اب آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ تمام میرے بھائی سنی شیعہ دونوں میرے بھائی ہیں۔ اہلسنت و اہل تشیع دونوں میرے بھائی۔ دینی بھائی اسلامی بھائی۔ ہمارا دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارا اسلام میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر ہے تو دستے میں۔ دین میں نہیں ہے۔ مذہب میں اختلاف ہے۔ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اٰلِہٖمَ الْاِسْلَامِ (ترجمہ) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔ اور ہم سب مسلمان کہلاتے ہیں۔ آپ پوچھ لیجئے میرے سنی بھائی سے دین کیا ہے کہے گا اسلام۔ شیعہ سے پوچھئے تیرا دین کیا ہے کہے گا اسلام۔ آپ افغانی سے پوچھئے، ایرانی سے پوچھئے، عرب سے پوچھئے۔ کہے گا دین اسلام۔ یہ لایا کون؟ کہ جی محمد رسول اللہ لانے والے اس کے۔ تو دین بنانے والا کون؟ کہے گا خدا۔ خدا نے اسلام بنا کر حضور کے

کلمہ کو خدا نے اپنے ساتھ ملا کر ہم پر واجب کر دیا ہے۔ آج کا الہ الا اللہ ہے۔ مگر ابراہیم خلیل اللہ نہیں ہے۔ آج کا الہ الا اللہ ہے موسیٰ کلیم اللہ نہیں ہے، آج کا الہ الا اللہ ہے مگر عیسیٰ روح اللہ نہیں ہے مگر آج کا الہ الا اللہ ہے تو محمد رسول اللہ ہے اور رہے گا۔ (صلوات) جب تک کا الہ الا اللہ چلے گا محمد رسول اللہ بھی رہے گا۔ (نعرہ رسالت صلوات)

پہلے تو میں آپ کو مخلوقات کی قدریں بتا رہا ہوں کہ ان کے اقدار کو پہچانو۔ اور جب آپ نے ان کو نہیں پہچانا تو حضور کو آپ کیا پہچانیں گے۔ میں بھی قدریں بتا رہا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں دی ہیں مسلمانوں سوچو غور کرو۔ اللہ نے بہت سے انسانوں کو کہہ دیا ہم کمالاً نعاہ یہ تو جانور ہیں مثل جانوروں کے بَلْ هُمْ اَضَلُّ بَلْکَ اس سے بھی بدتر۔ انسان ہیں مگر جانوروں سے بدتر کیوں؟ کیوں کہا؟ قدروں کو دیکھیں گے۔ آیات سمجھ میں آئے گی۔ کیوں فرمایا اللہ نے جانوروں کے حدود کو دیکھو۔ یہاں جہاں میری آواز جا رہی ہے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور اسلام کا مفہوم سمجھیں کہ اسلام کیا ہے۔ کبھی انشاء اللہ موقع ملا تو اسلام پر بھی آئندہ کچھ تقاریر پیش کروں گا۔ کہ اسلام کیا ہے لوگ کیا سمجھے۔ اور اختلافات ہو گئے۔ اختلافات کو رحمت سمجھے۔ میں نے کبھی بتایا تھا آپ کو شاید میں دہرا چکا ہوں۔ نہیں تو آج سن لیجئے۔ جب ہم مولوی آپس میں اختلافات کرتے ہیں تو ہم سے فطری طور پر نفرت ہونے لگتی ہے۔ ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کو کوئی مولوی روک نہیں سکتا میں اپنی صفت کو کہہ رہا ہوں مولویوں کو کہہ رہا ہوں۔ اور چاہے وہ سنی ہوں یا شیعہ ہوں کوئی ہوں مولوی ہوں تو جب یا بھی اختلافات ہوں تو عوام کو

دین سے بنتی ہے قوم۔ جن کا کوئی اختلاف نہیں۔ اور جن کا مذہب ایک اس سے بنتا ہے فرقہ۔ میرے لفظ یاد رکھئے گا۔ مذہب سے بنتا ہے فرقہ اور جو ایک مذہب والے وہ ایک فرقہ۔ قوم بنتی ہے دین سے جو ایک دین والے وہ ایک قوم۔ فرقہ بنتا ہے مذہب سے مذہب امام سے۔ دین نبی سے۔ تو قوم تو ہم ایک ہی فرقتے الگ ہیں حضور نے کب کہا تھا۔ تو جبر۔ کہ میرے بعد میری امت کی بہتر یا تہتر تو میں ہوں گی یہ کہا تھا کہ فرقے بہتر یا تہتر ہوں گے۔ (صلوات)

حضور تو یہ کہہ گئے تھے کہ فرقے ہو جائیں گے۔ بہتر یا تہتر۔ یہ نہیں کہا ہوں کہ نئے نئے پیشوا بننے ان کے ماننے والے فرقے بن گئے تو فرقے کے ساتھ یہ جو اخوت کہتے ہیں۔ ہم بھائی بھائی۔ سنی شیعہ کہتے ہیں کہ ہم بھائی بھائی ہمارا دین ایک حضور نے جو بنیاد اخوت دین کو قرار دیا اور دنیا جو غلط اصول بنا بیٹھی تھی اس کو حضور نے شکست دی۔ توڑ دیا۔ لوگ بنا بیٹھے تھے کہ قوم بنتی ہے نسل سے۔ قوم بنتی ہے زبان سے قوم بنتی ہے وطن سے حضور نے تیوں باتوں کو غلط اور باطل قرار دیا۔ فرمایا کہ نہ قوم نسل سے نہ قوم بنتی ہے زبان سے نہ قوم بنتی ہے وطن سے کہ جن کا وطن ایک وہ قوم۔ جنکی نسل ایک وہ قوم جن کی زبان ایک وہ قوم غلط حضور نے اپنے حقیقی چچا ابولہب کا بانیہ کیا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ میری ان سے کوئی رشتہ داری نہیں۔ ترک موالات نہ کھانا پینا نہ سلام دعا۔ بالکل بانیہ کاٹ۔ حقیقی چچا نسل ایک۔ وطن دیکھو تو وطن ایک ملہ ایک گھر ایک۔ ایک ہی دروازے سے آتے اور جاتے پھر زبان جو حضور بولتے وہی عربی ابولہب بھی بولتا۔ زبان بھی ایک وطن بھی ایک گھر بھی ایک نسل بھی ایک لیکن بانیہ کاٹ۔ کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور ایک بوڑھا جس کا وطن اور نسل اور

ذریعے بھیجا۔ تو ہم اس میں دونوں مشترک کا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہم سب ایک۔ کوئی مولوی آپ سے یہ کہے کہ ہم میں اور بھائی اہلسنت میں دین کا فرق ہے تو غلط کہتا ہے۔ دین میں اختلاف ہی نہیں دین بنتا ہے نبی سے جب نبی ایک تو دین ایک۔ نبی بدلے تو دین بدلے۔ (صلوات)

ہمارا تو سب سنی شیعوں کا دین ایک ہے۔ تو ہمارا دین کیوں بدلے۔ دین تو ان کا بدل گیا جن کا نبی بدل گیا ہم تو بس ایک نبی کے ماننے والے ہیں ہم تو دینی بھائی ہیں۔ اختلاف کا ہے میں ہے۔ اختلاف دین میں نہیں۔ اور دین سے بنتی ہے قوم۔ اور دوسرا لفظ کہہ ہی دوں کہ ہم میں اگر آپس میں کوئی اختلاف ہے تو وہ مذہب کا ہے۔ دین کا نہیں۔ دین کا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اختلاف مذہب کا ہے۔ مذہب کے کہتے ہیں؟ مذہب وہ راستہ جو دین تک لے جائے۔ مذہب کے عربی میں معنی ہی راستہ ہیں۔ تو مذہب وہ راستہ ہے جو دین تک لے جائے۔ راستے میں اختلاف ہے۔ راستے الگ الگ ہیں۔ منزل ایک ہے یعنی حضور تک جانا۔ حضور تک لے جائیں والے راستے الگ راستے کیسے بنتا ہے؟ دین بنتا ہے نبی سے راستہ بنتا ہے امام سے۔ دین ایک کیونکہ نبی ایک۔ مذہب الگ کیوں کہ امام الگ الگ۔ اگر امام بھی ایک ہی ہوتا تو راستہ بھی اور مذہب بھی ایک ہی ہوتا۔ مذہب الگ ہو گئے امام کی وجہ سے۔ کیونکہ امام الگ ہو گئے۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے اس نے بارہ امام عطا کیئے۔ امام میرے بارہ مذہب میرا ایک۔ کیونکہ جو ایک نے کہا وہی سب نے کہا۔ (صلوات)

تو اب ہم میں اور ہمارے اہلسنت بھائیوں میں دین کا کوئی اختلاف نہیں۔

کرتے ہیں! جب رات ہوتی ہے تو دن نہیں ہوتا اور جب دن ہوتا ہے تو رات نہیں ہوتی ان کا جھگڑا ہی کہاں ہے! تو کیا معنی سمجھے اس کے اِخْتِلَافُ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ کہ رات اور دن کے آنے اور جانے میں ایک آگے آگیا ایک پیچھے آیا پھر وہ آگے گیا پھر پیچھے اختلاف کے معنی آمدورفت۔ (صلوات) یکے بعد دیگرے آنا۔ آمدورفت جیسے شب و روز کے بعد یکے بعد دیگرے آنا جانا اُسی معنی میں خدا نے کہا۔ اختلاف لیل و نہار ایک چلی جاتی ہے چیز دوسری آجاتی ہے۔ ایک کا جانا دوسرے کا آنا۔ تو اس آمدورفت کو عربی میں اختلاف کہتے ہیں۔ تو میرے نانا نے سچ کہا کہ اِخْتِلَافُ اُمِّی رَحْمَتًا میری امت کا یکے بعد دیگرے میرے پاس آنا جانا رحمت ہے۔ (صلوات)

آمدورفت امت کا رحمت ہے نہ کہ جھگڑا کرنا امت کا رحمت ہے۔ جھگڑے سے قتل و فساد ہوئے اور آج ہم میں اختلاف ہوئے۔ میں چاہتا ہوں کہ سنی شیعوں کی نفرتیں ختم ہوں آپس میں ملیں، بیٹھیں۔ ہمارا مقاصد مشترک ایک ہے حضور کے دربار میں ہمارا دین ایک ہے میں چاہتا ہوں جزوی اختلاف کو دور کر دوں۔ انہیں الفاظ کو میرے مولا امام جعفر صادق کے دادا سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے اس طرح فرمایا ہے میں وہ جملے پڑھتا ہوں۔ آپ ادبیت کو سمجھیں۔ امام حسین علیہ السلام کو بیعت کے لئے ولید بن عقبہ نے بلایا۔ گورنر مدینہ نے بلایا اور کہا کہ آؤ یزید کا خط آیا ہے۔ اگر سنو۔ آپ نے تیاری کی لباس پہنا، قبا، عبا، کمر بند باندھا (یہ کمر بند جانتے ہیں آپ یہ پہننا نہ سمجھا کریں یہ جو کمر پر پہاں باندھا جاتا ہے۔ عرب کو دیکھا ہے آپ نے یہ اس جگہ کمر کے اوپر باندھا جاتا ہے۔ قبا کے اوپر۔ اوپر سے عبا ہوتی ہے۔ یہ لباس ہے عرب کا اس کا تعلق پاجامہ سے نہیں ہے۔ پاجامہ کا کمر بند نہیں ہے) جب میرے مولا تیار

ہو کر جانے لگے تو آپ کی بہن بی بی زینب نے دیکھا کہ میرا بھائی تیاری کر رہا ہے کہیں جانے کی۔ فوراً پوچھا کہ بھائی کہاں۔ کہا کہ مجھے گورنر نے بلایا ہے تو بی بی نے عرض کی (محبت ہے حسین سے اور اتنی محبت ہے کہ بار بار کہا کرتی تھیں۔ اَنْتَ عَلَٰمَةٌ مِّنْ جَدِّیْ وَابْنِیْ وَ اُمِّیْ وَ اَخْتِیْ کہ اے حسین اب تمہیں میرے نانا کی نشانی ہو، تمہی میری ماں کی نشانی تمہیں میرے بابا کی نشانی، تم میرے بھائی کی نشانی ہو، اس لئے میں تم سے زیادہ محبت رکھتی ہوں) میری خواہش ہے اکیلے نہ جانا۔ اعتبار اٹھ گیا ہے درباروں کا۔ اپنے ساتھ کچھ ہاشمی خاندان کے لوگ لے جاؤ۔ جب یہ کہا کہ ہاشمی خاندان کے افراد لے جاؤ تو حسین نے فرمایا کہ بہن مجھے تنہا بلایا ہے۔ تو بی بی نے عرض کرتی ہیں۔ کہ تم تنہا جانا اندر لیکن ہاشمی خاندان کے جوان باہر دروازے کے کھڑے کر دیتا۔ یہ کھڑے رہیں گے۔ اگر اندر کوئی خطرہ ہو تو تم آواز سے پکار لینا۔ یہ فوراً موجود ہو جائیں گے۔ یہ مان لیا حسین نے اٹھا رہا جوان نبی ہاشم کمر بستہ ہو کر تلواریں لے کر آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جن کو دروازہ پر پھونڈا اور الامارہ پر اور آپ نے دق الباب کیا۔ دہاں سے دروازہ کھولنے والا دربان پہنچا۔ زنجیر کھولی در کھولا۔ آپ اندر داخل ہوئے اندر داخل ہوتے ہی دربان نے دروازہ بند کیا۔ زنجیر لگائی اس نے قفل لگا کر بند کر دیا۔ آپ آگے بڑھے جہاں درباری بیٹھے تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے تنظیم بجالائے۔ آپ کو کرسی پر بیٹھایا اور ایک خط دیا۔ وہ خط حبیب سے نکال کر گورنر نے پیش کیا۔ جب وہ خط پڑھا (کیونکہ سب پڑھ چکے تھے۔ ایک ایک سطر پر ان کی نظر تھی) حسین جب پڑھنے لگے۔ تو ان کی نظر کہ اب کہاں تک پہنچ گئے اب پڑھتے پڑھتے کہاں تک پہنچ گئے۔ جب دہاں تک پہنچے یعنی آخر سطروں تک تو مسکراتے لگے۔ حسین مسکراتے لگے۔ یہ لوگ حیران ہو گئے۔

کے اہل ہیں۔ بیت النبوت کے بیت النبی کے نہیں۔ بیت النبی تو دیواروں سے بنا۔ نبی کا گھر کچھور کی لکڑیوں کی چھت نبی۔ دروازے، اینٹیں وغیرہ مٹی سے ہم اس مکان کے نہیں جن میں ازواج النبی رہتی تھیں۔ ہم تو اہل ہیں بیت النبوت کے۔ اور بیت النبوت یہ لکڑی اور مٹی کا گھر نہیں۔ نبوت کا گھر۔ ہمیں نہیں معلوم نبوت کا گھر کیسے بنا لفظ خاتم النبیین کی تفسیر پڑھو۔ آیات قرآن کی۔ اَلنَّبِيُّ لَبَسَ ثِيَابَ الْبَنَاتِ۔ ہر نبی نبوت کی اینٹ ہے اور اس سے خدا نے بیت النبوت بنایا جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اینٹیں لگیں یہ نو اینچ کی اینٹ نہیں۔ کیسی ہے اینٹ نبوت کی۔ کوئی صفی اللہ کوئی خلیل اللہ کوئی ہتہ اللہ کوئی حکیم اللہ کوئی حبیب اللہ کیسی اینٹیں۔ جب یہ اینٹیں لگیں تو ان سے مل کر بیت النبوت بنا۔ نبوت کا گھر بنا۔ اس کے اہل ہم ہیں (صلوات)

اور یہ کیسے بنا۔ پہلی پہلی اینٹ صفی اللہ آدم۔ یہ زمین پر رکھی گئی۔ مکان شروع ہو گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ (ترجمہ) میں اپنی زمین پر خلیفہ بنا رہا ہوں۔ آدم کو خلافت زمین پر دی گئی۔ دوسری اینٹ اور بلند۔ یہ اینٹیں رکھی جا رہی ہیں۔ بیت بلند ہو رہا ہے۔ اگر میں یہی بیان شروع کروں کہاں تک بیان کروں رات ہو جائے نہیں ختم ہو گا۔ جمل کہہ دوں کہ بلند ہوتے ہوتے جب حضرت موسیٰ کا زمانہ آیا۔ اور موسیٰ کی اینٹ رکھی گئی تو یہ گھر طور پر پہنچا۔ اب زمین پر باتیں نہیں ہوتیں۔ اب طور پر باتیں ہوتی ہیں۔ اور جب حضرت سلیمان پیغمبر کی اینٹ رکھی گئی۔ تو اب یہ گھر ہوا میں اڑنے لگا۔ ہوا میں فیصلہ۔ عدالت لگتی ہے ہوا میں تحت بچھایا جاتا ہے ہوا میں۔ اور جب عیسیٰ کی اینٹ آئی تو چوتھے آسمان پر پہنچا۔ اور جب رسول کی اینٹ آئی۔ خاتم النبیین کی اینٹ تو قاب قوسین اوداف تک پہنچا۔ (صلوات)

کہ آخری سطروں کو پڑھ کر مسکرا رہے ہیں۔ آخری سطروں میں کیا تھا۔ کہ اگر یہ بیعت کر لیں حسین۔ تو فہما ادر اگر نہ کریں تو میرے اس خط کے جواب میں حسین کا سر بھیجیو۔ یہ تھا۔ تو جب وہ سر کا لفظ آیا کہ بیعت نہ کریں تو قتل کر دو۔ حسین پڑھ کے خوش ہونے لگے کہ میں تو اس باپ کا بیٹا ہوں جو موت سے کھیل کر رہا ہے اسے نہیں پرواہ وَاللّٰہُ لَا یُنِیْ اَبٰی طَالِبٍ اِلَّا مَوْتَہٗ مِنَ الطِّفْلِ بِنَدٰی اَمّہ (ترجمہ) خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچہ اپنی ماں کی چھانی سے اتنا مانوس نہیں۔ ابوطالب کا بیٹا کبھی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ خود موت پر جا پڑا یا موت اس پر اڑی وہ تو کھیلے ہیں موت سے اس لئے آپ مسکانے لگے کہ مجھے موت سے ڈرایا جا رہا ہے جب یہ لفظ پڑھے۔ ایک جملہ یاد آ رہا ہے۔ بھول نہ جاؤں وہ جملہ بھی کہہ دوں۔ انہیں کے بیٹے نے جب یزید نے قتل کا ارادہ کر لیا تو امام زین العابدین نے کہا اَتَحَدِّ دُنِیْ بِاَنْتَقِلَ اَلْقَتْلُ لَنَا عَادَۃً وَّکَلَّا اَمْتًا سَتُعَادَۃً (ترجمہ) تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ قتل ہوتا تو ہماری عادتیں ہیں مجھے ڈراتا ہے یہ لفظ کہہ تھے۔ تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ قتل سے ڈراتا ہے قتل سے نہیں ڈرتے شہید ہو جانا ہماری کرامت ہے خدا نے فرمایا۔ اِنِّیْ نَزَعْنٰہُمْ اَنْکُمْ اَدْلِیَاءَ لِلّٰہِ مِنْ دَوْنِ النَّاسِ فَنَعْمُوْا اَمْلُوْث۔ اگر دلی بنا چاہتے ہو تو پہلے موت کی تمنا کرو یہ قرآن نے بھی کہا ہے۔ جب امام حسین نے خط پڑھ کر مسکرا کر جواب دیا اَیُّہَا اَلْاَمِیْرُ اَدُوْرْتُمْ۔ اَیُّہَا اَلْاَمِیْرُ فَنَحْنُ اَہْلُ بَیْتِ الْکُبُوٰۃِ (علی کے خیلے تو مسختر رہے آپ۔ آج سید الشہداء کا خطبہ سینے) اسے گور نہ کیا میں ہم اہل بیت نبوت ہیں ہم نبوت کے گھر کے اہل ہیں۔ نبوت کے گھر کے اہل۔ آپ نے یہ سمجھا، کیا کہا حسین نے۔ حسین نے ایک آیت کی تفسیر کر دی ہم بیت النبوت

رہا ہے۔ یہ تو ہمارے گھراتے جاتے رہتے ہیں۔ تمہارے پاس تو ہمیں آتے۔ کل فرشتوں اور جانوروں کا بیان سینے گا۔ چوتھا فقرہ کیا ہے بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ دَوَابَّنَا فَتَحَ اللّٰهُ (ترجمہ) ہم سے اللہ نے دنیا کو شروع کیا۔ بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ خدا نے دنیا کو ہم سے شروع کیا۔ ہم اہل ہیں ہم۔ ہم سے شروع ہوئی کائنات۔ وَبِنَا فَتَحَ اللّٰهُ اور ہم پر ختم ہوگی۔ اہل بھی ہم اور آخر بھی ہم۔ (صلوٰۃ)

ہم سے کہتے ہو بیعت۔ جب آپ نے یہ خطبہ پڑھا۔ خطبہ سن کر اتنا اثر حاضرین پر ہوا کہ گورنر نے کہہ دیا۔ صَدَقْتَ يَا بَنَ سَاسُوْا اللّٰہ اے فرزندِ رسول جو کچھ تم نے نطق کیا ہے جو بات کہی تم نے سچ کہی۔ تم ایسے ہی ہو کچھ شک و شبہ نہیں۔ یزید غلی پر ہے کہ تم سے بیعت مانگت ہے۔ اسے چاہیے کہ تمہاری بیعت کرے۔ یہی خطبہ کل اپنے ناناکا مسجد میں پڑھ دینا۔ لوگوں کو میں جمع کروں گا تمام شہر والوں کو میں جمع کروں گا اپنی شان بنانا سب قبول کریں گے۔ یہ کہہ کر فیصلہ ہوا۔ حسین کھڑے ہو گئے عجب حسین کھڑے ہوئے اور چلنے کا ارادہ کیا تو گورنر کی پشت پر مردان بیٹھا تھا۔ یہ وہی ہے جس کو نکالا گیا تھا۔ اس کو اور اس کے باپ کو مدینہ سے باہر نکالا گیا یہ بیٹھا تھا یہ کھڑا ہو گیا اور کھڑے ہو کر کہتا ہے گورنر سے۔ گورنر! حسین تو زندہ جا رہے ہیں۔ حکم دے جلاؤ کو آواز دے انہیں قتل کر دے۔ جب اس نے یہ لفظ کہے تو میرے مولا کی نظر مردان پر پڑی یوں دیکھا اور دیکھ کر فرماتے ہیں۔ (میں وہ لفظ پڑھتا ہوں۔ امام حسین کے) يَا ابْنَ الرَّسُولِ قَاعِ اُتَتْ تَقْتُلُنِي (ترجمہ) اونسیلی آنکھ والی کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا۔ تو مجھے قتل کرے گا۔ یہ لفظ بلند ہو گئے۔ اور آواز انہوں نے سن لی جن کو زنیب نے بھیجا تھا۔ ان اٹھارہ جوانانِ ماضی نے سن لی۔ یہ آواز سن کر عباس

اب جب یہ انیٹ رکھی گئی گھر میں تو اب یہ مکان بیتِ النبوت تحت الشری سے چلا قلاب دو قسین ادا دنی تک پہنچا۔ اور جب حضور کی انیٹ وہاں پہنچ گئی تو اب اگر کوئی نئی انیٹ آئے تو رکھو گے کہاں (صلوٰۃ) یہ مکان یہ بیتِ النبوت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتایا۔ علماء نے لکھا۔ مفسرین بتا کر گئے مگر بشیر کو توجہ ہوئی کہ بیتِ النبوت بڑا شاندار بتا دیا کہ تحت الشری سے شروع ہو کر قلاب قسین پر ختم کہاں پہنچ گیا یہ بیتِ النبوت۔ اللہ نے بیت تو بنالیا کوئی اس کا دروازہ بھی بتایا نہیں اور دروازہ ایسا ہو کہ گھر سے جدا نہ ہو۔ اگر ایسا ہو کہ گھر ہو میں ہو تو دروازہ بھی ہو پر اور اگر قلاب قسین پر ہو تو وہاں بھی چاہئے دروازہ۔ (صلوٰۃ)

تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیتِ النبوت بنالیا اس کے وارث ہم ہیں۔ اس کے اہل ہم ہیں۔ ہم ہیں اس کے اہل آپ نے فرمایا نَحْنُ اَهْلُ بَيْتِ النَّبُوَّةِ۔ نبوت کے گھر کے وارث ہم ہیں۔ دوسرا جملہ وَنَعِدُكَ الرَّسَالَتِ (ترجمہ) رسالت کی کان ہم ہیں۔ جیسے سونے کی کان۔ چاندی کی کان۔ فیروزہ کی کان۔ تو رسالت کی کان ہم ہیں۔ جتنے نبی رسول بنے ہمارے نور سے نکل نکل کر بنے۔ فضائے نور ہم سے ہے۔ ہم اسکی کان ہیں۔ اور اس کے بعد تیسرا جملہ جس کے لئے زحمت دی آپ کو۔ وَتَخْتَفُ الْمَلَائِكَةُ ہم ہیں مختلف ملائکہ کے یعنی اختلاف کی جگہ یعنی آمد و رفت ملائکہ کی جگہ ہم ہیں (صلوٰۃ) یہ اہل اختلاف کے معنی۔ یہ اختلاف کے معنی ہمیں بتائے کہ فرشتوں کے آنے جانے کی جگہ ہم ہیں۔ ہم فرد گاہ ہیں۔ ملائکہ کی آنے جانے کی جگہ۔ ہمارے پاس ملائکہ اترتے ہیں۔ تمہارے پاس کیوں نہیں آتے تم گورنر ہو۔ تمہارے پاس کیوں نہیں آتے۔ کوئی بچی پیسے آتے ہیں۔ کوئی لوریاں دینے کوئی درزی بن کر آ رہا ہے۔ کوئی بہلا

غلام حاضر ہیں۔ غلام حاضر ہیں۔ موت نے مجبور کیا ہے ہمیں۔ زندگی عطا کر دے ہم تیری مدد کو آئیں۔ یہ پہلا اثر تھا۔ دوسری آواز دی۔ لفظ بدلے ہوئے ھَلْ مِنْ مَغِیْثٍ یُعِیْنُنَا (ترجمہ کوئی ہے فریاد سننے والا۔ جب یہ دوسری آواز حسین کی زبان سے نکلی تو خیمہ پر فضا آگئیں کہا کہ خیمہ میں حسین جلدی آؤ۔ حسین جلدی خیمے میں آؤ۔ حسین آئے۔ کہا کیا ہے؟۔ زینب نے بتایا کہ دیکھو تنہا رہی جب سے آواز سنی ہے یہ بچہ زمین پر تڑپ رہا ہے نہ مال کی گود میں رہتا ہے نہ چھوٹے میں آرام کرتا ہے تڑپ تڑپ کے خاک پر گرتا ہے۔ زمین پر گرتا ہے۔ مال گود میں لیتی ہے تڑپ کے خاک پر گر جاتا ہے۔ جب سے آواز سنی ہے آپ کی۔ تیسری آواز اور آخری آواز۔ عزادارو! حسین کا غم منانے والو! تیسری آواز۔ حسین نے کس طرح دی۔ ھَلْ مِنْ ذَا بٍ یَذِیْبُ عَنْ حَرَمِ سُرِّسُولِ اللہ۔ (ترجمہ) کوئی ہے حرم رسول کو پناہ دینے والا۔ حسین کبھی شہیدوں کے لاشوں کو دیکھتے تھے۔ اور کبھی اپنی تنہائی کو دیکھتے تھے۔ اور کبھی اہلیت کو دیکھتے تھے خیموں میں۔ ایک مرتبہ تڑپ کر کہا ھَلْ مِنْ ذَا بٍ یَذِیْبُ عَنْ حَرَمِ سُرِّسُولِ اللہ۔ اسے کوئی ہے پناہ دینے والا ان بی بیوں کو۔ ہاں حرم رسول کو ان لاوارث بچوں اور بی بیوں کو کوئی پناہ دینے والا ہے۔ جب یہ آواز نکلی آپ کے دین مبارک سے خیمہ کا پردہ اٹھا حسین نے دیکھا بیمار امام کی کمر جھکی ہوئی۔ تلوار ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیچھے پیچھے زینب پکڑے ہوئے بیٹا۔ بیٹا باہر نہ جاؤ۔ جو باہر گیا واپس نہیں آیا۔ میرے بیٹے باہر نہ جاؤ۔ اُدھر حسین تیزی کے ساتھ پہنچے۔ پہنچ کر زین العابدین کو سینے سے لگایا۔ سینے سے لگا کر فرماتے ہیں۔ مَا ذَا تَرِیْدُ یَا بُنِیَّ۔

آگے بڑھے اور آپ نے ایک لات ماری دروازے پر دروازے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ علی کا بیٹا ہے۔ پیروں میں وہی قوتیں ہیں۔ ایک لات ماری اور دروازہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اندر داخل ہو گئے۔ اٹھارہ جوانوں کی تلواریں نیام سے باہر چمکتی ہوئی۔ ہر ایک کی آواز، مولا جلدی بتاؤ کس نے بے ادبی کی ہے۔ کس نے گستاخی کی ہے۔ عسلی اکبر کا اس وقت اضطراب، بیقراری۔ ان لفظوں میں ہے کہ اپنے باپ کے پاس آکر کہتے ہیں۔ بابا آپ بڑھے ہو گئے۔ تو میں تو جوان ہوں۔ میری موجودگی میں جوان بٹیا موجود اور بابا کی بے عزتی ہو جائے۔ مجھے جلدی بتائیے کس نے کہا ہے۔ میں ابھی سرتسلّم کر دوں گا۔ کبھی عباس آگے آتے ہیں عباس کہتے ہیں۔ مولا غلام کی موجودگی میں یہ کس نے گستاخی کی ہے مجھے بتائیے۔ اس کی آنکھیں نکال لوں گا۔ فدا کر کے چھوڑ دوں گا کس نے آپ کے ساتھ بے ادبی کی ہے۔ اب سارا ہاشمی خاندان بار بار کہہ رہا ہے کہ جلدی بتائیے اور آپ کھڑے ہو کر سردوں پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اٹھارہ نے حلقے میں لیا ہوا حسین کو اپنے حلقے میں لیا ہوا تلواریں نکلی ہوئی ہیں۔ مدد کے لئے تیار ہیں ایک آواز پر پہنچ گئے۔

ہاشمیوں! آج تم ایک آواز پر پہنچ گئے۔ کہ بلا میں آوازیں دے رہا ہے میرا مولا ھَلْ مِنْ نَّاصِرٍ۔ اسے کوئی ہے میرا مددگار۔ ہے کوئی میری فریاد سننے والا۔ تین آوازیں دی تھیں حسین نے کہ بلا میں تینوں آوازوں کو سینے پہلی آواز تھی ھَلْ مِنْ نَّاصِرٍ فَیَضْرِبْ نَاصِرٌ (ترجمہ) کوئی ہے میری مدد کرنے والا۔ جس کام کے لئے آیا ہوں کوئی ہے میرا مددگار۔ یہ پہلی آواز تھی کیا ہوا۔ وہ لاشیں جو کہ بلا میں پڑی تھیں تڑپ تڑپ کے اٹھنے لگیں۔ زمین سے بلند ہونے لگیں اور آوازیں لیک، لیک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْتَنِي لَا بِقَدَرٍ

ارشاد رب العزت ہے کہ بے شک اور بالیقین ہم نے کل شے کو پیدا کیا اور اس کل شے کو ہم نے قدر کے ساتھ پیدا کیا۔ ہماری بنائی ہوئی کوئی چیز قدر کے بغیر نہیں بنتی۔ قدر کے معنی آپ سمجھ گئے ہیں۔ صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ جس چیز کو ہم بناتے ہیں بنانے سے پہلے جانتے ہیں کہ کیوں بنا رہے ہیں جب اس کو بناتے ہیں تو عرض خلقت کو ملحوظ رکھ کر پھر اس کی تخلیق میں وہ صلاحیتیں اور قابلیتیں دیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ عرض کو مکمل کر سکے اور پورا کر سکے۔ اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی اعلان ہو رہا ہے۔ مَا تَرَىٰ فِي مَخْلُوقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ (ترجمہ) تم کبھی نہیں دیکھو گے۔ رحمن کی تخلیق میں رحمن کے بنانے میں جس کو وہ خلق کرے اس کے خلق کرنے میں مَا تَرَىٰ تم کبھی نہیں دیکھو گے مِنْ تَفَاوُتٍ کسی قسم کا فرق کسی نوعیت کا فرق کسی لحاظ سے کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ کیونکہ ہم نے جس کو بنایا اس میں عیب نہیں ہو سکتا۔ عیب تو ہو جب علم نہ ہو۔ بنانے والا جانتا نہ ہو عیلم کی کمی ہو یا جانتا ہے مگر طاقت کم ہے۔ ہم طاقت بھی رکھتے ہیں کُلُّ شَيْءٍ عَلِيمٌ بھی ہیں اور عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(ترجمہ) بیٹا کیا حال ہے؟ بیٹا کیا ارادہ ہے؟ تو ترین العابدین کہتے ہیں بابا آپ کی اس آواز نے میرے دل کی رگوں کو توڑ دیا ہے۔ میرا بابا بلا رہا ہے۔ بی بیوں کو پناہ دیتے والا کون ہے؟ بابا میں حاضر ہوں کیا حکم؟ پوچھا بیٹا کیا چاہتے ہو؟ کہاں بابا جہاں علی اکبر چلے گئے میں بھی وہاں جاؤں گا۔ جہاں میرا چچا عباس چلا گیا۔ میں بھی چلا جاؤں گا آپ نے سینے سے لگایا (اور آخری جملے) سینے سے لگا کر کیا کہا اے میرے بیٹے میرا امتحان ختم ہو رہا ہے اور تیرا امتحان شروع ہو رہا ہے۔ ابھی بی بیوں کو ریسوں میں بندھا ہوا۔ بچوں کے گلوں کو رسیوں میں جکڑا ہوا۔ ان کو دریا رول میں لے جانا ہے ابھی بازاروں میں بھی جانا ہے۔ میرے بیٹے جب تم قید میں ہو گے جھیل کے رہا ہو گے اور قید سے چھوٹ کر تم مدینے واپس جاؤ گے (حاضرین اب آپ کی یاد ہے مولا کو) تو دور دور سے میرے شیعہ آئیں گے۔ عورتیں بھی آئیں گی۔ مرد بھی آئیں گے۔ اور وہ تم سے پوچھیں گے کہ امام نے آخری وقت کوئی پیغام لیا ہے۔ ہمارے لئے کوئی پیغام۔ تو میرا پیغام پہنچا دینا۔ کیا میں وہ پیغام پڑھ دوں شَيْعَتِي مَا اِنْ شَرُّهُمْ مَاعَ عَذَابٍ فَاذْكُرُوا وَفِيْ -

اے میرے شیعو! جب ٹھنڈے پانی کا گلاس تمہارے ہاتھوں میں آئے تو مجھے یاد کرنا اور چھہ مینے کا بچہ علی اصغر۔ میرا بچہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ شیعوں کو میرا سلام کہہ دینا۔

ہاں میں جو عرض کر رہا تھا اگر یہ مذہب نے یہ کہہ دیا کہ یہ لنگڑے، لوے، اندھے
 کانے اپا بیچ جو پیدا ہو رہے ہیں یہ اللہ ایسا نہیں کرتا۔ وہ تو عادل ہے۔ وہ تو
 سہے یہ اصل میں خود ان لوگوں کے عیوب اور افعال جو پرانے جون میں تھے۔ ان کی
 سزائیں رہی ہیں۔ تو میں ایک بات عرض کر دوں تاکہ حقانیت مذہب اسلام
 ثابت ہو جائے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ من حیث الشیعہ جواب دے رہا ہوں۔ میں بھی عدل
 کا قائل ہوں۔ وہ بھی عدل کے قائل۔ خدا پر الزام نہیں دینا چاہئے۔ معاذ اللہ اس
 کو نہیں برداشت کرتے کہ خدا کو غیر عادل کہا جائے۔ تو میں ایک لفظ کہتا ہوں کہ
 انہوں نے جو یہ لفظ کہے کہ پرانے جون میں گناہ کیا ہوگا اس کی سزا میں یہ لوے
 لنگڑے وغیرہ بن گئے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ عمل پہلے ہے یا جزاء و سزا پہلے
 ہے۔ کہنا پڑے گا عمل پہلے ہے جب عمل ہے تو عیب بھی عمل ہوا پہلی مرتبہ عیب
 بنائے گئے یعنی روح اور مادہ جب ملا (وہ بھی اس کو ملتے ہیں) روح اور مادہ
 کا آپس میں ملا حادث ہے تعلق روح حادث مادہ ہے جب حادث ہے تو
 روح جس مادہ سے ملی تو کیا بنا؟ اور کیوں بنا؟ اگر وہ صحیح وہ لم بنا (یعنی کسی
 عیب کے صحیح و سالم) تو عیب اس نے کوئی عمل ہی نہیں کیا یعنی ابھی تو وہ بن
 رہا ہے کوئی جانور بن رہا ہے کوئی انسان کوئی شجر کوئی حجر (یہ بھی انہوں نے
 لکھا ہے کہ یہ اس کے جون میں آجاتے ہیں) کوئی مڑ گا جو مٹی بنا ہے کوئی گھوڑا
 بنا ہے (یہ انہوں نے سب کچھ ہے تین قسم کے جون لکھے ہیں) مجھے اس پر بحث
 نہیں حالانکہ میں اس پر بہت تیار ہوں۔ اور میں ہی تیار نہیں جو بھی مدرسۃ الواعظین
 لکھنؤ سے فارغ التحصیل ہے ہر ایک تیار ہے۔ وہ نعمت ہم سے جدا ہو گئی۔

بھی اور عرض کو ملحوظ رکھ کر بناتے ہیں۔ تو ہمارے بنائے ہوئے میں کوئی عیب
 نہیں پاؤ گے۔ چیلنج ہے اللہ کا۔ کبھی ہمارے بنائے ہوئے میں عیب نہیں ہوگا۔
 تمہاری ذمہ داری نہیں لیتے کہ تم جس کو بنا لو اس میں عیب نہ ہو۔ یہ تو ہم اپنی ذمہ داری
 پر بیان کر رہے ہیں۔ یہ سن کر ایک شخص نے اعتراض کر دیا ہمارے چھٹے امام
 حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر۔ وہ عرض کرنے لگا کہ یہ لوے، لنگڑے
 اندھے، کانے، اپا بیچ یہ عیب نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں حکماء و فلاسفہ نے بھی
 دھوکہ کھایا اور یہ جو ہزار سال قدیمی مذہب آ رہا تھا۔ جس سے آ رہے تھے۔ یہ
 اسی غلط فہمی میں رہے۔ وہ لنگڑے، لوے، اندھے، کانے دیکھ کر کہنے لگے کہ
 خدا تو ظالم نہیں جو اندھے اور کانے بنائے گئے۔ انہوں نے اپنی جون میں یعنی جنم میں
 غلطیاں کی ہوں گی۔ ان کی سزا خدا نے دی ہے جو لنگڑے، لوے، کانے ہو گئے۔
 کوشش کر دوں گا آپ کے مسئلہ کا حل بتانے میں۔ بیچ میں ایک جملہ معترضہ سن لیں
 خدا کے لئے میرے شیعہ بھائی چودہ معصوموں کا کبھی فوٹو نہ بنائیں نہ لگائیں۔
 غلط ہے۔ گناہگار ہوں گے کیونکہ نسبت ہو گئی۔ دیکھنے والا عیب دیکھے گا۔ ذوق
 حسن الگ الگ ہے۔ کسی کو ناک کیسی پسند کسی کو چہرہ کیسا پسند۔ کسی کو آنکھیں
 کیسی پسند۔ تو اگر اس کے مطابق ذوق نہ ہوں تو وہ یہ دل میں کہے گا۔ کہ اگر یوں
 ہوتی تو اچھا تھا بس یہ حقارت ہو جائے گی۔ کیا حق ہے کسی کو آنکھ طاہرین کا
 فوٹو بنانے کا۔ نور کا عکس عین نہیں ہے آپ بادر کریں کہ یہ فوٹو جو آج کل چل رہے
 ہیں یہ صرف دوکانداری ہے جن کے یہاں ہوں اتار دیں ان کو دفن کر دیں۔ ہرگز
 نہ رکھیں۔ (صلوٰۃ)

ہمارے مبلغوں کے استاذ بنے۔ خطیب ایسے تھے کہ ان کا مثل ہی نہیں۔ جنہوں نے کبھی سنا ہوگا۔ آپ میں سے خدا جانتا ہے اس ممبر پر کہہ رہا ہوں ان کا مثل پیدا ہی نہیں ہوا۔ وہ جو بات کہتے تھے۔ اللہ کی طرف سے مثل الہام ہوتا تھا۔ دنیا حیران تھی ابوالکلام آزاد نے میرے سامنے ان کی تقریر جنت البقیع کے سلسلہ میں مشترکہ جلسے میں سن کر کہا کہ واللہ یہ خالق کلام ہے تو وہ ہستیاں جا رہی ہیں آپ کی توجہ نہیں ہے خدا کرے کہ اسلام آباد میں کوئی مدرسہ بن جائے آپ کا مگر یہ نہیں جیسے سرگودھا، ملتان، جھنگ میں ہیں۔ یہ بہت بن چکے۔ کیا فائدہ پہنچایا سرگودھا نے باب العلوم ملتان نے۔ اور کہاں کہاں بنے۔ ایک تو بنادیتے کوئی مبلغ تو یہ ہی لا کے دکھا دے جو مذاہب اسلام سے واقف ہو۔ کوئی آجائے۔ کوئی مذاہب والا آجائے۔ میں آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ کوئی میرے سامنے آجائے کوئی مذاہب والا میں اس سے حقانیت اسلام کے بارے میں بحث کرنے کو تیار ہوں اور ثابت کروں گا حقانیت اسلام غیر مذاہب کے مقابلہ میں۔ (صلوٰۃ)

حضرات میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ آریوں سے دہاں بحث ہوئی۔ آریوں نے وہ چیزیں پیش کیں۔ ان میں عالم بھی تھے۔ میرے کلاس فیلو ادیب عالم میں پڑھا کرتے تھے۔ آریہ تھے تعلقات تھے ہمارے یہاں تو مسلمانوں کا کوئی تعلق اچھا نہیں عالموں کا آپس میں تعلق اچھا نہیں میں چاہتا ہوں کہ سنی عالم اور شیعہ عالم آپس میں مل کر رہیں اور محبت سے پیش آئیں۔ یہاں ہے ہی نہیں وہ بات نہیں۔ دہاں کافروں سے بھی تعلقات تھے۔ مذہبی

خدا کرے کہ ہم میں کوئی ایسا بااثر اور جرأت والا سخی پیدا ہو جائے۔ دہاں تو ایک تھا۔ جس نے بتایا مدرسہ بغیر کسی مدد کے راجہ صاحب محمود آباد۔ یہ موجودہ راجہ کے باپ جن کو میں نے دیکھا مہاراجہ علی محمد خان۔ انہوں نے بتایا سب کچھ ایک آدمی نے یہاں کم سے کم کچھ مل کر ہی بنائیں۔ انہیں کے بنانے سے یہ آپ کو مبلغ نظر آتے ہیں اور کم ہوتے جا رہے ہیں۔ جو چلا گیا اس کی جگہ خالی ہے کہاں سے کوئی لائے گا علامہ کفایت حسین۔ وہ اپنے فن کے منفرد ایک ہستی تھے۔ کہاں مل سکتی ہے ان کی نظیر اسی طرح جو جا رہے ہیں ان کی بدل نظر نہیں آتا۔ یہ جو آپ چند آدمیوں کو کس رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کیا کریں گے۔ کچھ کیجئے یہی سرکار نجم العلماء کی متناہی۔ وہ ہم سے کہہ گئے لوگوں کو توجہ دلاتے رہو۔ تمہارا فرض ادا ہو گیا۔ اور اگر لوگ توجہ کریں تو مدرسہ الواعظین بن سکتا ہے ممتاز نمبروں سے کامیاب ہونے والے ممتاز الافضل کے بعد مدرسہ الواعظین میں پڑھنے آتے تھے۔ میرے ساتھی حوزہ علیہ نجف کے فارغ التحصیل جو میرے کلاس فیلو تھے سید جو ادبھی اور معصومہ قم کے حوزہ علیہ کے فارغ التحصیل مجتہد سید حسن محلاتی یہ شاگردینے اگر کھنڈ میں اور دہاں کتابیں جو دہاں پڑھائی جاتی ہیں اور دہاں منبر پر جو برسوں مجتہد بیان کرتا ہے۔ یہاں سرکار نجم العلماء سرکار ناصر الملت سرکار باقر العلوم اور سرکار ظہور الحسن یہ درس دیتے تھے انہیں کتابوں کا جو نجف میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مجتہد کوئی نئی چیز نہیں لاتا۔ یہ جو کتابوں میں ہے وہی تو ہوتی ہیں۔ الہام تو نہیں ہوتا۔ تو میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ تھا مدرسہ الواعظین ہمارے پرچے بچتے جاتے تھے۔ ممتحن نجف کے ہوتے تھے۔ اور دہاں سے نمبر کرتے تھے۔ اور ان میں سب سے اول سرکار سبط حسن صاحب مرحوم کے نمبر تھے۔ جو

معلوم تھے۔ امام نے فرمایا کہ تم ان لنگڑے لوے، اندھے، کانے کو کہتے ہو کہ ان کو اللہ نے بنایا ہے اور ان میں عیب ہے۔ تم عیب کے معنی نہیں سمجھے۔ عیب جانتے ہو کیا ہے۔ عیب کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی ہو اس کام کو پورا نہ کر سکے۔ اس کو عیب کہتے ہیں (صلوٰۃ)

یہ ہیں معنی عیب کے تو تم نے پہلے سمجھا بھی کہ یہ لنگڑے، لوے کیوں بنائے گئے ان کی غرض خلقت کبھی سوچی، کیونکہ خدا تو بقدر بناتا ہے۔ یہ تو نہیں کہ بنالیا پھر سوچا کہ کیوں بنایا۔ تو تم نے کبھی نہیں سوچا کہ اللہ نے کیوں بنایا کہا کہ مولا بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جتنے لنگڑے، لوے، اپاہج اللہ نے بنائے ان سے خدا کا ہدایت و نصیحت لیتا ہے۔ کہ ان کو دیکھ کر عیب لوگ اس حالت میں دیکھیں گے تو خدا یاد آئے گا۔ اور اس کا شکر کریں گے کہ مجھے ایسا نہ بنایا۔ (صلوٰۃ)

ان سے اللہ تعالیٰ نے کار عبرت لیا ہے۔ کہ وہ توجہ دلاتے ہیں اللہ کی طرف اور تم میں رحم اور مادہِ رحم پیدا کرتے ہیں۔ ترحم کرنے لگتے ہیں۔ اور ترحم انسان کے لئے جزوِ زندگی ہے۔ اگر ترحم ہو تو ظلم آہی نہیں سکتا۔ تو اس نے کہا کہ مولائیں آج یہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم کہ ان کے عمل کی جزا کتنی ہوگی۔ جن کی آنکھیں ہیں وہ تمام زندگی عمل کریں وہ ثواب نہیں ہو گا جو کسی اندھے سے کسی نے ہدایت حاصل کر لی۔ (صلوٰۃ)

غرض درمیان میں آگئی یہ بات۔ آج تو کچھ اور ہی بیان کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کل آپ کو یہاں تک پہنچایا کہ ہر ایک نوع ہر ایک جنس ہر ایک فعل اور پھر

اور علی کہ آؤ آپس میں تبادلہ خیالات کریں۔ اور اس کو برا نہیں جانتے تھے میں نے چھ سال علماء اہل سنت سے فرنگی محل میں پڑھا۔ مدرسہ نظامی میں اور میرے استادوں میں اعلیٰ حضرت مولانا عبد الباقی صاحب، مولانا عنایت اللہ، مولانا محمد شفیع، مولانا محمد امین یہ میرے اساتذہ ہیں ان سے بھی پڑھنا تھا۔ اور شیعہ مدرسہ میں شیعہ علماء سے بھی پڑھنا تھا ہوں انہوں مجھے بڑی خوشی سے پڑھایا۔ انہوں نے کوئی بخل نہیں کیا۔ ان میں سے بعض زندہ ہیں شہید انصاری مشہور آدمی ہیں آپ نے ان کے کلام سنے ہوں گے۔ وہی بڑے مشہور شاعر شہید انصاری۔ جو حضرات آل محمد کو آقا اور اصحاب کو غلام جانتے تھے۔ غرض یہ درمیان کی بات تھی جو میں نے کہہ دی۔ وہ جو دس جلسیں میری یہاں پچھلے سال ہوئی تھیں وہ میرے ایک محترم مبدع لکرامی ایک بزرگ ہستی سید علی امام صاحب، انہوں نے نوٹ کر لیں۔ یعنی پہلے ٹیپ ریکارڈ میں آئیں۔ پھر ان کو نوٹ کیا مجھے دکھایا اب وہ مکمل ہو چکیں۔ وہ ان کو شائع کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے خواہش کی ہے کہ اس پر مقدمہ میں تم کچھ لکھ دو کہ تم نے کہاں پڑھا۔ کس طرح پڑھا کھتو میں کیا ہوتا تھا۔ وہ میں لکھ رہا ہوں ذکر میں آگیا۔ تو میں نے اتنا عرض کر دیا۔

غرض دنیا گمراہ ہوئی اس لئے گمراہ ہوئی کہ توحید کو بچاتے بچاتے خود گمراہ ہو گئے اور وہ نہ سمجھے کہ یہ لنگڑے لوے کیوں بنائے گئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ تو حضرت نے عیب کے معنی بتائے۔ لوگ عیب کے معنی نہیں جانتے تھے۔ وہ کیا جواب دیں گے جہیں عیب کے معنی نہیں

کائنات کے اقسام جدا جدا اپنی اپنی قدروں پر بنائے گئے ہیں پانی بنایا ہے پینے کے لئے۔ اتنا نرم بنایا کہ گلے میں پھنسنے نہ پائے آرام سے اتر جائے یعنی جو چیز جس مقصد سے بنائی اس کو دیکھ کر سمجھ کر خدا نے اسکی عرض خلقت ملحوظ رکھ کر بنایا۔ اسی طرح زمین کی چیزیں دیکھتے جلیئے۔ انسان، جانور اور فرشتے ان تینوں کو پیش کیا ہے۔ علامہ غلشی علیہ رحمۃ نے اور تقریب کے ساتھ پیش کیا کہ آپ حضرات آنکھوں سے حق و باطل کو دیکھ لیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جانور کو دیکھو جن قدروں پر پیدا کیا گیا۔ جو عرض خلقت تھی اس کی اس میں جانور کو مکمل بنایا۔ جس کام کے لئے بنایا مکمل بنایا۔ مگر اس میں ایک کمی ہے جو اس کے لئے نہ تھی وہ کیا۔ اس کو خواہشات تو دیدیں۔ لیکن خواہشات میں تمیزی کی قوت کہ کونسی خواہش مناسب ہے۔ کونسی نامناسب یہ قوت تمیز نہیں دی۔ صرف خواہش دیدی۔ ہر ابھرا کھیت دیکھے گا۔ اور دوڑے گا۔ یہ خواہش قدرت نے دیدی ہے۔ وہ جائے گا اور ضرور جائے گا وہ سبزے کو کھلیے گا مگر اس میں یہ قوت تمیز نہیں کہ یہ کھیت میرے مالک کا نہیں ہے غیر کا ہے۔ (صلوات) یہ اس میں تمیز نہیں ہے اور وہ چرے گا کھیت۔ اور جب چرے گا کھیت۔ تو اب جس کا کھیت تھا جس کا باغ اس نے اجاڑا تھا وہ باغ والا آئے گا اس کے لئے کوئی بچو نامہ نہیں لکھے گا۔ اس کے لئے کوئی مذمت نہیں لکھے گا۔ برا نہیں کہے گا۔ نہ اس کو برا کہے گا نہ اس کی مذمت کرے گا۔ بلکہ اس کو پکڑ کر تلاش کرے گا اس کے مالک کو۔ مالک کو پکڑے گا کہ تم نے باندھ کر کیوں نہ رکھا۔ اس کی تو قدرت تھی۔ مالک تو معلوم تھا کہ اس کو باندھ کر رکھنا چاہیے تھا تاکہ

یہ غلط جگہ نہ چرنے لگے۔ کسی کا باغ نہ کھا جائے۔ یہ قوت تمیز جانور میں نہیں ہے اب تو فرشتہ لیجئے۔ فرشتے میں قوت عاصمہ ہے عیب سے۔ برائیوں سے روکنے والی قوت ہے کبھی برا نہیں کرے گا۔ فرشتے سے برا نہیں ہوگا۔ کیونکہ گناہ کرنے اور کرانے والی قوت اس میں ہے ہی نہیں یعنی خواہش شہوانیہ اس میں نہیں ہے اس سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کر ہی نہیں سکتا۔ روکنے والی قوت قوت قدسیہ ہے۔ پاکیزگی کی قوت ہے لیکن گناہ کرنے کی قوت فرشتے میں نہیں ہے۔ تو فرشتے سے کبھی گناہ نہ ہوگا۔ کبھی غلط کام نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں گناہ یا غلط کام کرنے کی قوت ہی نہیں ہے۔ اب لیجئے بیچ میں انسان۔ اس میں دونوں قوتیں ہیں۔ قوت شہوانیہ بھی دی ہے یعنی گناہ کی طاقت اور قوت قدسیہ یعنی بچانے والی، روکنے والی قوت۔ برائی کی طرف لے جانے والی بھی دی ہے اور برائی کو کچل کر رکھ دینے والی بھی دیدی۔ اگر وہ دوسری قوت نہ ہوتی یعنی سمجھنے والی جو برائی کو جانتی ہے اور روکتی ہے کہ یہ نہ کر دو۔ اگر یہ قوت نہ ہوتی تو یہ انسان گناہ چھپ کر نہ کرتا۔ اس کا چھپ کر گناہ کرنا۔ پوشیدہ ہو کر گناہ کرنا ہی یہ بتاتا ہے کہ قوت اس میں ہے جو سمجھا رہی ہے یہ کام نہ کر۔ لیکن یہ آگیا قوت شہوانیہ کے اثر میں اور گناہ کر بیٹھا۔ ادھر جانور نے بھی کھیت لکھایا۔ اس نے بھی گناہ کیا۔ انسان نے قوت شہوانیہ پر عمل کیا۔ خواہش پر عمل کیا اور جو سمجھانے والی قوت تھی اس کی بات نہ مانی۔ نتیجہ کیا ہوا غلطی اس سے بھی ہوئی اور جانور سے بھی۔ مگر جانور کو برا نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس میں سمجھانے والی قوت نہ تھی جو سمجھاتی کہ یہ غلط کام نہ کر۔ اور اس میں تھی۔ وہ

تو اب آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ غیر معصوم کبھی معصوم کا حاکم نہیں ہو سکتا اور جب فرشتے دیکھتے ہیں ایسے انسانوں کو کہ باوجودیکہ قوت شہوانیہ ہے وہ پاکیزہ اور قوت قدسیہ پر عمل کرنے والے ہیں وہ دیکھتے ہیں ایسی ہستیوں کو فرش پر دیکھ کر عرش سے اترتے ہیں۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے پہنچتے ہیں کہ یہ بھی معصوم ہم بھی معصوم ہماری عصمت مجبوری مہی ہم میں گناہ کی طاقت نہ تھی۔ ان میں وہ طاقت ہے پھر وہ پاک تو کبھی وہ چکیاں پیسنے لگتے ہیں۔ کبھی وہ جھوٹے چھو لاپسے ہیں۔ وہ کسی کے رشتے دار نہیں ہیں۔ (صلوات)

اب آپ کے سامنے دو چیزیں میں نے پیش کی ہیں۔ ایک جانور جو غلطی کرتا ہے کیونکہ وہ غلطی اقتضائے فطرت ہے۔ یعنی تقاضہ ہے فطرت کا غلطی تو آپ سمجھتے ہیں آپ کی نظر میں غلطی ہے۔ لیکن اس کو آپ غلط کلام نہیں کہہ سکتے اس کو تو آپ کہیں گے فطرت پر عامل۔ اس کا عمل کا تو فطرت ہے سیرہ لہلہا تا نظر آیا اس نے کھایا جانور جو کچھ کرتا ہے اُسے اختیار نہیں دیا گیا۔ یہ میرے مقدمات تھے یعنی تمہیں یقین۔ اب بحث آگئی۔ اب میں آپ کو آگے لئے جا رہا ہوں جانور کو اختیار نہیں دیا۔ اس کا فعل ہو گا وہ اللہ کی تخلیق اور فطرت کا تقاضا ہو گا۔ پھر سمجھ لیجئے جانور کے افعال اس کے فطری ہیں۔ قدرت نے اُسے اختیار نہیں دیا کبھی آپ نے سنا کہ جانوروں نے حوصلہ بنایا ہو۔ لوہا ریا تر کھان کا کوئی کام سیکھا ہو اور انہوں نے زمین میں ہل چلا کر کوئی کام کیا ہو۔ نہیں۔ وہ ہل بنانا اور چلانا نہیں جانتے کہ کس طرح بنتا ہے اور کس طرح چلتا ہے۔ انہیں نہیں آتا لوہار وغیرہ کا کام کسی کام کو وہ نہیں جانتے۔ اور چونکہ نہیں جانتے لہذا قدرت نے

سمجھاتی رہی پھر گناہ ہو گیا۔ تو یہ انسان جانور سے بدتر۔ اب میں آیت پڑھتا ہوں
ہُمْ اَكْاَلَا نَعَامٌ بَلْ هُمْ اَصْنٰ

(ترجمہ) وہ بندے جو خواہشات پر عمل کریں۔ اور قوت قدسیہ کے سمجھانے پر کوئی اثر نہ لیں وہ جانوروں کے مثل ہیں۔ بلکہ جانوروں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ جانور میں تو سمجھانے والی طاقت ہی نہ تھی۔ اس لئے اس نے جو کچھ کب خواہشات پر عمل کیا۔ لیکن انسان میں سمجھانے والی قوت تھی مگر وہ نہ مانا اور خواہشات پر عمل کیا تو یہ دیکھتے ہیں انسان۔ دیکھتے ہیں صورت و شکل انسان کی مگر جانور سے بدتر۔ جانور سے کیوں بدتر۔ کہ اُس میں سمجھانے والی قوت نہ تھی اور اس میں تھی مگر اس پر عمل نہ کیا۔ اگر قوت شہوانیہ ابھارتی رہی جو خش مارتی رہی۔ اور قوت قدسیہ دباتی رہی۔ اور اس نے دبا دبا کر قوت شہوانی کو دبا دبا کر مضمحل کر دیا اور اتنا دبا یا۔ کہ اُسے بھرنے نہ دیا اور قوت قدسیہ پر عمل کرتا رہا تو گناہ سے پاک رہا اب گناہ نہ کر سکا جس نے قوت قدسیہ پر عمل کیا اور قوت شہوانی کو دبا دیا تو ایسا انسان فرشتوں کا سردار۔ وہ بھی معصوم اور یہ بھی معصوم ان کی عصمت مجبوری۔ گناہ کی طاقت نہیں اور اس میں گناہ کی طاقت تھی مگر دبا کے اس کو مضمحل کیا شکست دی اور قوت قدسیہ پر عمل کیا تو اس کی عصمت خود حاصل کردہ اور فرشتوں کی مجبوری۔ لہذا یہ فرشتوں کا سردار۔ تو اب جو گناہ کرے وہ انسان جانوروں سے بدتر۔ اور جو گناہ سے پاک ہو وہ فرشتوں کا سردار۔ اب قیصلہ کرو کہ کیا فرشتوں کا سردار اس کا مضموم ہو سکتا ہے۔ جو جانوروں سے بدتر ہو (صلوات)

ان کی ذمہ داری خودی کہ تمہارے لئے غذا وغیرہ ہم پیدا کریں گے۔ اور انسان کیلئے
 حاصل وغیرہ بنانے کا اختیار زمین کو جوتنے کا اختیار زمین میں حاصل چلانے کا اختیار
 دیا اور جیب اُسے اتنے اختیار اور قوتیں دیں تو کہہ دیا کہ ہم خود گندم وغیرہ یا
 غذا نہیں تیار کریں گے۔ تم حاصل چلاؤ اور حاصل چلانے کا اختیار ہے تم کو۔ ہل
 چلا کر اس میں دانہ ڈالو اور چھپاؤ۔ اور جیب تک تم یہ نہیں کرو گے فصل گندم نہیں پیدا
 ہوگی۔ ہم نہیں ہونے دیں گے پہلے تم ہل چلا کر دانہ کو چھپاؤ۔ یہ ہے تمہارا کام اور
 جب تمہارا کام ہے اتنا کہ ہل بناؤ اور چلاؤ دانہ چھپاؤ۔ جب دانہ چھپا دیا تو تمہارا
 کام ختم۔ اب ہمارا کام شروع۔ اب اس دانہ کو شگاف دینا ہمارا کام ہے اب
 اُس دانہ کو شگاف دے کر اسیں سے ہم پیدا کریں گے کوئی۔ اس کو پھر ہم آگے
 بڑھائیں گے اس میں پھل پھول لگیں گے۔ اور اگر تم نے ہمارے کام میں دخل
 دیا۔ کہ اپنے ناخن سے توڑ کر دانہ ڈالو تو فاسد ہو جائے گا دانہ مٹ نہیں ملے گا
 کیونکہ تم نے ہمارے کام میں دخل دیا۔ تم اپنا کام کر دو۔ ہم اپنا کام کریں۔
 یہ انسان کو اختیار دیا اور جانور کو نہیں دیا اسی طرح فرشتے کو دیکھئے۔ کہ
 اس کو اختیار نہیں دیا اچھے یا بُرے کا کہ یہ کام کر کے ہم امر و نہی
 یعنی فرشتے اللہ کے اشاروں پر چلتے ہیں وہ کبھی نافرمانی کر سکتے ہی نہیں ان
 میں نافرمانی کی قوت ہی نہیں ہے۔ آج بشیر اک بات کہتا ہے یادگار راولپنڈی
 کے لئے۔ ان کے افعال اللہ کی طرف منسوب۔ کیونکہ ان میں اختیار نہیں دیا کسی
 ترمیم، کمی یا زیادتی کا۔ لہذا ملائکہ کے افعال خدا کی طرف منسوب۔ جو کچھ کریں
 سمجھو خدا نے کرایا۔ اور ادھر جانوروں کو اختیار نہیں دیا سو چنے کا نیک و بد

آپ خود فیصلہ کر لیجئے۔ شیروں کو دیکھا ہے کہ سر جھکائے کھڑے ہیں پڑھیں
 بکتہ السباع متروک عباسی کا۔ یعنی وہ پھاڑ کھانے والے جانور، دندے،
 شیر، چیتے، بھیڑیے وغیرہ ایک جگہ بند تھے۔ ہر ایک کا کھڑا الگ الگ

ان کی ذمہ داری خودی کہ تمہارے لئے غذا وغیرہ ہم پیدا کریں گے۔ اور انسان کیلئے
 حاصل وغیرہ بنانے کا اختیار زمین کو جوتنے کا اختیار زمین میں حاصل چلانے کا اختیار
 دیا اور جیب اُسے اتنے اختیار اور قوتیں دیں تو کہہ دیا کہ ہم خود گندم وغیرہ یا
 غذا نہیں تیار کریں گے۔ تم حاصل چلاؤ اور حاصل چلانے کا اختیار ہے تم کو۔ ہل
 چلا کر اس میں دانہ ڈالو اور چھپاؤ۔ اور جیب تک تم یہ نہیں کرو گے فصل گندم نہیں پیدا
 ہوگی۔ ہم نہیں ہونے دیں گے پہلے تم ہل چلا کر دانہ کو چھپاؤ۔ یہ ہے تمہارا کام اور
 جب تمہارا کام ہے اتنا کہ ہل بناؤ اور چلاؤ دانہ چھپاؤ۔ جب دانہ چھپا دیا تو تمہارا
 کام ختم۔ اب ہمارا کام شروع۔ اب اس دانہ کو شگاف دینا ہمارا کام ہے اب
 اُس دانہ کو شگاف دے کر اسیں سے ہم پیدا کریں گے کوئی۔ اس کو پھر ہم آگے
 بڑھائیں گے اس میں پھل پھول لگیں گے۔ اور اگر تم نے ہمارے کام میں دخل
 دیا۔ کہ اپنے ناخن سے توڑ کر دانہ ڈالو تو فاسد ہو جائے گا دانہ مٹ نہیں ملے گا
 کیونکہ تم نے ہمارے کام میں دخل دیا۔ تم اپنا کام کر دو۔ ہم اپنا کام کریں۔
 یہ انسان کو اختیار دیا اور جانور کو نہیں دیا اسی طرح فرشتے کو دیکھئے۔ کہ
 اس کو اختیار نہیں دیا اچھے یا بُرے کا کہ یہ کام کر کے ہم امر و نہی
 یعنی فرشتے اللہ کے اشاروں پر چلتے ہیں وہ کبھی نافرمانی کر سکتے ہی نہیں ان
 میں نافرمانی کی قوت ہی نہیں ہے۔ آج بشیر اک بات کہتا ہے یادگار راولپنڈی
 کے لئے۔ ان کے افعال اللہ کی طرف منسوب۔ کیونکہ ان میں اختیار نہیں دیا کسی
 ترمیم، کمی یا زیادتی کا۔ لہذا ملائکہ کے افعال خدا کی طرف منسوب۔ جو کچھ کریں
 سمجھو خدا نے کرایا۔ اور ادھر جانوروں کو اختیار نہیں دیا سو چنے کا نیک و بد

قضاۃ خدا (۵) قدر خدا (اجل خدا) (۷) اذن خدا، یہ سات چیزیں ہیں اگر ان سات چیزوں کو دنیا سمجھ لیتی تو کبھی انکار نہ کرتی حضور کی عظمت کا۔ اپنا جیسا کوئی نہ کہا سکتا اگر اسکو پہچان لیتے۔ ایک شخص آیا ہمارے چھٹے امام کی خدمت میں ابوبصیر اور وہ پوچھتا ہے کہ تمہارے نانا جن کا کلمہ پڑھا جاتا ہے کیا وہ تمام علوم جانتے تھے وہ تمام علوم کو جو دیگر تمام انبیاء کو حاصل ہیں کیا وہ جانتے تھے؟ جب یہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ میرے نانا تمام علوم جو انبیاء جانتے تھے اور جو انبیاء کو علوم حاصل نہیں وہ بھی میرے نانا جانتے تھے۔ کیونکہ خدا نے قرآن میں کہہ دیا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (ترجمہ) یہ اللہ کا فضل ہے تجھ پر کہ وہ تمام چیزیں دیدیں اور جو نہ آتی تھیں وہ سب بتادیں میرے نانا کو تمام علوم حاصل تھے اللہ نے سب پڑھا دیا کل کائنات کا علم تھا اس نے ایک سوال کیا۔ کل کائنات کا علم؟ کیا وہ کائنات سے پہلے بنے؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے ان کو مکہ میں دیکھا (صلوات) اور ہم نے ان کو اس وقت دیکھا جب کچھ نہ تھا اور وہ تھے۔ ایک بتانے والا اور ایک بننے والا۔ اور وہی اول بنے۔ وہ کہنے لگا۔ آج کل کے ملاؤں کی طرح زندقہ (زندیق کے معنی منکر شریعت) وہ کہنے لگا کہ وہ جو اول بنا کیا وہ تمہارے نانا کا نور تھا۔ آپ نے فرمایا بیشک ہمارے نانا کا نور اول بنا۔ اس نے کہا کہ آپ کے نانا کا نور آپ نے فرمایا کہ جب دنیا قدیم نہیں تو کوئی تو اول بنا۔ میرے نانا نے کہا کہ میں اول بنا۔ اور جب کسی مذہب کسی دین کے رشتی، منی، رہبر، ہادی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ اور صاف کہہ دوں کسی جھوٹے نبی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں اول بنا۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ اگر کہہ دیا کہ میں اول بنا تو ہر ایک پوچھے گا۔ بتا عرض

ایک عورت آئی کہ میں زینب بنت علی ہوں۔ امام علی نقی علیہ السلام کا زمانہ۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ ہے وہ زینب جو بی بی فاطمہ کے شیر کو پی کر پروردہ ہوئی تو اس کو لے جاؤ بکتہ السباع میں۔ یعنی داندوں کے کٹھروں میں۔ اور کٹھروں سے نکال دو شیر اور چیتے وغیرہ کو اگر اس کو ٹکڑے کر دے شیر نہ جھکے قدموں پر تو سمجھ لینا کہ جھوٹی ہے۔ اور اگر شیر سجدہ کرنے لگے تو سمجھ لو نبوت علی ہے جب مولانا نے یہ فیصلہ دیا تو اس عورت نے متوکل عباسی سے کہا کہ میں تو نہیں جانتی۔ وہ جو اولاد علی بنتے ہیں پہلے تم انہیں بلاؤ۔ امام علی نقی علیہ السلام کو بلایا متوکل عباسی نے اور کہا کہ اندر جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا کہ جتنے دروازے کٹھروں کے بند ہیں وہ سب پھتوں پر جا کر کھول دو۔ اور یہ پچھاٹک بھی کھول دو۔ اس نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ نکل کر شہر بھر کو تباہ کر دیں۔ نقصان پہنچائیں سارے شہر کو۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں گا اس وقت تک یہ شیر باہر نکل نہیں سکتے۔ جب یہ فرمایا آپ نے تو کھول دیئے گئے تمام دروازے آپ گئے ایک ایک کو اشارہ کرتے تھے وہ ایک ایک کٹھرے سے نکلتا تھا اور آپ کے قدموں پر سر جھکاتا تھا اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ ایک ایک اسی طرح آیا۔ متوکل نے کہا یہ کچھ بول رہے ہیں کیا کہہ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیر اور چیتے وغیرہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ انسان ہے جو آپ کو نہ پہچانتے ہم آپ کو پہچانتے ہیں قدرت نے ہمیں بھیجا ہے۔ (صلوات)

غرض میں یہاں تک آپ کو لے آیا۔ اب اذن تک لے جاتا چاہتا ہوں۔ پہلے میں سات چیزیں بتا چکا ہوں (۱) علم خدا (۲) مشیت خدا (۳) اللہ خدا

کیسے بنا۔ جبریل کیونکر بنا۔ یہ آسمان کیسے بنا۔ سوال کر دے گا۔ تو جوادِ بناوہ خود کہہ رہا ہے کہ پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ (صلوٰۃ) آسمانوں کا پوچھو، زمینوں کا پوچھو۔ کائنات میں جس چیز کا چاہو پوچھ لو۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ کسی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اول کون بنا۔ کسی مذہب میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا حضور نے ضرور کہا۔ سرکارِ دو جہاں کے اول بننے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خدا نے خود کہا حضور کو وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (ترجمہ) اے میرے حبیب اللہ نے تمہیں رحمت بنایا۔ رحمت۔ توبہ، رحمت کی ضد غضب۔ غضب اور رحمت دو چیزیں غضب فنا چاہتا ہے۔ اور رحمت بقا چاہتی ہے۔ (صلوٰۃ) جب رحمت ہوگی تو وجودِ دشمنے اور غضب ہوگا تو دشمنے دشمنے۔ توجہ عالمین کے لئے حضور رحمت تو مانتا پڑے گا کہ وجودِ عالمین آپ کی رحمت سے ہے حضور میں رحمت۔ حضور کے سوا ہم کسی کو رحمت العالمین نہیں مانتے۔ حضور کے اجزاء ہیں جن پر درود ہے۔ کیونکہ درود حق ہے صرف رسول کا جو رحمت ہیں۔ اور رحمت کے اجزاء آل کہلاتے ہیں۔ آل کے معنی آپ جانتے ہیں۔ اَلْیٰوْذُلُ یعنی رَبِّعَ یَرْبِیْعُ آلِ اس کو کہتے ہیں کہ جب رجوع کرے تو اسی مرکز کا جز بنے جہاں سے نکلا تھا۔ (صلوٰۃ) ہم اسی لئے آل محمد کو اجزاءِ محمد کہتے ہیں۔ آل کے معنی ہم یہ سمجھے۔ ثوابِ بشریہ کہتا ہے کہ جب حضور سب سے اول بنے اور ان کے اجزاء ہیں جن کو آل محمد ہم کہتے ہیں۔ تو آل بھی رحمت کے معنی ہیں۔ یعنی اجزاء رحمت ہیں۔ آپ سمجھ ہی گئے کہ محمد عربی کے آل اور محمد عربی رحمت العالمین۔ توبہ جتنے اجزاء ہیں حضور کے یہ سب رحمت

جب آپ یہ سمجھ گئے۔ تو رحمت کے معنی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں شروع ہی میں جہاں لفظ رحمان و رحیم کی بحث کی ہے۔ اس میں رحمت کے معنی بتائے ہیں (نفسی کو اشارہ کر کے کہا) آپ ہی سے پوچھ لو کہ رحمت کے معنی کیا ہیں۔ ذرا مجھے معنی رحمت بتادیں۔ آپ کہیں گے بارہا رحمت۔ ٹھنڈی ہوا رحمت ٹھنڈا پانی رحمت بارغ باغیچے رحمت۔ مگر یہ رحمت کے معنی نہیں۔ کب رحمت کے معنی بارش۔ کیا رحمت کے معنی ٹھنڈی ہوا کیا رحمت کے معنی ٹھنڈا پانی نہیں رحمت کے معنی سمجھے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر (بہترین تفسیر سب سے بڑی تفسیر) میں تحریر فرماتے ہیں۔ اَلرَّحْمَةُ هَلْ الْمَشْكَلَاتُ وَاجِبَاتُ الْحَاجَاتِ (ترجمہ) رحمت کے معنی مشکلوں کا حل ہو جانا اور حاجتوں کا پورا ہو جانا۔ کیوں؟ دہرہ بتاتے ہیں کہ انسان کو سکون و اطمینان تب ہوگا کہ جب مشکلیں حل ہوں گی۔ اگر کوئی مشکل میں پھنسا ہے تو وہ رحمت میں نہیں۔ وہ تو عذاب میں پھنسا ہے۔ کیونکہ اس کے دل کو سکون نہیں اطمینان نہیں لہذا رحمت میں نہیں اور اسی طرح اگر مشکلیں نہیں، حاجتیں ہیں کہ مجھے خدا بیاد دے۔ اور حاجت پوری نہیں ہو رہی وہ دعاؤں کے لئے کہتا ہے کہ حاجت پوری نہیں ہو رہی ہے۔ تعویذ بھی لاتا ہے ڈاکٹر دلوں سے بھی رجوع کرتا ہے۔ بڑی منکر کرتا ہے۔ یہ منکر اور اضطراب میں کہ مجھے بیاد دے۔ تو جب تک حاجت پوری نہ ہوگی تو یہ رحمت میں نہیں۔ یہ مشکلات میں ہے۔ ثواب رحمت کا مفہوم کیا ہوا؟ رحمت کا مفہوم؟ حل مشکلات اور انجام حاجات۔ یعنی مشکلوں کا حل ہونا اور حاجتوں کا پورا ہونا تو اب جو بھی رحمت بنے گا وہ مشکل کشا بھی ہوگا اور حاجت روا بھی ہوگا۔ اور اگر وہ مشکل کشا نہیں

سرمکار دو جہاں کا نور اول اور من لا شے۔ لا شے سے بنا۔ شے سے نہیں کیونکہ اگر شے سے بنے تو پھر وہ شے اول نہیں پھر وہ شے کس شے سے بنی اور اگر وہ شے سے بنی تو پھر یہ سلسلہ چلائے کہ کون اول۔ دنیا ہے حادث تو جو اول بتا دہ کہاں سے بنا۔ مانا پڑے گا کہ شے اور جب لا شے سے تو نور محمدی اور اس کے اور اس کے اجزاء لا شے سے بنے۔ اور جب یہ بن گئے تو شے بنے تمام اشیاء عالم شے سے بنی تو یہ جو لا شے سے بنے اگر یہ نہ ہوتے تو اشیاء نہ ہوتے۔ اشیاء شے سے بنے۔ اور یہ لا شے سے بنے۔ تو جو لا شے سے بنا اس کا مقابلہ ان سے کرتے ہو جو شے در شے در شے وغیرہ بنے ہوں۔ (صلوات)

اب یہاں پر میں آپ کو لے آیا ہوں۔ اور یہاں تک آپ پہنچ گئے کہ ان کی تخلیق کی نوعیت الگ ہے۔ یہ سب سے الگ بنے اور حضرت عیسیٰ کو خدا نے خالق کہا ہے۔ وَإِذْ تَخْلُقُ اِنِّیْ اَخْلُقُ مِنْ اَیِّطِنَ کَھِیْمَتِ الْکَلْبِ فَاَنْفَعُ فِیْهِ فَنَیْکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ (ترجمہ) میں خلق کرتا ہوں مٹی سے پرندے کی شکل پھر اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ باذن خدا پرندہ بن جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی طرف آنے والے کی نشانی بتائی ہے کہ میں تمہیں نشانی بتاتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے آیا ہوں۔ نشانی اس کی ہے میرے پاس۔ میں اس کی طرف سے آیا ہوں۔ میں خلق کروں گا۔ تمہارے لئے مٹی سے پرندہ یعنی پہلے پرندہ کی شکل بناؤں گا۔ پھر اس میں پھونک ماروں گا۔ وہ اڑنے لگے گا۔ یہ مجھے کہاں سے ملا۔ یہ اذن اللہ۔ اللہ

تو رحمت ہمیں۔ اگر وہ حاجت روا نہیں تو میرے لئے رحمت نہیں اور جب رحمت کے معنی آپ سمجھ گئے تو جہاں بھی رحمت العالمین کا ٹکڑا مل جائے جہاں بھی ہوگا۔ وہ مشکل کشا بھی ہوگا اور حاجت روا بھی ہوگا۔ چاہے خراسان میں مل جائے، چاہے تحف میں، چاہے کاظمین دسامرہ میں یہاں ٹکڑا مل جائے وہ حاجت روا بھی ہے اور مشکل کشا بھی ہے (صلوات)

تو اس شخص نے کہا کہ اگر آنحضرت اول بنے تو کس چیز سے بنے (میرے مولا سے گفتگو ہے زندگی کی) وہ کہتا ہے کہ اگر اول بنے تمہارے تانا تو ان کا نور اول تھا۔ کہا کہ ہاں۔ وہ پوچھتا ہے مِنْ اَیِّ شَیْءٍ تَخْلُقُ (ترجمہ) کس شے سے بنے۔ تمہارے تانا کس شے سے بنے یہ نور ان کا کہاں سے آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اول بھی مانا ہے اور شے سے بھی پوچھتا ہے۔ جو شے سے بنے وہ اول کب رہا میرے تانا کا نور تو اول ہے تو اس نے کہا کہ کیسے بنے تو آپ نے فرمایا۔ لا شے سے من لا شے۔ اس نے کہا۔ لا شے سے شے بن سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر شے ہی سے شے بنے تو شے قدیم ہو جائے گی۔ (صلوات) تو اس نے کہا کہ ہاں قدیم تو بس ایک ہی اللہ ہے شے تو قدیم نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب شے قدیم نہیں تو حادث اور جب حادث ہے تو جو بھی اول بنے گا وہ شے سے نہیں۔ ورنہ اول نہیں۔ جو بھی اول وہ لا شے سے ہے۔ سن یہی معنی ہیں اللہ کے خالق ہونے کے یہی مطلب ہے کہ خدا خالق اور غیر خدا خالق نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لا شے سے شے بنانا یہ فعل خدا کا ہے۔ (صلوات)

پڑے گا کہ کچھ تو تیں تھیں جنہوں نے یہ کام کیا۔ اور ان قوتوں کو خدا نے اپنا ہاتھ کہا
یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ چلیے آگے۔ تو حضرت عیسیٰ نے یہ جملے کہے ہیں آخری
بیان پر آگیا ہوں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے ثابت کر دیا۔ یہ واقعات
سابقہ بے کار نہیں ہیں قرآن میں یہ قصص الانبیاء عبث نہیں ہیں قرآن میں۔ یہ
عیسیٰ کا واقعہ سنایا قرآن میں کہ عیسیٰ وہ ہے کہ جو مٹی کو پانی میں ملا کر زندہ بناتا
ہے۔ پھونک مارتا ہے اڑا دیتا ہے۔ اَنْخُلْ لَکُمْ مِنَ الطِّينِ کَیْہِ الطَّیْر
وَالنَّفْثِ فِیْہِ فَبِکُنْ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ اندھا مادر زاد آئے۔ تو وہ ہاتھ پھیر
کر آنکھیں دیدیتا ہے۔ کوئی کوڑھی آجائے اس کو ہاتھ لگایا وہ اچھا ہو جائے۔
وَابْرَئِیْ اِلَکَہِ وَالْاَیْمَہِ وَالْاَحْمَہِ الْمَوْتِ اور وہ مردے کو ہٹو کر مار کر
زندہ کر دیتا ہے۔ وَاَلْبَسْکُمْ مَا تَکْمُنُہٗ اور جو تم کھا کر آتے ہو وہ بتا دیتا
ہے کہ کیا کھایا۔ وَاَمَّا تَرْمِزُونَ فِیْہِ بِیُوسُفَہِ اِذْ جَعَلُوہٗ سَجَّدًا لِّمَنْ یُّجَیِّبُہٗ
وہ بتا ہے کہ یہ ذخیرہ کیا گیا ہے۔ یہ عیسیٰ یہ کمالات ہیں عیسیٰ کے سنی اشیعوا
اب بشیر اک بات کہتا ہے کہ یہ عیسیٰ مردوں کو بھی زندہ کرتا ہے اور پرندے
کو خلق بھی کرتا ہے۔ اور آنکھیں دیتا ہے نابینا مادر زاد کو۔ اور بیماروں کو
شفاء دیتا ہے تو جس کے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔ اس کی منزلت
کیا ہوگی۔ (صلوات) تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ عیسیٰ جس کے پیچھے نماز
پڑھ رہے ہیں۔ کَیْفَ اُنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ دَامَا مَکُمْ مِنْکُمْ اور
یَقْتَدِیْہِ عِیْسٰی بَنُ مَرْیَمَ۔ امام تمہارا ہوگا۔ نبی اسرائیل کا نبی پیچھے نماز
پڑھے گا۔ اور نبی ہو کر روح اللہ شفی شفا دینے والا۔ بیماروں کو شفا

نے اذن دیا ہے۔ تو جس کو اللہ اذن دے دے وہ خالق۔ مگر خالق ہے شے سے شے کا شے
سے۔ (صلوات)

وہ خالق ہے مگر مٹی سے پرندہ بنایا۔ شے سے شے بنائی کا شے سے شے
نہیں بنا سکتا۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں بِاِذْنِ اللّٰہِ کا
کا اذن ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کو اذن حاصل تھا۔ اذن۔ اب وہاں
سے چلیے جو میں نے سات چیزیں بتائی تھیں۔ آخری چیز ہے اذن۔ جس کو اذن
مل جائے وہ کائنات کے مواد میں تبدیلیاں کر سکتا ہے مٹی کو پرندہ بنا کر پھونک
مار کر روح داخل کر کے اڑا سکتا ہے۔ اذن لا۔ بنایا بھی خلق بھی کیا۔ روح بھی
ڈالی۔ روح کیے پھونک ماری روح آگئی۔ کیا خدا نے پھونک ماری کیا خدا
بھی کہیں پھونکیں مارتا ہے ذرا سوچ لو۔ دیکھ لو۔ اور اگر یہ سمجھ میں آگئی بات تو پھر
مجھے بتاؤ کہ اگر کہیں کہہ دے خدا کہ میں نے آدم کو بنایا۔ قَدْ اَدَا سَوْئَتَہٗ وَنَحْنُ
فِیْہِ مِنْ مُّرْدُوۡحِیْ۔ (ترجمہ) جب میں آدم کو درست بنا لیا اور اس میں اپنی
روح میں سے پھونک دوں۔ نیز فرمایا مَا خَلَقْتُ بَیْدَیْ اِیْنِے دو ہاتھوں سے
بنایا تو پہلے اللہ کے دو ہاتھ دکھاؤ۔ وہ کہاں ہیں اللہ کے دو ہاتھ۔ تو کیا وہ آدمی
ہے انسان ہے بشر ہے کہ اس کے دو ہاتھ ہیں۔ یعنی آٹے کو خمیر کیا گیا یعنی مٹی
اور پانی۔ اور اس کے بعد کیا لفظ ہیں کہ جب بت بن گیا یعنی پستہ مجسم آدم کا تو
نَفْثَتْ۔ اس میں پھونک ماری۔ جب پھونک ماری تو آدم بن کر تیار۔ تو یہ کس
نے پھونک ماری اور کس نے مٹی اور پانی کو گوندھا۔ اللہ کے دو ہاتھ تھیں۔ اللہ
کے ہاتھ دکھاؤ۔ اور اگر اللہ کے ہاتھ تم نے دکھائے تو وہ اللہ تھیں۔ تمہیں ماننا

پڑھائے گا۔ (صلوات)

آخری بار کہہ رہا ہوں۔ اور وہ یہ کہ حضور سرکارِ دو جہاں کی عظمت کو پہچانو
تو جب۔ جب بارہویں امام کے قدموں میں عیسیٰ کا سر۔ جب بارہویں نے نماز
پڑھی تو بارہویں کے قدموں کے پیچھے دسویں کا اور نویں کا آٹھویں کا ساتویں
کا چھٹے کا پانچویں کا چوتھے کا، تیسرے کا دوسرے کا اور تمام اماموں کا
سر پہلے کے قدموں میں۔ جب اتنے سر قدموں میں آتے ہیں تب ایک علی
بتا ہے (صلوات) آپ علی کو پہچانیں اور جب آپ علی کو پہچان گئے
کہ اس شان والا ہے تو علی جب اپنا سر رسول کے قدموں میں رکھیں تو اس
رسول کی کیا عظمت ہوگی اور یہ بھی کہہ دیں کہ میں محمد کے غلاموں میں سے ایک
غلام ہوں۔ اَنَا عَبْدٌ مِنْ عِبْدِ مُحَمَّدٍ (صلوات) تو آپ حضور کی شان کو
پہچانیئے جن کے غلام کی یہ شان۔ کیونکہ قدموں میں پہلے امام کا سر حضور کے
قدموں میں رہا۔ اور حضور کے سوا کبھی کسی کے قدموں میں رہ سکتا ہی نہیں (صلوات)
اسی وجہ سے حر کے شکر نے کہا تھا جب گھیرے میں لے لیا تھا حسین کو تو آپ
نے پوچھا تھا کہ تم اپنے لشکر کو خود نماز پڑھاؤ گے۔ امامت تم خود کرو گے۔
اس نے کہا کہ نہیں میں تو آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے
امام مانتے ہو تم مجھے کیوں محاصرہ میں لے رہو ہو۔ آپ نے نماز سے پہلے حکم
دیا کہ وہ اسی مشکیں جو منزل شراف سے پہلے اونٹوں پر پانی سے بھری لاوی
گئی تھیں وہ اتار دعباس پہلے ان کو پانی پلاؤ۔ دیکھو ان کے گھوڑوں کی کیا
حالت ہے دیکھو ان کے سواروں کی کیا حالت ہے۔ یہ پانی کب کام آئے گا پلاؤ

دینے والا۔ عیسیٰ۔ پر تہوں کو خلق کرنے والا عیسیٰ مردوں کو زندہ کرنے والا
عیسیٰ جو آپ کے رسول کی امت کے بارہویں امام کا مقتدی۔ (صلوات)
اب رسول کی عظمت کون بتائے۔ ایک جملہ کہوں گا آج حضور کی شان میں اور
یادگار۔ جب امام جائے گا سجدہ میں تو عیسیٰ کا سر کہاں ہوگا؟ امام کے
قدموں میں۔ جب عیسیٰ ہوں گے پیچھے امام آگے۔ جب امام رکوع میں تو عیسیٰ بھی
رکوع میں جب امام سجدے میں گئے تو عیسیٰ کا سر کس جگہ؟ جہاں امام کے
قدم اسی لئے تو ہمارے لئے حکم ہے کہ شیعوں ہر ایک کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ پہلے
دیکھ لو کہ اس کے قدموں میں سر رکھ سکتے ہو کہ نہیں۔ (صلوات) تو جب
حضرت عیسیٰ کو دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نبی ہو کہ ہمارے رسول کے کلمہ پڑھنے
واہوں میں سے ایک آخری امام (جن کا انتظار کر رہے سب مسلمان۔ سب سنی
شیعہ انتظار میں۔ آئے گا۔ آئے گا۔ آئے گا۔ سب انتظار میں۔ ہم کہتے ہیں کہ
پیدا ہو گیا اور ہے۔ اور آئے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ پیدا ہو گا۔ وہ آئے گا۔ چلیے پیدا
ہو گا اور آئے گا تو دیر کتنی لگتی ہے۔ اور ہو گیا اور آئے گا تب بھی آئے گا لیکن آئیگا
تو عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ عیسیٰ نبی ہو کہ یہ بارہویں کی شان۔ عیسیٰ
کہیں گے تَقْدِّمُ يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ۔ عیسیٰ کہیں گے اے رسول کے بیٹے تم
آگے ہو جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے نماز پڑھو گا۔ یہ نبی ہو کہ بارہویں سے کہیں گے
بارہواں امام وہ شان رکھتا ہے۔ کہ نبی اسرائیل کا نبی ان کے پیچھے نماز پڑھے
گا۔ نبی ہے نبی اسرائیل کا ادا العزم رسول۔ مگر اس امام کے یعنی بارہویں کو نماز نہیں
پڑھا سکتا۔ جب نبی بارہویں کو نہیں پڑھا سکتا تو غیر نبی کیسے پہلے امام کو

عباس یہ پانی - اتار دو شکیں - شکیں اتار لی گئی - پانی پلایا چار ماہ ہے - عیسیٰ اکبر کو کہا بیٹا تم بھی اپنے کاندر سے پر مشک لے لو - اور تم بھی پلاؤ اور دیکھو گھوڑوں کے سامنے طشت رکھو جب تک تین مرتبہ گھوڑا غورا پنا منہ نہ اٹھائے طشت اس کے سامنے سے نہ اٹھاتا - عباس نے پانی پلایا - ہزار کا لشکر سب کو پانی پلایا - بالکل معمولی پانی رہ گیا اور وہ بھی بچوں میں تقسیم کر دیا - اگر ایک ہزار کے لشکر کو معہ گھوڑوں کے حسین پانی نہ پلاتے تو عاشور کے دن عیسیٰ اصغر کے لئے مانگنے کی ضرورت نہ ہوتی - سارا پانی پلایا - مگر عیسیٰ اصغر کے لئے جب پانی مانگا تو یہ نہیں فرمایا کہ سامنے کھڑے تھے جنہوں نے پانی پیا تھا - عباس نے پلایا کہ عیسیٰ اکبر نے - حسین نے نہیں کہا کہ کل میں نے نہیں پانی پلایا تھا - آج میرے بچے کو پانی پلا دو - یہ لفظ زبان پر نہیں آئے -

کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ تم اپنے اعمال نیک کو جتنا کہ احسان ضائع نہ کرو - آپ بنے فرمایا کہ میرا یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے وہ تپتی ہوئی زمین وہ آفتاب کی سخت تمازت اندر خمیر کے وہ بچہ گھبرا گیا - تڑپنے لگا کل میں نے بتایا تھا کہ حسین لائے اور یہ کہا کیا اھل الکوفہ و انصار ہذا عطشان من تلاثة ايام (ترجمہ) اے کوفہ و انصار! یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے وہ پیاسی بھوکی ہے اس کا دودھ خشک ہو گیا ہے - اگر تم اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو گے تو تمہارے دریا میں پانی کی کمی نہ ہو جائے گی - تمہارے گھوڑے اور اونٹ پی رہے ہیں ہم تو رسول کی اولاد ہیں جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو - انہوں نے کہا کہ دھوکہ سے چاہتے ہو پانی کے لئے بچہ

کا نام لیتے ہو تم خود پینا چاہتے ہو - فوراً آپ نے عبا ہٹائی - اور قبا اتار کر تہ کر کے زمین پر بچھائی اور اصغر کو ٹٹا دیا - آپ دُور چلے گئے - فرمایا تم آپ پلا دو اس بچے کو - انہوں نے کہا کہ نہیں یہ بچہ آپ پانی مانگے گا تو پلا لیں گے - آپ نے فوراً بچہ کو اٹھایا - اور اصغر سے کہا کہ تم حجت خدا کے سپر ہو تم میں میری ماں فاطمہ کے دودھ کا اثر ہے تم میرے بابا عیسیٰ کے خون کے قطرے ہو - یوسف نبی کی گواہی کے لئے امت کا ایک بچہ بولا تھا - تم آج بولو - کلام کرو - تم تو رسول کی اولاد ہو - یہ کہہ کر - توجہ - یہ کہہ کر اٹھایا کس طرح - اس بچہ کو سیدھے ماتھے کمرے پکڑا - یوں کمرے پکڑ کر اٹھایا بچے کی ٹانگیں ہلکی ہوئی - اور زبان ہونٹوں پر پھیری ہے - اسے دکھا رہے ہیں - اسے ظالمو! - یہ ہے میرا بچہ سنو کیا کہہ رہا ہے - میرا پیاسا بچہ میرا تین دن کا بھوکا پیاسا بچہ - عیسیٰ اصغر زبان پھیر کر بتا رہے ہیں کہ میں بھوکا پیاسا - ادھر حسین بچہ کی حالت دکھا رہے ہیں - ادھر ابن سعد نے حوطہ سے کہا کہ حسین کے کلام کو قطع کر - اس نے تیر جوڑا - حسین نے دیکھ لیا کہ تیرا ماں ہے پانی مانگنے کا بدلہ - تیرا ماں ہے - اسے ظالمو! ایک بات کہہ دوں ظالمو! اگر تم تیرے مارتے تو چند گھنٹے گزرنے پر یہ خود ہی مرجاتا - مائے یہ حال - تیر حیر چلا حسین نے اس بچہ کو سینے سے لگالیا اور کہا کہ بیٹا صبر کرنا - نانا کی امت پانی دے رہی ہے - وہ تیر گلے پر لگا - اور گلے سے لگ کر بازو میں چھدا - تڑپنے لگا بچہ تیر نکالا اٹھتوں پر لیا بچہ - باپ بیٹے کو لئے ہوئے اور بیٹا تڑپ رہا ہے - پانی مانگا تھا - اسے کیا خطا کی تھی - کافر سے بھی پانی مانگتے ہیں - دشمن بھی پانی پلاتے ہیں وہ بچہ تڑپنے لگا - آپ نے اس کو سینے سے لگایا - خون جو نکلا وہ ڈاڑھی پر ملا -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

میرے مضامین میں کہیں کہیں کچھ شکوک پیدا ہوئے ان مجالس میں جو میں پڑھ چکا
کچھ حضرات نے بعض چیزیں دریافت کیں اور وہ ہیں بھی اہم۔ میں ان کا جواب
مختصر چند منٹ میں پیش کئے دیتا ہوں۔ ایک صاحب نے کہا کہ ملائکہ جب
گناہ نہیں کرتے تو ابلیس نے نافرمانی کیوں کی۔ انہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ
فرشتوں میں نہیں ہے اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْجِنَّۃِ فَهَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ
قرآن کی آیت ہے یہ جنات میں سے تھا۔ اور یہ اپنے رب کا نافرمان
بن گیا۔ تو ملائکہ میں سے یہ تو ہے ہی نہیں۔ پھر حکم تھا سجدہ کا ملائکہ کو تو اس
میں یہ کیونکر شامل ہوا۔ اب یہ سوال میں خود پیدا کر رہا ہوں۔ ان کا جواب
تو ہو گیا۔ اگر نافرمانی کی اور گناہ کیا اور غلطیاں کیں تو یہ جن تھا۔ جن کیسے
نہیں کیا گیا۔ وَهُمْ بِاٰمِرٍۭا۟ يَّعْمَلُوْنَ۔ یہ تو ملائکہ کے لئے ہے کہ اللہ کے
اشاروں پر چلتے ہیں۔ اور کسی بات میں بھی کبھی سبقت نہیں کرتے یہ ملائکہ کیسے

کیونکہ زمین نے بھی انکار کیا۔ کہ یہ خون ناحق مجھ پر نہ گرے۔ آسمان نے انکار کیا
یہ قطرہ ادھر نہ آئے۔ تو آپ نے منہ پر ملا۔ تو ایک جملہ کہہ دوں اپنے
استاد محترم سید سبط حسن علی اللہ مقام۔ اس موقع پر ایک جملہ کہا کرتے تھے۔
اور وہ کہتے تھے کہ اے مظلوم امام اے مولا۔ آپ تو امام تھے۔ آپ کو تو علم
امامت تھا آپ تو جانتے تھے کہ لے جائیں گے تو پانی نہ ملے گا۔ اور بچہ کو تیر
لگے گا۔ بچہ شہید ہو جائے گا پھر آپ کیوں لے گئے۔ آپ کو تو امامت کے
ذریعہ علم تھا پھر آپ کیوں لے گئے تو مولا پھر کیا جواب دیں گے مولا فرمائیں
گے کہ چھہہنے کا بچہ دو طریقے سے پالا جاتا ہے۔ یا جھوٹے میں یا مال کی گود میں۔ تو
مال کے ہاتھوں میں رسیاں بندھ جائیں گی۔ جھوٹا پیدا جائے گا۔ علی اصغر کو
کون گود میں لے گا۔ ہائے علی اصغر۔ ہائے علی اصغر۔



میں خلیفہ بنارہا ہوں اگر وہ معنی خلیفہ کے نہیں جانتے تو بات کیوں کی حدانے۔ تو خدا کا خطاب غلط اگر وہ معنی نہیں جانتے۔ جو معنی نہ جانتا ہو اس سے کہنا کہ میں خلیفہ بنارہا ہوں متکلم کی غلطی ہے۔ ماننا پڑے گا کہ خلیفہ کے معنی فرشتے جلتے تھے۔ دوسری دلیل یہ کہ انہوں نے تمنا کی کہ ہمیں بنادے اگر نہ جانتے ہوتے تو تمنا سے خلافت کیوں کرتے۔ (صلوات)

معلوم ہوا کہ فرشتے معنی خلیفہ جانتے تھے اور جب معنی جانتے تھے۔ تو اب خلیفہ کے معنی روحانی صفت ہو سکتے ہیں۔ اب خلیفہ کے معنی تحت و تاج نہیں ہو سکتے۔ روحانی صفت۔ اور جب روحانی صفت کے معنی میں ہے ملائکہ تب ہی تو کہہ سکتے ہیں ہمیں بنادے ہمیں بنادے۔ اگر بیت المال یا فوج لشکر کی مشروط ہوتی خلافت میں تو فرشتے نہ گھوڑوں پر بیٹھتے ہیں نہ خزانوں کو استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پہلا پہلا لفظ جب آسمان سے آیا لفظ خلیفہ تو وہ آدم کے لئے آیا اور قدرت نے بتایا کہ معنی خلیفہ روحانی صفت ہے۔ اب تحت و تاج نہ دیکھنا۔ روحانی صفت قدرت نے بنا دیا۔ کہ اسکی پہچان ایک ہی ہے جو خلیفہ ہو گا میری تمام قوتیں اس کے سامنے سجدہ کر تیگی۔ آدم خلیفہ بتایا گیا کس کا؟ خدا کا۔ تو آدم کو خلیفہ بنانے کے کیا معنی؟ یعنی اس کو نیابت خداوندی حاصل ہے جس طرح خدا کے سامنے تمام کائنات کی قوتیں سرنگوں ہیں۔ اسی طرح اس کے سامنے سرنگوں ہیں یہ جس کو حکم دے گا وہ اطاعت کرے گا۔ زمین پر کھڑے ہو کر آسمان کی چیزوں کو حکم دے وہ اطاعت کر تیگی۔ زمین کی چیزوں کو حکم دے اطاعت کر تیگی۔ کیونکہ قوتوں کو ہم نے

ہے۔ یہ تمنا جن۔ لیکن یہ حکم میں شامل ہو گیا۔ لفظ ملک کو لوگوں نے نہیں سمجھا ملک کیا ہے یہ ملک تین لفظ عکس کیا کرتا ہے اور بنیادی طور پر یہ کیا معنی رکھتا ہے قرآن مجید میں کتنی جگہ ملک آیا ہے کہیں ملک کہیں ملک، کہیں ملک یہ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے اس کے حقیقی معنی ہیں پوشیدہ قوت۔ اب وہ پوشیدہ قوت و طرح کی ہے ایک ناری دوسرے نوری آجین جسم ناری تیشکل یا شکل مختلفہ (ترجمہ) یہ جو تین ہیں جسم ناری ہیں۔ جو مختلف شکلوں میں آتا جاتا ہے یہ اسکو قوت دی گئی ہے وَالْمَلِكُ جِسْمٌ نُّورِيٌّ يَتَشَكَّلُ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ (ترجمہ) اور ملک جسم نوری ہے۔ اس کو بھی اذن ہے کہ وہ بھی مختلف شکلیں بدل سکتا ہے تو چونکہ قوت دونوں کو دی گئی اور عربی میں قوت ملک یا ملک کہلاتی ہے۔ اس قوت میں یہ شامل تھا۔ خدا نے تمام عالم کی قوتوں کو حکم دیا تھا کہ جھک جاؤ آدم کے سامنے۔ حکم تھا تمام قوتوں کو سب جھک گئیں۔ مگر یہ ایک قوت جس کا نام ابلیس تھا یہ نہیں جھکا۔ قدرت نے خلافت کے معنی بتائے کہ جب ہم خلیفہ بنادیں۔ تو کل قوتیں اس کے سامنے جھک جاتی ہیں اور یہی پہچان بتائی۔

اب بشیر اک بات آپ سے پوچھتا ہے کہ اللہ نے کہا تھا ان قوتوں سے میں خلیفہ بنارہا ہوں تو ان قوتوں میں سے کچھ قوتوں نے کہا ہمیں بنادے ہم تیری تسبیح و تقدس بجالاتے ہیں۔ تو قدرت نے کہا کہ ہمیں میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یہ گفتگو آپ نے پڑھی ہوگی ملائکہ نے تمنا کی کہ ہمیں بنادے۔ ملائکہ معنی خلافت کو جانتے تھے یا نہیں۔ اگر نہیں جانتے تو خدا نے کہا کیوں وَادَّ قَالَ حَمْدُكَ لِمَلَائِكَتِهِ اَفَاجَعِلُ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً۔ اے ملائکہ

سجدہ ریز بنایا۔ جھکا دیا ان کے سامنے۔ اور جب ملا کر جھک گئے۔ ایک نہیں جھکایہ جن یعنی تھا یہ بھی ایک قوت یہ نہیں جھکا۔ قدرت نے اس کو نکال دیا۔ یہ نہیں کہا کہ تو نے جو دلیل پیش کی ہے خَلَقَ مِنْ نَارٍ وَخَلَقْنَا مِنْ طِينٍ اَنَا خَيْرٌ مِنْہُ کہیں آگ سے بنا آدم مٹی سے بنا۔ میں آدم سے افضل ہوں۔ کیونکہ میں آگ سے بنا اور آدم مٹی سے بنا۔ پس میں بندہ ہوں مٹی پستی کی جاتی ہے آگ بلندی کی طرف جاتی ہے۔ میں بندہ ہو کر سجدہ کروں پست کو میں سجدہ نہیں کرتا۔ قدرت نے جواب نہیں دیا۔ پڑھ لیں قرآن۔ کوئی جواب دیا ہو تو بتائیے۔ اللہ نے اس کی دلیل کو رد نہیں کیا۔ کہ تو غلط کہتا ہے۔ بلکہ حکم دیا۔ اَخْرِجْ مِنْهَا اِنَّكَ رَاحِمٌ رَحِيمٌ وَاِنَّ عَلَيْنَكَ لَلْعِقَابِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ دُور ہو جا نکل جا۔ تجھ پر لعنت قیامت تک۔ جواب کیوں نہیں دیا۔ اب جواب دینے کا محل نہیں رہا کیونکہ اس نے بات ایک ایسی کہدی کہ جس کے بعد جواب دینے کی ضرورت نہیں رہی اس نے بات ایسی کہدی۔ وہ کیا۔ کہ میں اعلیٰ اور افضل ہوں اور یہ پست یہ ہے ادنیٰ۔ تو کیا اعلیٰ کو ادنیٰ کے سامنے جھکاتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے عدل خداوندی کا انکار کر دیا۔ قدرت نے کہا جب تو مجھے عادل ہی مانتا تو نکل جا یہاں سے تجھ پر لعنت ہے قیامت تک۔ اب آپ کی سمجھ میں آیا۔ ادل توحید۔ دوسرے عدل۔ جو اس عدل کا انکار کر دے اس کا نتیجہ دیکھ ہی لیا آپ نے۔ میں اس سے پہلے بھی عدل پر بحث کر چکا ہوں۔ آپ سجدہ نہیں کرتے تو گناہ گار۔ کتنی نمازیں نہیں پڑھتے۔ سجدہ نہیں کرتے۔ جو سجدہ نہیں کرتے وہ گناہ گار ہوتے ہیں۔ کافر نہیں ہوتے۔ تو وہ سجدہ نہ کرنے سے نہیں نکالا گیا۔ بلکہ یہ کہنے سے کہ تو نے

پست کو اعلیٰ پر حاکم مقرر کیا ہے۔ یہ عدل کے خلاف ہے۔ اس لئے اس کو نکال دیا گیا۔ غرض کہ یہ دو چار جملے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے مَجِدِّ اَمَلًا لِّکَلِّہُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِیْسَ کُلِّ مَلَائِکَہِ سَجَدَ کیا۔ ایک کے علاوہ کل قوتیں جھک گئیں۔ تو بشیر ایک بات کہتا ہے کہ ان کل ملائکہ میں ملک الموت بھی شامل اس نے تو نہیں کیا انکار کرنے والا تو ایک شیطان ہے اور جب اس نے انکار نہیں کیا تو ملک الموت بھی مبیط امر بنا۔ سجدہ کرنے والا تو اب خلیفہ کی پہچان آسان ہو گئی۔ بہت آسان ہو گئی تمام ملائکہ نے اطاعت قبول کر لی۔ اس میں ملک الموت نے بھی۔ تو اب خلیفہ وہ ہو گا کہ ملک الموت جس کے قبضہ میں ہو۔ اور جس کے قبضہ میں ملک الموت ہو۔ وہ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنے پر مختار ہو گا۔ اسی کو خدا نے اذن سے تعبیر کیا۔ یہ ہے اذن حضرات خلیفہ کے سامنے مردہ کو لے آؤ وہ ملک الموت کو بلائے گا۔ ادھر آؤ۔ روح کو واپس کر دے واپس کرنا ہے وہ تو سجدہ کر چکا ہے۔ فرمانبرداری کر چکا ہے اُدھر وہ روح کو لا کر واپس کرے گا ادھر یہ ٹھوکر مارے گا۔ تم یا اذن اللہ ہم نے تجھے اللہ کے اذن سے زندہ کیا۔ اللہ نے ہمیں اس قوت کو عطا میں دے دیا۔ ہمارے قبضہ میں دے دیا اٹھ جاؤ اٹھ جائے گا اور اگر کسی خلیفہ وقت کے سامنے زندہ کو لے آؤ اور اس سے کہو کہ یہ مردہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھا دو۔ دیکھیے عجیب نماز کے لئے کھڑا ہو گا تو پہلے ملک الموت کو بلائے گا اور کہے گا کہ پہلے روح کو نکال کر لے جاؤ۔ اور جب وہ روح کو نکال کر لے جائے گا۔ فرشتے نمازیوں کو تو نظر آتے نہیں۔ خلیفہ کو نظر آ رہا ہے وہ یہ کہہ دے گا کہ میں اس میت کی نماز پڑھ

رہا ہوں۔ اب پکارنے والے پکارتے رہیں گے وہ نہیں بولتا۔ مرجح ہے یہاں
نظر میں تحت و تاج کوئی چیز نہیں۔ قوائے سماویہ و قوائے ارضیہ۔ جناتی ہوں، کوئی
ہوں اس کے قطفے میں ہوں گے۔ کیوں نہیں پانی بھر کے لئے بیر العلم سے معلوم ہے آپ
کو واقعہ۔ نہیں معلوم بالکل نہیں۔ واقعات بہت کم سائے جاتے ہیں۔ حقیقتیں آپ
کے سامنے منکشف نہیں کی گئیں۔ تبوک سے واپسی پر ایک کنواں ہے بیر العلم۔ بیر
کے معنی ہیں کنواں علم کے معنی ہیں مکان، جگہ۔ ایک کنواں ہے اس کا نام بیر العلم
ہے۔ اس میں جنات رہتے ہیں۔ قبضہ تھا جنات کا۔ حضور جنات کے بھی رسول
انسانوں کے بھی رسول۔ آیت پڑھ لیجئے اِنَّا سَمِعْنَا قَوْلَ اَنَا عَجَبًا جنات نے
کہا کہ بہترین قرآن سنا۔ اور عجیب چیزیں ہیں اسمیں۔ ہم نے سنا اور ایمان
لے آئے رسول پر۔ یہ قرآن سن کر پھر اللہ نے فرمایا۔ وَ اِذْ هَمْنَا اِلَيْكَ
نَقْلُ مِنَ الْجَنِّ كَيْتَمُوْنَ اَلْقُرْآنَ، اے میرے حبیب ہمارے حکم سے جنات
آتے رہتے ہیں تمہارے پاس لشکر کے لشکر جنات تمہارے پاس آتے رہتے ہیں
یہ تم سے قرآن سنتے ہیں جا کر یاد کرتے ہیں۔ پھر اپنی قوم کو سنا تے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور
جس طرح انسانوں کے رسول اسی طرح جنات کے بھی رسول بِالْقُرْآنِ الْجَنِّ وَالْاِنْسِ
اے جن و انس خدا کی کس کس نعمت کو چھٹلاؤ گے۔ اسی طرح ارشاد ہے۔ ہم
نے جن و انس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور جب دونوں امت میں حضور
جنات کو بھی قرآن پڑھاتے ہیں۔ ان میں مومن بھی ہیں جو ایمان لے آئے۔ اور کافر
بھی ہیں۔ یہ ابلیس کافر جن تھا۔ پڑھ دوں آیت۔ اَبٰی وَاسْتَكَبَرَ فَكَانَ مِنَ
الْكَافِرِيْنَ۔ یہ جن کافر تھا کہ خلیفہ کو نہ مانا (صلوٰۃ) تو جنات مومن بھی

ہوتے ہیں کافر بھی ہوتے ہیں۔ اور آپ سورت پڑھ لیجئے۔ قُلْ عُوْذُ بِرَبِّ
النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ
فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ اور جب بھی جنات رسول کا کلمہ
پڑھتے ہیں۔ تو نہیں کیا حق کہ ہم حضور کے بعد اپنا توازن قائم کریں۔ اور جنات کو
چھوڑ دیں۔ آپ نے جنات کے لئے کیا انتظام کیا ہے۔ جنات کو کون قرآن پڑھا
گا۔ یہ وہ مضمون تھا کہ جس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سمجھے۔ اور انہوں نے عشی کی
تعریف میں رباعی بھی عَشِيَّةُ جَبَّةٌ عَمَلِيٌّ دِهْ ہے جس کی محبت ڈھال
ہے۔ مشکلات کو رد کرتی ہے۔ ڈھال ہے۔ قَسِيْمُ النَّاسِ وَالْجِنَّةِ۔ یہ
قسم ہے جنت دُور کا وَ صَحِيٍّ مَّصْبُطٍ اَحَقًّا۔ بالحق علی وصی ہے
مصطفیٰ اکا۔ اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّةِ۔ انسانوں اور جناتوں کا امام ہے (صلوٰۃ)
جن مومن و کافر بھی ہوتے ہیں۔ روک دیا پانی نہ بھرنے دیا جنگ تبوک کے
بعد واپسی پر۔ جب پانی نہیں بھرنے دیا تو اصحاب کرام نے آکر عرض کی یا رسول اللہ
معلوم نہیں کیا ہے اس کنوئیں میں کہ ہم پانی بھرتے ہیں مشک کا دھانہ باندھ کر
کنوئیں کی جگت پر رکھتے ہیں۔ تو ایک ہوا چلتی ہے ہم کہ دھڑکے پڑے ہیں مشک
کہ دھڑکی۔ دھانہ مشک کا کھلا ہوا۔ پانی بہہ جاتا ہے۔ حضور مہکراے اور فرمایا۔
اے علی تم جہاد اور پانی لاؤ۔ علی گئے لائحہ میں ذوالفقار لی۔ پانی بھرا اور
بھر کر کنوئیں کی جگت پر رکھا۔ اور ذوالفقار نکالی۔ اور آواز دی کہ ابو طالب کا
بیٹا پانی لے کر جا رہا ہے۔ جس کسی کی ہمت ہو رد کے۔ یہ دیکھا اصحاب کبار نے
کہ یا رسول اللہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ علی تلوار چلا رہے ہیں۔ کبھی ادھر مار

مجھے بتاؤ اگر آل کے معنی پیرو ہیں تو کیا اصحاب پیرو نہیں ہیں۔ دوسری بات تھی اس کا جواب ہو گیا۔

تیسری بات۔ ایک صاحب نے کہا۔ وہ یہ کہ ہاں شیطان کا بیان پہلے ہی بتایا۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کعبہ کو البیت العتیق کیوں کہتے ہیں۔ کعبہ کا لقب ہے البیت العتیق۔ عتیق کے معنی آزاد۔ بیت کے معنی گھر۔ یعنی آزاد گھر۔ یہ کیوں کہا گیا۔ کب؟ جب طوفان لوح آیا اور وہ پانی تھا عذاب کا تو قدرت نے اس پانی کو کعبہ سے مس نہیں ہونے دیا۔ وہ پانی چکر مارتا رہا طواف کرتا رہا مگر چھو نہ سکا کعبہ کو۔ اس دن سے یہ کعبہ البیت العتیق کہا جانے لگا۔ کون کہتا ہے مٹ گیا یہ نام۔ یہ مٹے گا کیسے۔ یہ مٹ نہیں سکتا۔ اس میں تو ایک مورد آنے والا ہے۔ یہ مٹ کیسے سکتا ہے۔ یہ تو انتظار میں ہے اور اسماعیل و ابراہیم سے بھی خدا نے کہا اس کو بلند کر دو۔ بناتے نہیں آئے تھے۔ بنایا نہیں ہے ابراہیم و اسماعیل نے۔ پڑھ دوں آیت۔ حضرت ابراہیم جب اپنی زوجہ ماجرہ و اسماعیل کو لے کر چلے تو قرآن کہتا ہے رَبِّ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بُوَادٍ غَیْرِ نَرْحُجِعْ عِنْدَ بَنِیْکَ الْاَحْصَامَ۔ (ترجمہ) اے میرے مولا اے میرے رب میں اپنی کچھ ذریت کو چھوڑ رہا ہوں۔ کہاں؟ کہاں چھوڑ رہا ہوں؟ بواد کیسی وادی؟ غیور ذریعہ جہاں زراعت بھی نہیں جہاں گھاس پھوس نہیں کوئی اگنے والی چیز نہیں۔ کہاں چھوڑ رہا ہوں؟ عِنْدَ بَنِیْکَ الْاَحْصَامَ تیرے گھر کے سایے میں۔ ابھی تو اسماعیل بچہ ہے بنانے کے قابل ہی نہیں ہے (حلولۃ) تو بیت تو موجود ہے۔ یہ جناب ایک خیمہ تھا۔ جو جنت سے چلا فرشتے لائے

مومن بھی! تو اگر آل کے معنی پیرو ہیں تو فرعون کا پیرو مومن نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ خدا کہتا ہے کہ وہ مرد مومن تھا۔ رَجُلٌ مَّوْمِنٌ۔ وہ کافر نہیں تھا اور وہ کبہ رہا تھا۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اِنْ یَقُوْلَ رَحْمَتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ ؕ تم موسیٰ کو قتل کرتے ہو۔ یہ تو کہتا ہے ہمارا رب اللہ ہے کیا برا کہتا ہے تو یہ مومن تھا۔ مومن بھی اور آل فرعون بھی تو مانتا پڑے گا۔ کہ آل کے معنی پیرو نہیں۔ اور حجب مان لیا کہ پیرو نہیں کیونکہ فرعون کا پیرو مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ تو کافر ہو گا۔ تو کہنا پڑے گا کہ خاندان فرعون سے تھا۔ قبلی تھا۔ قبطائیم کی اولاد سے تھا مگر موسیٰ پر ایمان لے آیا۔ اسرائیل کی اولاد پر ایمان لے آیا۔ یہ بتایا ہے خدا نے۔ تو جب آپ حضرات یہ سمجھ گئے کہ آل کے معنی خاندان ہے۔ آل کے معنی اگر پیرو نہیں۔ اور اگر آل کے معنی پیرو ہیں۔ تو بشیر ایک بات کہتا ہے یاد رکھنا قیامت تک۔ آل کے معنی اگر پیرو ہیں تو آل محمد کے معنی محمد ماننے والے، محمد کے پیرو اگر یہی معنی ہیں تو جب آپ اللہ کے دربار میں نماز پڑھتے ہیں۔ سنی شیعہ دونوں میرے بھائی نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں کہتے ہیں اللھم صل علی محمد آل محمد یا علی آل محمد۔ دونوں بھائی پڑھتے ہیں تو جب تک خدا کے سامنے ہیں آل محمد۔ دونوں بھائی پڑھتے ہیں وہاں پر کوئی اور لفظ نہیں پڑھا جاتا۔ اللہ کے سامنے نماز میں وضو کر کے منہ کعبہ شریف کی طرف کر کے۔ وہاں پر درود و سلام آل محمد پر آل کے بعد کوئی لفظ نہیں کہتے جب تک نماز میں ہیں۔ جب تک اللہ کے سامنے ہیں تو آل محمد۔ اور جب نماز ختم ہوئی اور نمازیوں کی طرف منہ پھیرا تو علی آلہ و علی اصحابہ و علی ازواجہ و علی ذریعہ۔ اجمعین۔

پڑھ لیں۔ امی یعنی اس ام کے رہنے والے۔ خدا نے فرمایا ہے۔
 بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ اس امی کو خدا نے بھیجا امیوں میں۔ تو
 کیا ترجمہ کرو گے۔ کہ خدا نے ان پڑھوں میں بھیجا ایسا نہیں ہے بلکہ ام یعنی مکی کو امیوں
 یعنی مکوں میں بھیجا۔ غرض وہ جیسے کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ یہ زمین کا وہ ذرہ مٹی کا پہلا
 پہلا جو اس وقت کعبہ کا ٹھیک بیچ ہے اس کے متعلق علامہ امام المحدثین شاہ ولی اللہ
 محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں بیان کرتے ہیں۔

قَدْ تَوَاتَرَتْ الْأَخْبَارُ عَلَى أَنَّ عَلِيًّا وَلَدَ فِي بَجْوَفِ الْكَعْبَةِ تَمَامَ
 مُحَدِّثِينَ سَالِفَاتِ ثَابِتٍ هُوَ مُتَوَاتِرٌ هُوَ۔ جیسے قرآن متواتر جیسے چلا آیا متواتر
 کوئی اختلاف نہیں۔ وہی آرا ہے جیسا آرا ہے۔ اسی طرح علی کا پیدا ہونا جوف
 الکعبہ ٹھیک بیچ کعبہ میں۔ ٹھیک بیچ کعبہ۔ اور وہ بیچ کیا ہے۔ وہ مٹی کا وہ جہاں
 سے زمین بنی وہ ہے ٹھیک بیچ اور اس کو خدا نے ام کہا۔ تو تراب کا ذرہ جہاں
 سے بنا وہ جگہ ام تراب اور علی ابو تراب۔ (صلوات) یہ کیسے کے متعلق ہے جو
 صاحب کہتے ہیں کہ کعبہ ختم ہو گیا تھا۔ ختم نہیں ہوا تھا قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ نے
 ذرا کبھی پڑھا کریں قرآن۔ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ میں قسم نہ کھاؤں اس شہر کی
 وَأَنْتَ حَلَّ بِلَدِ الْبَلَدِ اور اے میرے محمد تو اس شہر میں رہتا ہے میں کیوں
 نہ قسم کھاؤں اس شہر کی وَالدِّ وَ مَا دَلَدِ اور ایک والد کی اور ایک مولود کی
 قسم۔ یہ مولود علی بن ابیطالب ہیں۔ (صلوات)

ام زمانہ کی ہدایت پر روشنی ڈالیے ان کی زندگی کا تو کوئی شخص انکار نہیں کر
 سکتا کیونکہ زندگی تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جس کو جتنا چاہیے زندہ رکھے وہ

اور انہوں نے اس جگہ خیمہ لگایا جو اب بیت اللہ ہے۔ یہاں پہلے پہلے ایک خیمہ لگایا
 گیا۔ فرشتے لائے تھے اور وہ جگہ وسط میں رکھی گئی۔ بات آگئی تو کہہ دوں کی ذکر
 کیا تھا مدرسۃ الواعظین کا۔ اور آپ لوگوں کو شوق پیدا ہوا بعض حضرات میرے
 پاس آئے اور انہوں نے بہت کچھ پیش کرنے کا وعدہ کیا خدا کرے کہ بن جائے
 مدرسۃ الواعظین۔ دعا کیجئے آپ۔ اللہ تعالیٰ جلد سے جلد ہمارا یہ ادارہ قائم کر دے
 اور اسی طرح سے مبلغ تکلیف جو تمام مذاہب سے واقف ہوں۔ جیسے مکتوب سے نکلتے تھے
 صرف زکوٰۃ خمس دے نہیں بلکہ وہ علماء تکلیف جو دنیا کے مذاہب سے متعلقہ ہیں
 اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ ہمارے مدرسۃ الواعظین میں ہم ایک عید منایا کرتے
 تھے۔ اور اس عید کا نام تھا۔ عید دُخُو الْأَرْضِ۔ یہاں تو پتہ نہیں پوچھ لیجئے
 ہر گودھا و ملتان اور کہاں کہاں کے دینی اسکولوں سے۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ یہ
 عید کسی ہے قرآن میں ہے دُخُو الْأَرْضِ دُخُو۔ خدا نے جب زمین کو کھجایا اور
 پہلا پہلا ذرہ مٹی کا پیدا کیا۔ اور زمین بنی اس دن ہم عید مناتے ہیں۔ اس کا نام ہے
 عید دُخُو الْأَرْضِ۔ تاریخ معلوم ہیں آپ پڑھ لیجئے گا۔ بلکہ تحفۃ العلوم میں
 بھی لکھا ہے۔ انہوں نے ۲۵ ذیقعدہ عید بھی ہے جس تاریخ کو زمین کھجائی
 گئی۔ جب یہ بنی تو اس کا جو کعبہ کا درمیان کا حصہ تھا پہلے پہلے مٹی کا ذرہ اس جگہ بنا
 جو اب کعبہ کا ٹھیک بیچ ہے وہاں ذرہ بنا اور جب وہ ذرہ بنا تو اس سے باقی
 ذرے بنے۔ خدا نے اس کا نام رکھ دیا ام القری۔ آبادیوں کی ماں۔ کیوں؟
 قرآن پڑھئے۔ ساری آبادیاں جتنی کہ نمودار ہوئیں دنیا میں ان کی ماں یہی ہے۔
 یہیں سے شروع ہوئی ہے زمین۔ اور اسی وجہ سے رسول کو امی کہتے ہیں۔ ہاں

مٹا ہل تو اور بڑھ گیا۔ اگر کوئی آگیا تو مذہب ایک اور بڑھ گیا۔ اختلاف اور بھی بڑھ گیا۔ آنے سے فائدہ کیا ہوا۔ توجیب آئے گا تو دین ایک ہو جائے گا اور اس کے آنے سے دنیا میں عدل و انصاف ہو گا۔ ظلم و جور ختم ہو جائے گا وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ مِنْ نُّوْرِ سَرَّجِهَا۔

اللہ ایک ایسے نور کو بھیجے گا کہ زمین نور سے روشن ہو جائے گا۔ تو رہی نور ہو گا۔ دنیا میں تو وہ آنے والا تو آئے گا۔ اب وہ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ آنے والا کیا رسول سے بھی بڑھ گیا۔ رسول اللہ ساری دنیا کو مسلمان نہ کر کے تو یہ امام آکر کرنے گا۔ یہ اعتراض ہے ان لوگوں کا کہ جو کہتے ہیں کہ آگیا۔ میں جواب ان کو دے رہا ہوں اسی آیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے بے شک حضور کو سب سے افضل بنایا اور یہ آنے والا حضور ہی کا جانشین حضور ہی کے ماتحت حضور ہی کی امت میں سے امام ہو گا۔ مگر اس کے زمانے میں سارا دین ایک ہو جائے گا۔ کیوں ہو جائے گا۔ حضور ہدایت دیتے تھے اپنے زمانے میں۔ رسول کے ساتھیوں کو شیطان گمراہ کرتا تھا حضور ہدایت کرتے تھے شیطان گمراہ کر دیتا تھا۔ اس لئے ہمیں ہوا ایک دین لیکن جب وہ امام آئے گا تو شیطان مرجائے گا۔ بہکانے والا کوئی نہ ہو گا۔ ہدایت دینے والا ہی ہو گا اور دنیا میں ایک دین ہو جائے گا۔ تو عرض یہ درمیان میں ایک بات پوچھنی تھی وہ بھی میں نے عرض کر دی۔

خداوند تعالیٰ نے ہدایت کے لئے آئمہ بنائے ہیں۔ وَجَعَلْنَا هُمْ اٰمِیْنَةً یَّحْدُوْنَ بِاٰمِیْنًا۔ ہم نے امام بنا دیئے ہیں جو ہدایت کرتے ہیں۔ ہمارے امر کے لئے۔ تو وہ امر کیا ہے؟ اب اس پر بھی ایک بحث ہے ان سوالات

زندہ رکھ سکتا ہے اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہ نو سو سال کی ہزار ہزار سال کی عمریں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ اور وہ تو بدوں کو بھی موقع دے دیتا ہے۔ خواہش کی تھی تا شیطان نے کہ مجھے زندگی دے دے اَنْظُرِنِیْ اِلٰی یَوْمٍ یَّیْعَثُوْنَ۔ مجھے زندہ رکھ کب تک؟ یَوْمَ یَّیْعَثُوْنَ۔ جب اٹھائے جائیں گے قبروں سے لوگ۔ خدا نے کہا نہیں۔ قیامت تک زندگی نہیں دیتا۔ اَنْتَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْمَوْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ میں تجھے اس وقت تک کی زندگی دیتا ہوں کہ وہ وقت سب کو معلوم ہے کہ آئے گا۔ کوئی آئے گا۔ معلوم ہے یہ سب اس وقت تک کے لئے تجھے زندگی دیتا ہوں۔ پس اس کے بعد پھر موت نہیں زندہ رکھوں گا۔ تو زندہ رہ کر کرے گا کیا؟ اس نے کہا۔ لَا عِوٰیثَ لَہُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَتُ مَصْنُوعِ الْاَخْلَاصِیْنَ۔ میں بہکاؤں کا تمام لوگوں کو، اغوا کروں گا لوگوں کو۔ لیکن یہ بھی کہہ دیا کہ ان کو میں بہکا سکتا ہی نہیں جو تیرے غلصے بندے ہیں خود اپنی شکست مان لی۔ کہ وہاں تک میرا دست رس نہیں ہے اور سب کو بہکاؤں گا خدا سے ہمت مانگتا ہے قیامت تک کے لئے۔ قیامت کو مانتا ہے اللہ کو مانتا ہے خَلْقِیْ کہتا ہے کہ بہکاؤں گا۔ کیا بہکاؤں گا۔ اللہ نے ہمت دی۔ کہتے ہیں کہ وہ امام آئے گا۔ جو ساری دنیا میں ایک دین کرے گا۔ آیت ہے قرآن کی کیا کیا جائے۔ یُظْہِرُکَ عَلٰی الدِّیْنِ الْکَلِمَ۔ ایک دن آئے گا یہ محمد عربی کا دین ساری دنیا کے دینوں پر غالب آئے گا۔ اور جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ۔ باطل مٹ جائے گا حتیٰ آئے گا۔ تو اب تک تو آیا نہیں۔ ابھی تو باطل کو فروغ ہے۔ آیا ہے یا نہیں۔ اگر قرآن پر ایمان ہے۔ اور اگر آگیا تو باطل کیوں نہیں

بن گیا تو قیامت میں کھانے والا آئے گا یا جس کو کھایا اس کے بدن سے نکال کر اس دوسرے کو زندہ کیا جائے گا۔ دونوں میں ایک ہی آسکتا ہے۔ تو دوسرے کا حساب و کتاب ہی نہیں ہوگا۔ پھر معاد غلط کہ سب لوٹائے جائیں گے یہ ہے اعتراض دونوں میں ایک بدن مگر دونوں الگ الگ۔ ایک وقت میں دو مکانوں، دو جگہوں اور دو شخصیتوں میں ایک بدن آ نہیں سکتا۔ ایک ہی ہے گا یا ترقی و جمیع بلا مرجع لازم آئے گی کہ اس میں آئے اور اس میں نہ آئے کیوں ایک کو دیا جائے اور دوسرے کو نہ دیا جائے تو پھر کیا ہوگا۔ حشر کیونکر ہوگا۔ یہ ہے اعتراض اور بڑا مشکل ہے اعتراض۔ تو میرے مولا چھٹے امام کے صحابی عمران ابن موسیٰ ساباطی کے ذریعہ یہ بیان ہم تک پہنچا۔ امام نے فرمایا۔ ہر انسان کے دو بدن ہیں قبر میں ایک بدن ہلاک ہوتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ سنئے وہ کس طرح؟ فرماتے ہیں ہر ایک انسان کے دو بدن۔ ایک بدن اصلی بدن نفسی۔ یعنی نفس غیر ضروری عارضی۔ اصلی کیا ہے؟ وہ جس سے پیدا ہوا اجزاء طینت جس سے وہ بنا جس سے اس کو بنایا گیا وہ اصلی بدن۔ اس میں خوراک پڑ پڑ کر ماں کے شکم میں پڑا ہوا۔ باہر آ گیا تو کھانے پینے سے بڑا ہو گیا۔ لیکن وہ جس سے وہ بنا اس کے اجزاء اصلہ ہیں۔ شخصیت اجزاء اصلہ سے قائم ہے مثلاً ایک آدمی پیدا ہوا آپ نے اس کا نام زید رکھا۔ یہ کس کا نام ہے؟ جو پیدا ہوا اس کا نام ہے زید۔ بڑا ہوا۔ نام کیا ہے؟ زید۔ اور بڑا ہوا زید۔ جوان ہوا زید۔ بیمار ہوا زید۔ صحت یاب ہوا زید۔ موٹا لچم ضخیم ہوا زید۔ تپلا و پتلا ہوا زید۔ مر گیا زید وہ کیا چیز ہے زید۔ جسم کی کمی زیادتی میں وہ رہتا ہے۔ امام کا کلام علوم و ہدایت

کی وجہ سے میرا مضمون ہی رہ گیا۔ دہریوں نے سنی شیعہ بھائیوں کے عقیدہ کو غلط کہا یہ انہوں نے اعتراض کی مسلمانوں کے خلاف اور اس کا جواب میرے چھٹے امام نے دیتے تو آج تک کسی کو جواب معلوم ہی نہ تھا۔ مجبور ہو کر علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں یہی جواب لکھا۔ محقق ودائی علامہ نسفی، محقق طوسی، علامہ مجلسی، علامہ فیض کاشانی، علامہ حلی اور امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں یہی جواب لکھا جو میرے امام نے دیا۔ اعتراض میں پڑھتا ہوں اور جواب پھر سینے لگا۔ ہم سنی شیعہ بھائیوں کا ایمان ہے کہ ایک دن آئے گا جس کا نام قیامت ہے اور اس میں وہی روح جس نے دنیا میں عمل کئے اٹھائے جائیں گے اور وہی بدن جس نے کام کئے روح کے ساتھ مل کر وہ بدن اٹھایا جائے گا۔ اور یہ روح و بدن مل کر اللہ کے دربار میں جواب دہ ہوں گے اور حساب کتاب ہوگا کسی کو ثواب کسی کو عتاب ہوگا۔ یہ ہمارا ایمان سنی شیعوں کا متفق علیہ ہے۔ اس پر اعتراض ہے غیر مسلم دہریوں کا وہ کیا اذاً اکل الانسان انسانا فیکون الماکول جنم و بدنہ۔ اگر کوئی انسان دوسرے انسان کو کھا جائے خوراک بنالے۔ تو انسان اکل۔ کھانے والا جس کو کھائے گا اور وہ اس کی خوراک بن گیا یعنی انسان اکل اور جزو بدن بن گیا اس کے بدن کا حصہ بن گیا۔ اور جب بدن کا حصہ بن گیا تو قیامت میں یہ دونوں کیسے آئیں گے۔ سوچیں آپ بھی۔ کھا گیا ایک انسان کو دوسرا انسان۔ جانور بھی کھا جاتے ہیں انسان کو۔ انسان بھی انسان کو کھا سکتا ہے۔ اور کھاتے ہیں۔ اذاً اکل الانسان انسانا۔ انسان کو کھائے تو یہ ماکول جس کو کھایا گیا۔ یہ بدن کا حصہ بن گیا کھانے والے کا۔ اور جب کھانے والے کا حصہ

خدا کی قسم پہنچ نہیں سکتا ان معنوں میں جو امام بنا رہے ہیں امام نے فرمایا کہ وہ اجزاءِ اصلہ کہ جن سے یہ بنا تھا۔ وہ ہے زید اب وہ موٹا ہو گیا۔ جو ان تھا تب بھی زید بچہ تھا تب بھی زید جب نمازیں پڑھتا تھا تب بھی زید، جب برا کام کرتا تھا تب بھی زید۔ یہ جو جسم ہے خوراک والا عارضی ہے یہ کم ہو جائے تب بھی زید زید میں کمی نہیں ہوگی۔ یہ موٹا ہو جائے تو زید میں زیادتی نہیں ہوگی۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ جو ان میں اس نے جرم کیا موٹا تھا تحمیم تھا جو ان میں ایک قتل کر دیا جرم کر دیا۔ مقدمہ چلا۔ چلتے چلتے جب سزا کا زمانہ آیا تو بڑھاپا آ گیا۔ جسم کمزور ہو گیا جب جرم کیا تھا تو موٹا تازہ تھا جو ان تھا اور اب سزا کا وقت آیا تو بوڑھا ہے نہ وہ موٹا ہے نہ وہ جسم کی حالت ہے۔ اب تو کمزور ہڈیاں ہیں۔ تو اس کو اب سزا دی جا رہی ہے تو جس کو سزا دی گئی زید کو یا غیر کو؟ غیر کو نہیں زید کو وہ زید جو ان تھا اب بوڑھا تو معلوم ہوا کہ گھٹتا بڑھتا جو کچھ ہے سزا اور جزاء اس کی نہیں ہوتی سزا اور جزاء ملتی ہے اصل کو اور وہ اصل زید نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے مثال دیتا ہوں۔ سینے حضرات اور توجہ کیجئے گا۔ جب نمازیں پڑھیں روتے رکھے۔ اللہ کی عبادتیں کیں تو موٹا تھا۔ جو ان تھی۔ جب بڑھاپا آیا کمزور ہو گیا دبلا پتلا ہو گیا۔ بتائیے کہ وہ جو عبادتیں کی تھیں موٹا ہے یا کیا وہ کم ہو گئیں عبادتیں اس کے دبلا ہونے سے؟ نہیں۔ وہ عبادتیں رہیں اسی طرح گناہ کئے تھے تو موٹا تھا۔ اب دبلا پتلا ہو گیا تو کیا گناہ گھٹ گئے؟ نہیں۔ گناہ بھی اسی طرح رہے کیونکہ گناہ کرنے والا اجزاءِ اصلہ ہے جس سے یہ بنا تھا اور یہ تو اجزاءِ عارضی تھے جو گھٹتا اور بڑھتا ہے کبھی پتلا، کبھی ہڈیاں رہ جاتی ہیں۔ کبھی

رنگ بدل جاتا ہے، کبھی سفید، کبھی گورا، کبھی کالا۔ یہ رنگ بھی بدلتا ہے اور جسم بھی بدلتا ہے اور روز بدلتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جیب قبر میں مردہ جاتا ہے تو اس کا خوراک والا جسم فنا ہو جاتا ہے اور وہ فنا ہونے والا عارضی جسم ہے پانی پانی میں۔ مٹی، مٹی میں۔ ہوا، ہوا میں۔ آگ، آگ میں منتشر ہو گیا۔ مگر اجزاءِ اصلہ باقی ہے جس سے وہ بنا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ قیامت میں اٹھائے گا۔ فرماتا ہے اَوَّلَیْنُ الَّذِیْنَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بقادس علی ان یخلق مثلہم بلی وھو الخلاق العلیم ۵ جب اٹھائے گا اس کے اجزاءِ اصلہ کو تو اس کو دیا ہی بدن جو اجزاءِ اصلہ میں پہلے تھا دلیا ہی بنا کر کھڑا کر دیگا اس کو نکالے گا قبر سے اس کو اٹھائے گا۔ حشر کرے گا اسی حالت میں کیونکہ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ جس نے اس وقت بنایا جب یہ کچھ بھی نہ تھا۔ تو اب وہ اس کی موجودہ صورت کو تبدیل کر رہا ہے۔ کیا اس پر خدا قادر نہیں۔ قرآن میں خدا نے بتا دیا کہ خدا قادر ہے۔ تو اب دو جسم ہمارے ہو گئے۔ ایک جسم اصلی جو ہمیں بدلتا وہ طنیت ہے دوسرا جسم قضی جو کھانے پینے سے موٹا تازہ ہوتا ہے۔ گھٹتا بڑھتا ہے۔ حاضرین اگر سارا جسم ہی محمول اٹھایا جائے تو جب سے آپ پیدا ہوئے اس وقت سے آپ اپنی ساری چیزیں جمع کریں بغم بھی، بال بھی، ناخن بھی، بول و براز بھی جو آپ سے نکلا ہے جمع کریں۔ اور جیب میں تو جیب تک جمع کریں تو وہ ایک پہاڑ بن جائے گا۔ اس کا تعلق عمل میں نہیں، عمل کا تعلق اجزاءِ اصلہ سے ہے۔ عارضی بدن کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر اصلی نہیں بدلتا۔ اور جزاء و سزا

وہاں تین قبریں تھیں۔ فوراً تو جبر ہوئی حالات جو پوچھے تو اخبار رسالوں اور ریڈیو پر ایک شور مچا۔ کہ رسول اللہ کے دو صحابی یہاں دفن کئے گئے ابھی ابھی محفوظے دن ہوئے۔ ان کے اسماء جابر ابن عبد اللہ انصاری اور حذیفہ بن یمانی ہیں۔ یہ دونوں دریائے دجلہ کے نزدیک دفن تھے۔ حضور کے زمانے کے صحابی ان دونوں نے بادشاہ ملک العراق کو خواب میں بتلایا کہ اے بادشاہ ہماری میتوں کو نکال لے۔ دریائے دجلہ میں طوفان آ رہا ہے ہماری قبریں بہہ جائیں گی جلدی نکال جب یہ کہا گیا بادشاہ کو نیند نہیں آتی تھی۔ سو نہیں سکتا تھا۔ ذرا سویا یہی خواب۔ ذرا سویا یہی خواب۔ آخر وہ تنگ آ گیا کئی دن نہیں سو سکا۔ مفتی اعظم پہنچے۔ انہوں نے کہا میں بھی تین دن سے یہی خواب دیکھ رہا ہوں۔ مجھے بھی نہیں سونے دیا ان بزرگوں نے۔ اس نے کہا کہ پھر کیا کیا جائے؟ علماء کو بلایا۔ علماء یخف علماء کربلاء علماء کاظمین علماء موصل، مصر، فلسطین سب جمع ہوئے علماء سنی شیعہ اور انہوں نے کہا یقیناً کوئی راز ہے قبریں کھودو۔ اور انہوں نے یہ کہا کہ نکالو ہمیں یہاں سے یہاں سے لے جاؤ سلمان کی قبر کے پاس ہیں دفن کرو۔ یہ خواب میں دیکھا۔ پڑھو اردو ڈائجسٹ جونین ماہ پہلے کا ہے۔ اس نے بھی اس واقعہ کو مختصراً لکھا ہے۔ مگر وہ واقعہ جس سن کا ہے۔ وہ تمام واقعات آپ کے ہیں۔ انگریزوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے سب نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ چنانچہ حکم ہو گیا قبریں کھودی جائیں۔ جب قبریں کھودنے کا حکم ہوا تو ایک عالم جمع ہو گیا۔ کر دڑوں آدمی دیکھنے آئے کہ رسول کے زمانے کے صحابیوں کی قبریں

اس اصلی کو ملتی ہے اب حل کیا مولاتے۔ تو اب بشیر اس کو صاف کر کے بتاتا ہے انسان نے کھایا دوسرے انسان کو جس کو کھایا یہ پہلے موجود ہے۔ اور اس کا اصل بدن بھی ہے اور کھاتا ہے فضلی بدن کو۔ خوراک والا بدن بھی ہے اور اصلی بھی ہے جب اس نے کھایا دوسرے کو ادھر کھایا تو وہ جس کو کھایا وہ کیا بنے گا۔ بدن فضلی بنے گا اس کا اصل نہیں بنے گا۔ اصلی تو پہلے ہے۔ تو جب فضلی بنے گا تو جس دن اٹھایا جائے گا قاضی نہ اٹھے گا ہی نہیں۔ اٹھے گا اصلی اور اس کا اصلی الگ ہے اور جس کو کھایا اس کا بھی اصلی بدن ہے جو کھائے جانے سے پہلے تھا۔ اور اس کھانے والے کے بھی دو بدن ایک اصلی جب کھایا تو بدن اصلی ہر ایک کا الگ الگ اور بدن فضلی بھی جدا جدا۔ بدن فضلی کا حساب و کتاب نہیں۔ بدن اصلی کا ہے۔ یہ تو فضلی غذا ہے غذاؤں سے بنا لکھتا ہے۔ جب آپ یہ سمجھ گئے تو قیامت کے دن اٹھ جائیں گے اپنے اپنے بدن اصلی کے ساتھ۔ اور یہ بدن اصلی فنا نہیں ہوتا اور جہنم نے مان لیا ہے آل محمد کو ان کا بدن فضلی بھی فنا نہیں ہوتا۔

میں اب ایک بات کہہ رہا ہوں کافی وقت لے لیا سوالوں نے۔ تو جبر دلائل ہوں شہر میں جب میں گیا زیارات کو آقاؑ علامہ مرزا حسین تائنی کا زمانہ تھا جو آقاؑ عن حکیم مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ کے استاد تھے۔ ان کے درس میں شامل ہوا اس زمانہ میں مدائن میں ایک قبر تھی۔ سلمان فارسی کی۔ جب شہر میں گیا ایک تھی پھر شہر میں گیا اور میرے ساتھ کیمبل پور کے ایک سید قربان حسین شاہ ٹیکملا کے سید کرم حسین شاہ زلیلا ر اور سید حیدر شاہ تھے۔ جب ہم پہنچے تو

ان دونوں صحابیوں میں ایک وہ ہیں کہ جنہوں نے پہلا چہلم حسین کا کر بلا
میں اکر کیا ہے یعنی جابر بن عبد اللہ۔ جب حضرت زینب قید سے رہا ہو کر
یہاں آئی ہیں تو دیکھا کہ کچھ لوگ ان کے بھائی کی قبر کے پاس جمع ہیں تو اونٹ
رکوا یا اور زین العابدین سے کہا کہ جاؤ بشیر سے کہہ دو کہ جو آدمی میرے بھائی
کی قبر کے پاس ہیں انہیں ہٹا دے۔ دیکھا کہ وہ تو صحابی رسول حضرت جابر بن
عبد اللہ انصاری ہیں۔ انہوں نے کہا انا صحابی رسول اللہ۔ میں تو حضور کا
صحابی ہوں مجھے کیوں ہٹاتے ہو۔ تو اس وقت بشیر نے کہا کہ جو قافلہ شام کی
قید سے رہا ہو کر آیا ہے وہ ہٹاتے کو کہتا ہے۔ اس لئے ہٹا رہا ہوں کہ اس
کی بہن آئی ہوئی ہے۔ گھبرا کے جابر کہتے ہیں کہ کیا بی بی زینب آئی ہوئی
ہیں جابر بن عبد اللہ انصاری نے یہ کہا اور چنچیں مار کے رونے لگے اور اپنے
ساتھ بیویوں سے کہا ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ پر وہ کہہ کر وہ قافلہ کی بیٹیاں آ
رہی ہیں۔ جب یہ کہا تو بی بیوں کا قافلہ آیا۔ اس نے پوچھا کہ اور کون ہے
مردوں میں ان کے ساتھ۔ اس نے کہا کہ مردوں میں حسین کا بیٹا زین العابدین ہے
جابر نے کہا کہ کہاں ہے مجھے بتاؤ۔ بشیر نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ بی بیوں کو اتار
لیئے دو۔ ٹائے بی بیوں کو اتار جانے لگا۔ بی بی زینب بھائی کی قبر پر گر پڑیں
کہا کہ بھیا! ناراض نہ ہوتا۔ تیری امانت کو شام میں دفن کر کے آئی ہوں۔
میں سیکھ نہیں آئی۔ تیرے سینے پر سونے والی شام کے قید خانے میں
مر گئی۔ اتنے میں جب بی بیوں قبر کے سامنے بین کر رہی تھیں تو امام
زین العابدین نے کہا کہ کہاں ہے میرے نانا کا صحابی۔ کہا کہ جھاڑیوں میں

کھودی جا رہی ہیں۔ دنیا آگئی۔ سفارتخانوں نے اپنے اپنے ملکوں کو خبر دی
وہاں سے بڑے بڑے ڈاکٹر اور سرجن پہنچ گئے مختلف ممالک کے علماء وہاں
موجود۔ پہلے قبر حضرت جابر کی کھودی گئی۔ بزرگوں نے اور بڑے بڑے
مقدس علماء نے مٹی ہٹائی اور سچتر کی جو لحد کے ساتھ تھی اس کو جدا کیا
تو خوشبوئیں آنے لگیں۔ (صلوات) دماغ معطر ہونے لگا تمام صحرا میں خوشبو
حتیٰ کہ جب ان کو نکالا باہر اٹھا کر لائے تو کفن بھی وہی کھدر کا اسی طرح اور
جسم بھی نرم۔ کبھی سر جھکتا ہے۔ کبھی ہاتھ مڑ جاتے ہیں۔ وارھی ہوا سے ہل
رہی ہے ٹانگیں ادھر سے ادھر ہلتی ہیں۔ تمام دنیا دیکھ رہی ہے اب دوسری
قبر کھودی گئی۔ حذیفہ یمانی کو نکالا گیا۔ جب ان کو نکالا گیا بالکل اُسی طرح خوشبوئیں
آ رہی ہیں معطر ہو گیا میدان۔ جب نکالا تو کفن بھی وہی جسم بھی ویسے ہی ایک ڈاکٹر
جو متی کا (نام میں بھول گیا اردو ڈاکٹسٹ میں نام بھی دیا ہے۔ تین ماہ پہلے کا ہے
دیکھ لیجئے گا۔ نام بھی ہے اس وقت اخبارات میں آیا) جس نے نیصیں بھی دیکھیں
ہاتھ دیکھا۔ منہ دیکھا۔ آنکھوں میں روشنی ویسی۔ آنکھیں چمک رہی ہیں دونوں
میتوں کی ہر ایک چیز دیکھ کر جب اس نے تسلی کر لی تو کھڑا ہو گیا اور عراق
کے بادشاہ سے خطاب کر کے کہا۔ اے بادشاہ تو گواہ رہتا کہ میں نے دیکھ لیا ان
دونوں کو۔ اور میں تجھے گواہ کر کے کہتا ہوں اور یہ سارے جو آئے ہوئے ہیں
ان کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد رسول اللہ۔
میں مانتا ہوں کہ یہی دین حق ہے۔ کہ جس پر یہ دونوں بزرگ مرے ہیں۔ یہ وہ
دو صحابی ہیں جنہوں نے آل محمد کے سوا کسی کی بیعت کی ہی نہیں۔ (صلوات)

مَدِينَةَ جَدِّ نَالَا تَقْبَلِينَا
خَرَجْنَا مِنْكَ بِالْأَهْلِينَ جَمْعًا
مَا بَعْنَا بَنَاتٍ وَلَا بَنِينَ

اے نانا کے مدینے تو ہمیں قبول نہ کر جب ہم نکلے تھے تجھ سے جدا ہوئے تھے تو ہماری گودیں بھری تھیں ہمارے بچے ہمارے ساتھ تھے ہم اہل و عیال کے ساتھ تھے۔ اب ہم واپس آئے تو نہ کوئی بیٹا نہ بیٹی رہی۔ ہمارے نہ کوئی بیٹی رہی نہ بیٹا رہا۔ اے نانا کے مدینے تو ہمیں قبول نہ کر۔

یہ تھا بی بی ام کلثوم کا مرثیہ۔ دنیا کہتی ہے کیوں روتے ہو؟ ہمارے جس کا نہ کوئی بیٹا رہے نہ کوئی بیٹی۔ اس سے پوچھو کہ جس کا باغ اجڑ گیا۔ ہمارے اس سے پوچھو کہ جس کا گھر اجڑ گیا کہ کیوں روتے ہو جب حسینؑ آخرِ حیدر میں آئے تو اس وقت تمام بی بیوں نے کہا۔ کہ زین العابدینؑ سے ملنے امام جارہے ہیں زین العابدینؑ کے نیچے میں گئے۔ زینبؑ پیچھے پیچھے۔ جب پہنچے بی بی زینبؑ نے یازدہ لایا ایک چٹائی پر پڑے ہوئے تھے بیمار۔ بی بی زینبؑ نے یازدہ لایا بیٹھا اٹھو! تمہارا بابا آیا ہے۔ زین العابدینؑ نے آنکھ کھولی۔ بابا کو دیکھا زخمی ہیں خون بہہ رہا ہے۔ شہزادے سے پہچانا نہ گیا۔ زخمی حالت دیکھی تو ایک مرتبہ کہا پھوپھی مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا تم میرے پیچھے ٹیک دے دو اپنے سینے کی ٹیک دے دو، میں ذرا بابا سے باتیں کر لوں۔ بی بی زینبؑ پیچھے بیٹھ گئیں۔ زین العابدینؑ کو سینے سے لگایا ٹیک دے کر بیٹھ گئیں۔ امام نے کہا بیٹا زین العابدینؑ خدا حافظ میں جا رہا ہوں۔ بیمار نے کہا کہ بابا کہاں جا رہے

پردہ کئے بیٹھا ہے۔ ہمارے آج بی بیوں کو پردہ کا خیال آج زمانہ یاد آ رہا ہے کہ نانا کے زمانے والے ہمارے پردوں کو جانتے ہیں۔ جب امام زین العابدینؑ سامنے ہوئے تو دودڑے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر چومنے کے لئے کھینچنا چاہا۔ امام نے ہاتھ روک لئے انہوں نے پھر کوشش کی۔ امام نے ہاتھ پھر کھینچ لیا تو انہوں نے رو کر کہا کہ مولا ایسا کبھی نہیں ہوا۔ مدینے میں ہم تو ہاتھوں کو چوما کرتے تھے۔ ہم نے ہر شہزادہ کا ہاتھ چوما۔ آپ اپنا ہاتھ کیوں ہٹا رہے ہیں۔ تو آپ نے کیا کیا؟ استین ہٹائی اور کہا ارے دیکھ لو زخم ہیں زخم یہ ہتھکڑیوں کے زخم ہیں۔ ہمارے میرے زخم ہیں ہاتھ زور سے نہ کھینچے۔ وہ رو رو کر واقعات پوچھتے ہیں امام نے فرمایا کہ میری پھوپھی جان زینبؑ میرے بابا کی محنت کو بچا میں تو بیمار تھا مجھے تو کچھ ہوش نہ تھا۔ مجھے اوتھوں پر باندھ کر لے جاتے تھے۔ اور کتنے بچے میرے بابا نے گن کر پھوپھی زینبؑ کے حوالے کئے تھے۔ جسیں اصحاب کے بچے بھی اور اہلبیت کے بچے بھی تودہ پوچھتا ہے کہ کہاں ہیں وہ بچے تو آپ نے کہا ایک بھی نہیں ہے۔ وہ راستے میں اوتھوں سے گر کر مر گئے۔ مائیں دیکھتی رہیں بچے تڑپنے رہے قافلہ آگے چلا گیا۔ تڑپ تڑپ کے بچے مر گئے۔ ہمارے کیا کہنا اس مرثیہ کا جو بی بی ام کلثوم نے نانا کے مزار پر جا کر پڑھا۔ تم نے مرثیہ خوانوں سے انیس اور دبیر جیسے بڑے بڑے بزرگوں کے مرثیے سنے۔ میں تمہارے سامنے عسی کی بیٹی کا مرثیہ پڑھتا ہوں جو دُور کھڑے ہو کر شہر کو دیکھ کر اور رسول مزار کو دیکھ کر پڑھا۔

محافظ ہمارا دست چار ہا ہے سب کو سلام کر کے جارہا ہے۔ چلے سلام کیا روانہ ہوئے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا جب بالکل نزدیک آگئے۔ دروازہ خیمہ پر۔ صف اسی طرح کھڑی ہے ایک بی بی زینب بس اور کوئی نہیں بی بی ساتھ ساتھ۔ بھائی کے پاس جب دروازے پر پہنچے خیمے کے اور بی بی زینب ساتھ کھڑی تھیں۔ خدا حافظ کہنے لگے۔ بی بی نے کہا کہ بھبی اماں کی وصیت یاد آگئی میری امی جان نے کہا تھا کہ اے زینب جب تیرا بھائی آخری بار خدا حافظ کہے تو بند قبا کھول کر میری طرف سے حسین کے گلے کے بوسے دینا۔ گلے کو چومنا یہ اماں کی وصیت ہے۔ حسین نے بند قبا کھولے بی بی زینب نے بوسے دیئے گلے کو چومتی رہیں بس جب چوم چکیں۔ تو آپ نے کہا کہ اے بہن زینب مجھے بھی بابا نے وصیت کی تھی ہائے مجھے بابا کی وصیت یاد ہے بابا نے کہا تھا کہ جب تم آخری بار نصرت ہو کر زینب سے جدا ہوتا۔ تو زینب کے بازو میری طرف سے چوم لینا۔ ہائے بہن۔ مجھے بوسے لینے دو۔

شامیان بستند بازو زینب و کلثوم را

ہیں کہا کہ قربانی دینے۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اور پھر کہتے ہیں یا ابتاہ! این ابن حبیب ابن مظاہر این ابن مسلم بن عوسجہ۔ این ابن زہیر بن قین بابا یہ صحابی کہاں گئے۔ آپ نے کہا قَتْل۔ قَتْل۔ قَتْل بیٹا سب ختم ہو گئے اس کے بعد ذرا اور اُٹھے اور اٹھ کر کہتے ہیں این ابن عی ابو الفضل العباس میرے چچا ابو الفضل العباس کہاں ہیں۔ تو آپ نے کہا کہ بیٹا قَتْل۔ بیٹا وہ بھی قتل ہو گئے۔ ایک دفعہ امام زین العابدین نے کہا پھر بھی ذرا مجھے پکڑ لو اٹھا نہیں جاتا۔ وہ پوچھتے ہیں این ابن ابی علی الاکبر ارے بابا میرا بھائی شبیہ پیغمبر کہاں ہے۔ تو حضرت نے کیا جواب دیا۔ لَمْ یَبْقَ مِنْ الْمَآءِ جَالٍ إِلَّا أَنَا وَ أَنتَ۔ ارے بیٹا اب مردوں میں تیرے اور میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے۔ اب نہیں کہا قَتْل۔ کہ اگر علی اکبر کے لئے یہ لفظ کہوں گا ایسا نہ ہو کہ جان نکل جائے۔ فرمایا کہ اب مردوں میں تیرے اور میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے۔ یہ کہا سینے سے لگایا۔ کلمات تعلیم کئے امامت سپرد کی اور آگئے بی بیوں کے خیمے میں بی بیایاں صفیں باندھے کھڑی ہیں۔ ایک مرتبہ امام نے سب پر نظر ڈالی اور آج دوسرے دنوں کی طرح بی بیوں کو نہیں پکارا پہلے تو کہا کرتے تھے کہ علی اکبر کی ماں، علی اصغر کی ماں۔ یہ کہا کرتے تھے آج نہیں۔ آج نام لیتے ہیں۔ پہلے بہنوں کا لیا۔ پھر کہا یا ام لسی یا یارب یار قبیہ۔ میرا آخری سلام اے بی بیو! میرا آخری سلام۔ ہائے بی بیوں پر کیا گزری۔ بچے امام کے قبا کے دامن سے پیٹ گئے۔ جدھر امام جارہے ہیں داسین و امجد و اعلیٰ۔ ہائے مدینے کے تانا جلدی آو۔ ہمارا

عظمت شہادت (جہاد)

ریاض المصائب (جدید)

مصنف :- عمدۃ الذکرین عالیجناب مولانا سمیع ریاض الحسن صاحب قبلہ۔
اس کتاب میں آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کے ذیل میں قافلہ تحسینی کی پینہ
سے روانگی۔ کربلا میں درود شہادت حضرت مسلمؑ۔ شہادت وہب کلبی۔ شہادت
شہزادہ قاسمؑ۔ حالات شب عاشور۔ شہادت حضرت عباسؑ۔ شہادت شہزادہ علی اکبرؑ۔
شہزادہ علی اصغرؑ۔ شہادت سید الشہداء۔ اسیری اہل حرم مصائب کوفہ و شام نیز فضائل
و شہادت جناب امیر جناب سیدہ سے ربط مصائب آل عبا کے متعلق انیس مجالس
درج ہیں۔ انداز بیان مؤثر۔ زبان آسان اور عام فہم بیان فضائل ایمان افروز اور
ذکر مصائب درد انگیز ہے۔ مومنین اور مقررین کے لئے نادر تحفہ۔ حجم ۱۹۲ صفحات
سائز ۵ x ۷ سفید کاغذ کھائی چھپائی عمدہ۔ رنگین سرورق۔

مفاتح الجنان (اردو)

مترجم :- جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ۔
یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے۔ اور لاکھوں زائرین اس سے
زیارات بجا لائے چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے
اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اسے اردو
میں ترجمہ کر کے مذہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔ آفسٹ چھپائی
کاغذ عمدہ۔ سائز ۷ x ۱۰ حجم ۶۴۰ صفحات سفید کاغذ جلد ڈائیندار۔ ہدیہ مناسب۔
ملنے کا پتہ :- امامیہ کتب خانہ۔ منگل ہوئی۔ اندرون ہوچی دواڑہ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَ
أَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقٌّ التَّوْرَةِ وَ
الْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا
بِسَعِيدِ الْيَوْمِ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

ارشاد رب العزت ہے۔ اِنَّ اللہ، یقیناً تحقیق اللہ نے۔ اِشْتَرٰی،
خرید لیا۔ تحقیق اللہ نے خرید لیا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، مومنین سے۔ اَنْفُسَهُمْ،
ان کی جانوں کو و اَمْوَالَہُمْ، اور ان کے مالوں کو۔ یقیناً خرید لیا۔ بِاَنْ لَّهُمُ
الْجَنَّةَ،۔ جسے میں اس کے کہ یقیناً ان کے لئے جنت ہے۔ وہ کیے مومنین ہیں
جن سے سودا کیا گیا ہے یَقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ، وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے
ہیں۔ یعنی فی سبیل اللہ قتال کرتے ہیں۔ جب قتال کرتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟
فَیَقْتُلُوْنَ، وہ قتل بھی کرتے ہیں۔ فَيَقْتُلُوْنَ، اور پھر قتل بھی ہو جاتے
ہیں۔ وہ فی سبیل اللہ قتال بھی کرتے ہیں۔ اور قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ بیع و شراعت
پر سودا جو خدا نے کیا ہے ذَٰلِکَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا۔ یہ بالحق ہے اور اللہ نے
اپنے ادھر واجب کر لیا ہے۔ اس کو واجب و لازم کر لیا ہے سبحان اللہ! وعدہ حق

ہے اس کا یہ۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ اپنے اوپر دلچسپ کر چکا ہے۔ اور اس وجہ کو اس نے ذکر کر دیا ہے 'فِي التَّوْرَةِ' تورات میں بھی اس کا ذکر ہے۔ وَفِي الْإِنْجِيلِ اور انجیل میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ وَفِي الْقُرْآنِ اور قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے۔ تو اللہ نے معاملہ کیا ہے ان سے جن کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان سے سودا ہوا ہے قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے۔ سابقہ کتابیں تورات و انجیل میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے وَمَنْ أَذْفَىٰ لِجَعْدِهِ مِنَ اللَّهِ اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ وفا کون ہو سکتا ہے۔ کون ہے جو اللہ کے سوا اپنے وعدہ کو وفا کرے۔ اس کے بعد فرماتا ہے۔ فَاسْتَبْشِرُوا، پس تمہیں بشارت ہو۔ تم حاصل کر دینا بشارت۔ جن سے یہ خطاب ہے جن سے یہ سودا کیا ہے ان سے فرما رہا ہے کہ یہ بشارت تم حاصل کر لو۔ تم خوش ہو جاؤ۔ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي اس بیع پر یعنی اس خرید و فروخت پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے تم اس پر خوش ہو جاؤ الَّذِي بِأَيْعَتِم بِهِ جو تم نے ہمارے ہاتھ فروخت کیا اور ہم نے خرید لیا وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یہی وہ بہت بڑی کامیابی ہے جو عظیم ہے اس کی نظر میں۔ بڑی کامیابی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے وہ عقل ایک باب ہے۔ اشتراء۔ کیا چیز ہے؟ خرید وہ کرے کہ جو مالک نہ ہو اس چیز کا یعنی جس کا وہ مالک و مختار نہ ہو۔ وہ خریدتا ہے کسی ملکیت کو۔ خدا کس چیز کا مالک نہیں ہے؟ وہ کیا خرید رہا ہے۔ ہر چیز کا مالک ہے۔ ملکات و الارض و آسمانوں اور زمین کی کل قوتیں اس کے قبضہ میں ہیں سب چیزوں کا وہ مالک کہتا ہے کہ ہماری غرض یہی ہے تخلیق عالم سے کم خرید و فروخت کریں گے۔ کیوں ضرورت پیش آئی؟ سب سے پہلا موضوع جو اس آیت سے واضح ہوتا ہے وہ یہ کہ جن

کو خود بتایا ان کا کوئی حق اس پر نہ تھا۔ وجود ہی نہ تھا تو حق کیونکر ہوتا۔ یہ تو اس کی قدرت کاملہ سے وجود میں آئے۔ یہ کیوں ایسا ہوا؟ یہ کائنات کیوں وجود میں آئی اور پھر ان سے خرید و فروخت کا معاملہ ہوا؟ آپ اس پر غور کیجئے تو آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ خدا وہ ذات ہے کہ جو موجود۔ بالذات ہے۔ یعنی اس کا وجود کسی کا محتاج نہیں وہ غنی بالذات ہے اس کا وجود کسی سے عاریتاً لیا ہوا نہیں ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ اپنے وجود میں کسی غیر کا محتاج نہیں ہے وجود کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک وجود بالذات۔ دوسرا وجود بالغیر اگرچہ بعد کے علماء نے اس کی قسمیں نکالی ہیں، واجب الوجود بذاتہ واجب الوجود بالغیر ممکن الوجود بذاتہ ممکن الوجود بالغیر۔ لیکن نہیں۔ حقیقت میں ہمارے آئمہ طاہرین کے علوم کی روشنی میں وجود کی دو ہی صورتیں ہیں۔ اللہ کا وجود بالذات ہے۔ وہ کسی کا دیا ہوا نہیں اور جو واجب الوجود ہو گا۔ وہ کبھی بھی کسی شے کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ وہ علیٰ کُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہو گا۔ اور جب وہ وجود میں کسی غیر کا محتاج نہیں۔ تو وہ جب کسی کو پیدا کرے گا تو وہ اس کا مخلوق موجود بالغیر ہو گا۔ یعنی کسی نے اسکو پیدا کیا ہے۔ اسکیوں سمجھاؤں کہ ایک شخص دہریہ نے ہمارے امام کشف الحقائق امام جعفر صادق علیہ السلام سے گفتگو کی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے یہ سوال کیا ما الدلیل علی وجوب اللہ کیا دلیل ہے کیا ثبوت ہے کہ اللہ موجود ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ انت دلیل تو خود دلیل ہے۔ تو خود ثبوت ہے۔ کہ اللہ ہے۔ اس نے کہا کس طرح۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ سوچ کر بتا۔ تو یہ بتا کہ تو نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے یا کسی دوسرے نے تجھے پیدا کیا ہے؟ تو نے خود اپنے آپ کو بنایا ہے یا کوئی اور تیرا بنانے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے یہ کہہ دیا کہ تو نے خود اپنے آپ

اول اول بنا۔ جس کو تم کہتے ہو اول وہ کون؟ تو آپ نے فرمایا اھو نو، جدی
 ماسوئل املہ۔ وہ تو میرے نانا کا نور ہے۔ جو اول ہے وہ میرے نانا کا نور ہے۔
 تو وہ پوچھا ہے۔ من ای شیء خلق۔

یہ جس کو اول تم کہتے ہو اپنے نانا کا نور یہ کس شے سے خلق ہوا۔ کس شے سے بنا۔ آپ
 ٹکرائے۔ اور مسلا کے کہا کہ تم اول بھی مانتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ کس شے سے خلق ہوا۔
 وہ گھبرایا۔ ایک لفظ نے امام کے کیا مثبت جواب دیا کہ ابھی تم اول مان چکے ہو۔ ابتداء مان
 چکے اور پھر کہتے ہو کہ اول کس چیز سے خلق ہوا۔ تو جو اول ہوگا۔ وہ شے سے خلق نہیں ہو
 سکا۔ کیونکہ اگر شے سے بنا تو شے اول پھر وہ اول نہیں۔ جب آپ نے یہ فرمایا تو وہ کہنے
 لگا کہ پھر کیسے بنا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اول کا شے سے بنا۔ لا شے سے۔ اس نے کہا
 کہ شے کیا لا شے ہے۔ لا شے سے کیسے۔ تو آپ نے کہا کہ میرے نانا کا نور لا شے
 سے بنا۔ اس نے کہا۔ ایکون المشیء من لا شیء کیا شے ہو سکتی ہے لا شے سے
 تو آپ نے فرمایا کہ اگر شے سے ہی شے بنے اور لا شے سے نہ بنے تو شے قدیم ہوگی۔
 پھر وہ شے قدیم ہے۔ ایک وہ قدیم جو بنائے اور ایک وہ شے قدیم جس سے شے بنے۔ تو
 کیا تو وہ قدیم کا قائل ہے۔ تو وہ کہہ کے مجھے بتا۔ دو کیسے کہے گا۔ تو جو رکھے گا علوم ابلیت
 ہیں۔ دو کہنے کے لئے۔ دو چیزیں ضروری ہونگی۔ دو چیزیں ضروری۔ ایک یہ بھی قدیم اور
 ایک وہ بھی قدیم۔ دو قدیم۔ قدامت میں دونوں مشترک۔ ایک صفت قدامت ہوئی جس
 میں دونوں شامل۔ اب جب یہ دونوں قدیم۔ تو تو نے جو ان کو دو کہا تو کس طرح کہا کہ ایک
 یہ قدیم ہے اور ایک یہ۔ دو کیسے ہوئیں۔ جب تک ان دونوں میں ماہ الامتیاز نہ ہو کہ ایک

کو بنایا ہے یا کوئی اور تیرا بنانے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے یہ کہہ دیا کہ تو نے خود اپنے آپ
 کو بنایا ہے تو میں یہ کہہ دوں گا کہ ایسا کیوں بنایا۔ دلیا کیوں نہیں بنایا۔ وہ گھبرا کے کہتا ہے۔
 نہیں۔ میں نے خود اپنے آپ کو نہیں بنایا۔ تو حضرت نے کہا کہ پھر تیرے سوا کسی غیر نے تجھے
 بنایا۔ جو تیرے سوا ہے اس نے کہا۔ جی ہاں تو آپ نے کہا کہ اچھا اس کے متفق بتا کہ کیا
 وہ بھی تیری ہی طرح ہے۔ کہ اُس کو بھی کسی غیر نے بنایا ہے۔ تو اس نے کہا کہ ہاں اس کو بھی کسی غیر
 نے بنایا ہے تو آپ نے دریافت کرتے کرتے فرمایا کہ یہ ابتداء کہاں سے ہوئی یہ بنانے کی
 ابتداء کہاں سے ہوئی اور جہاں سے ابتداء ہوئی کیا اس کو کسی غیر نے بنایا ہے اور جہاں کسی
 غیر نے بنایا تو ابتداء نہیں ہوئی۔ کوئی اور بنانے والا ہے۔ آخر میں اس نے کہا کہ میں تسلیم کرتا
 ہوں کہ کوئی واجب الوجود ہے کوئی بنانے والا ہے۔ آپ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے کائنات
 کو کیوں پیدا کیا۔ یہ علوم ابلیت کی روشنی میں میں آپ کو سمجھاؤں گا۔ دُتیا کی عقلیں دماں تک
 پہنچ سکتی ہی نہیں۔ حضرت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث قدسی کنت کسراً مختفین۔ یعنی میں
 ایک خزانہ پنہاں تھا۔ جو خزانے تھے رحمتوں کے برکتوں کے۔ سجادوں کے جو دردم کے وہ
 کل خزانے پنہاں تھے۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس لئے میں نے یہ چاہا کہ اس سے
 کائنات مستفیض ہو اپنی ذات کے لئے نہیں جو پہچان لے میں اُن کو یہ خزانے دے دوں تاکہ
 یہ میری رحمتیں میری برکتیں پوشیدہ نہ رہیں اس لئے میں نے کائنات کو خلق کیا اور اس کے بعد
 حضور سے خطاب۔ میں نے سب سے پہلے۔ خلقتک یا محمد (صلوٰۃ)
 اس پر بھی اس دہرہ نے میرے آقا سے سوال کر دیا۔ پہلے تو ثبوت مانگت رہا۔ خدا کے
 وجود کا ثبوت۔ جب اپنے جواب ہیا کہ دیا تو وہ اول مخلوق پر بحث کرنے لگا۔ کہتا ہے۔
 سئل عن الکائن الاول پوچھتا ہے حضور سے (میرے چھٹے امام سے) کہ وہ جو

بنا کر وہ نہ ہوتا تو شے نہ ہوتی اور اگر شے نہ ہوتی تو اشیاء نہ ہوتیں۔ لہذا خدا اول سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔ یہ ہملا عقیدہ اس نور اول کے متعلق دلائل کے ساتھ عقیدہ ہے۔ کہ اگر یہ نہ ہوتے یعنی محمد وآل محمد علیہم السلام کا نور اول نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ہماری تخلیق کا قیاس کائنات کی کسی شے سے نہ کر کسی مخلوق کو یہ نصیب نہیں جو ہمیں حاصل ہے لہذا یہ حضرات تمام کائنات سے جدا گانہ نوع ہیں۔

اب یہ رہ گیا کہ عرض تخلیق کیا ہے؟ کیوں بنایا؟۔ تو خود خدا فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے خزانے جو پنہاں تھے وہ دینا چاہتا تھا۔ میرے خزانہ پنہاں طاہر ہوں اس کے لئے سب پیدا کیا کہ کس کو دوں۔ کس کو دوں یہ خزانے۔ میں مستغنی میں غنی بالذات مجھے کسی چیز کی احتیاج نہیں معرفت بھی اپنی ذات کے اضافہ یا اپنی ذات میں کچھ کمال بڑھانے کیلئے نہیں۔ میں تو ہوں۔ جو پہچان لے گا اس میں کمال آئے گا۔ اور وہ مستحق بن جائے گا کہ میں اُسے کچھ دوں اسیلئے میں نے اپنی معرفت کو سبب بنایا کہ اس معرفت کے ذریعے میں اپنے پنہاں خزانوں کو الٹ دوں۔ لہذا میں نے ایک اول بنایا یعنی سرکار دو جہاں کے نور کو جس کے اجزاء میں یہ چودہ (صلوات) جب یہ نور اول بنا۔ حاضرین۔ یہ وجود اول جو کا شے سے ہے اس پر اُنیدہ انشاء اللہ پوری بحث آجائے گی۔ یہ کا شے سے بنا۔ کچھ نہیں ہے۔ کوئی نمونہ نہیں ہے۔ میرے مولا کا خطیہ پڑھیے آپ نبیج البلاغہ میں۔ کوئی نمونہ نہ تھا۔ کہ جس کو دیکھ کر یہ اول بن یا گیا۔ کیونکہ پہلا خود ہی نمونہ ہے۔ (صلوات)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَتَذَكَّرُ
رَسُولَ اللَّهِ يَتَّبِعِ خَيْرَ مَا فِيهِ مِنْ حَقٍّ وَأَمْرٍ سَوِيٍّ

یہ ہے ممتاز اور ایک یہ ہے مشخص یعنی ایک یہ اور ایک وہ پہچانی جائے۔ دو الگ کس طرح جب تک کہ ہر ایک میں خصوصیت جدا گانہ نہ ہو۔ جب تک یہ خصوصیت نہ ہو کہ جو اس میں ہے وہ اس میں نہ ہو اور جو اس میں ہو وہ اس میں نہ ہو۔ تب تو دو کہے گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تو آپ نے کہا کہ ایک مابہ الامتیار جس کے ذریعے سے یہ دو ممتاز ہوں۔ ایک یہ جز مانتا پڑا اور ایک وہ جز جو دونوں میں مشترک ہے تو جو مشترک ہے۔ وہ صفت قدامت ہے۔ دونوں صفت قدامت میں شامل اور ایک وہ صفت جو دونوں میں ممتاز ہے، جدا گانہ ہے۔ ایک میں ہے دوسرے میں نہیں جو اس میں ہے دوسرے میں نہیں تو جب دو دو چیزیں پائی گئیں تو یہ دونوں دو چیزوں سے بنے تو جو دو چیزوں سے بنے وہ قدیم کہاں سے ہو سکتا ہے وہ مرکب ہو گیا (صلوات) محتاج اجزا ہو گیا۔ عرض آپ نے یہ متوایا کہ کوئی نہ کوئی تجھے اول مانتا پڑے گا۔ اور خدا ایک ہی ہے اور قدیم ہے۔ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔ پروردگار عالم نے کہا کہ میں کائنات کو پیدا کر دوں۔ اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے۔ ایک نور اول کو اس کو نور کہئے۔ ایک اول کو بنایا اور جب وہ اول بنا وہ کا شے سے بنا۔ جب لا شے سے وہ بن گیا تو وہ شے بنا۔ کا شے سے جب وہ بن گیا تو وہ شے ہے۔ اب اس شے سے اشیاء بنے تو کائنات میں جتنے اشیاء بنے وہ شے سے بنے اور یہ اول کا شے سے بنا۔ جب کچھ نہ تھا۔ اور ہوا۔ (صلوات)

اور اسی کو کہتے ہیں کہ اول کا شے سے بنا کچھ نہیں تھا۔ نہ ہوت سے۔ ہوت بنا نہ ہونے کے بعد کچھ نہ تھا۔ کہ ایک بناب جب وہ بنا تو اول جو بھی ہو گا وہ تمام اشیاء عالم سے جدا گانہ ہو گا۔ کیونکہ وہ کا شے سے بنا۔ اور باقی اشیاء شے سے بنی ہیں۔ تو اس اول مخلوق کی نوعیت تخلیق جدا گانہ ہو گی۔ اب اس کا قیاس کائنات پر نہ ہو گا۔ اگر وہ اول نہ ہوتا جو کا شے سے

دہاں معلول اول ہی نہیں۔ کوئی معلول، کوئی مخلوق، کوئی مصنوع ہے ہی نہیں۔ ہم نے بے شک پہچانا۔ ہماری فطرت میں اللہ نے پیدا کر دیا اور ہر ایک عاقل اس کو مانتا اور جانتا ہے۔ کسی شے کا وجود اگر ہے تو اس کا کوئی موجد ہے۔ ہر ایک جانتا ہے۔ اور ہم نے اللہ کو پہچانا ہے۔ انہیں ذرایع سے۔ ہم نے اللہ کو نہیں دیکھا۔ ہم نے تو کائنات کو دیکھا ہے۔ یعنی ہم نے مخلوق سے خالق کو پہچانا ہم نے مصنوع سے مانع کو پہچانا۔ ہم نے زمین و آسمان کو دیکھ کر بنانے والے کو پہچانا۔ ہمارے سامنے تو شمس و قمر و بحر و بر و ارض و سما، آب و ہوا سب کچھ ہم نے انہیں دیکھا۔ اور بنانے والے کو پہچانا۔ یہ تو ہمارے لئے ہے کہ ہم نے مخلوقات کو دیکھا۔ کیونکہ جب ہم پیدا ہوئے تو ہم سے پہلے مخلوقات موجود تھیں۔ اور خالق کو پہچان لیا۔ لیکن یہ بتائیے کہ جو اول بنا اس نے کیا دیکھا۔ جو خدا کو پہچانا۔ (صلوات)

سوچنا تو یہ ہے۔ غور اس پر کرنا ہے۔ اس نے کیا دیکھا جب کچھ نہ تھا۔ جب کائنات سے وہ موجود میں آیا۔ تو یقیناً آپ کو ماننا پڑے گا۔ دو تین حدیثیں پڑھیں گاتے سمجھ میں آئے گی بات کہ انہوں نے جو اول بنا تھا۔ اس نے کائنات خدا میں کائنات سے مدد نہیں لی۔ وہ کائنات کا محتاج نہیں اپنی معرفت میں کیونکہ کائنات ہے ہی نہیں۔ آج یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ ہم نے اگر خدا کو پہچانا تو اس کی مخلوق کو دیکھ کر پہچانا ہم نے خدا کو نہیں دیکھا مخلوقات کو دیکھا اور خدا کو پہچانا۔ تو کیوں نہیں مان لیتے کہ مخلوقات کو وسیلہ بنایا معرفت خدا کا۔ اور جب مخلوق کو آپ نے وسیلہ بنایا۔ خالق کو نہیں دیکھا مخلوق کو وسیلہ بنایا۔ ارض و سما کو وسیلہ بنایا۔ شمس و قمر کو وسیلہ بنایا خدا کی معرفت کا تو آپ نے مخلوقات کو پہچان کر یہ ثابت کر دیا کہ آپ بوسیدہ غیر خدا، خدا تک پہنچے۔

پہلے بنا اور اس سے پھر سارے نمونے بنے۔ یہ مرکز اول۔ جب آپ یہاں تک پہنچ گئے تو آپ اس کو ذرا بڑھائیے۔

یہ بنا اول اور بنایا معرفت کرانے کے لئے۔ جب معرفت کرانے کیلئے بنایا تو جن کو ان کے بعد پیدا کرے گا۔ ان سے پھر معاملات ہوں گے پھر خرید و فروخت ہوگی۔ مگر ایسی بنیاد یعنی معرفت کی بنیاد پر۔ بنیاد یہی ہوگی۔ بیع و شراء۔ جس کو اول بنایا۔ اب آپ اس اول مخلوق کو سمجھئے۔ یہ ہمارا ایمان۔ مسلمانان عالم کا ایمان۔ کہ سب سے اول ہمارے حضور کا نور بنا۔ ثواب میں ایک گزاریش کر دیں گا کہ یہ جب بنا تو اس کی معرفت کا ذریعہ کیا تھا۔ معرفت علم کو کہتے ہیں۔ علم کی قسمیں ہیں۔ علم اور معرفت میں ذرا سا فرق ہے۔ علم جس کا تعلق کلیات سے ہو۔ اس کو علم بولا جاتا ہے۔ کلیات سے تعلق ہوتا ہے۔ اور شخصیات سے تعلق ہوتا تو معرفت بولا جاتا ہے۔ (صلوات) لفظ معرفت اور لفظ علم میں یہی فرق ہے۔ ثواب اس ذات اول میں جس کو خدا نے اول بنایا۔ اس نے معرفت خدا کس طرح حاصل کی اگر معرفت موقوف ہے نمونوں پر۔ اگر حصول معرفت حصول علم نمونوں پر موقوف ہے تو اسے علم کہاں سے ملا۔ اور اس نے جو معرفت خدا حاصل کی وہ کیوں کہ حاصل کی جبکہ کوئی شے نہ تھی۔ کائنات کی کوئی شے نہیں تو اسے علم کہاں سے ملا۔ اور اس نے جو معرفت خدا حاصل کی وہ کیونکہ حاصل کی۔ اس مسئلے کو بڑے بڑے حکماء و فلاسفہ حل نہ کر سکے اگر حل کیا تو ہمارے آئمہ نے اور اس میں خصوصی طور پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے (صلوات)

معلول سے علت کو پہچانا۔ مصنوع سے مانع کو پہچانا۔ مخلوق سے خالق کو پہچانا اثر سے موثر کو پہچانا۔ یہ تو فطرت ہے کائنات کی۔ مگر اول کائنات کی نہیں۔ کیونکہ

سے پہچانا۔ اور تمام کائنات نے حتیٰ کہ فرشتے (ہیں ان کے لئے بھی کہتا ہوں کہ اس اول کے بعد بنے اور جب بنے تو انہوں نے ایک مخلوق کو دیکھا۔ تو جب مخلوق کو دیکھا تو حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سجدہ کرنے لگے ہم حمد و ثناء کرنے لگے۔ کیونکہ ہمیں دیکھا فرشتوں نے اور ہم کہوں سجدے کرنے لگے کیوں ہم حمد و ثناء کرنے لگے تاکہ یہ سمجھیں کہ ان سے کوئی بڑا ہے کہ جس کو یہ سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خدا نہیں ہیں۔ کیوں کہ فرشتوں نے پیدا ہوتے ہی یہیں دیکھا۔

یہ سمجھایا ہمارے آئمہ نے کہ جب یہ اول ہیں تو وہ بحث آئی کہ جہاں سے بیع و شراء خرید و فروخت کا مسئلہ شروع ہوگا انشاء اللہ کل۔ آج اس کی بنیاد ہے۔ معرفتِ آدمی کہاں سے اس کا مرکز بتاؤ۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ کون مبداء ہے کہ جہاں سے ابتداء ہوتی ہے وہ کون مخلوق ہے۔ تو جب یہ اول بنے۔ اور ان کو خدا نے اپنی معرفت کرائی تو ذرا سمجھے کی ضرورت ہے کہ کیسے کرائی؟ انہیں علم کیسے دیا۔ انہیں اپنی معرفت کیسے سکھائی۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ ہمارے آئمہ حل کر گئے جو نہ سمجھے وہ خدا کو معلم اور انہیں متعلم اور درمیان میں کتاب سمجھے کہ جس طرح ہم اور پروفیسر صاحب ہیں ایک دوسرے کو پڑھاتے ہیں۔ اللہ نے انہیں پڑھایا۔ کا حوالہ دلا قوۃ الا باللہ۔

اللہ سے کیا چیز نکلی۔ آواز۔ اگر کوئی شے نکلی اللہ سے اس کا تعلق ذات سے ہوا تو مَس ہو گئی۔ وہ خدا نہ رہا۔ اس سے کوئی شے مَس نہیں ہو سکتی۔ آواز کیسے مَس ہو گئی کلاسیک شیعہ دلائل میں شیعہ اس سے کوئی شے لگ نہیں سکتی۔ اُسے کوئی شے چھو نہیں سکتی۔ تو پھر پڑھایا کیسے؟ اور اگر کسی پر بٹھاتے ہو خدا کو یعنی شاگرد و استاد کو اُن کے سامنے کسی پر بٹھاتے ہو۔ اور بیچ میں کتاب رکھی ہے۔ تو تم نے حد بندی کر دی

یعنی یہ آپ نے تسلیم کر لیا کہ غیر اللہ کے ذریعہ آپ کو اللہ کی معرفت ہوئی۔ آپ غیر اللہ سے اللہ تک پہنچے تو آپ بغیر وسیلہ کے خدا تک نہ پہنچ سکے۔ اب انکار و سید کیا! آپ نے تو وسیلہ بنایا مخلوقات کو اور پہچانا خالق کو۔ تو کائنات کو وسیلہ بنا کر اللہ کی معرفت حاصل کی۔ تو آپ غیر اللہ کے اللہ تک کیسے پہنچے۔ غیر اللہ۔ اب وہ غیر اللہ۔ زمین، آسمان، کوئی مخلوق ہو۔ مگر آپ غیر اللہ کے ذریعہ اللہ تک پہنچے مگر جو اول بنے گا۔ جیکہ غیر اللہ ہے ہی نہیں۔ اللہ ہی اللہ ہے۔ (حصولاً)

وہ اول ہے۔ اس نے کس طرح خدا کو پہچانا۔ تو فرماتے ہیں حیثین کے بابا علی علیہ السلام۔ دعائے صباح میں۔ ارشاد فرماتے ہیں ہماری ہدایت کے لئے اور اللہ کے دربار میں کھڑے ہو کر۔ عرض کر رہے ہیں يَا مَنْ دَلَّ عَلٰى ذَاتِهِ بِذَاتِهِ يَا اللّٰهُ تُوْنے ہیں اپنی معرفت کرائی یعنی اپنی ذات کی معرفت کرائی تو نے اپنی ہی ذات کے ذریعہ اسے وہ ذات کہ جس نے اپنی ذات کی رہنمائی کی اپنی ہی ذات کے ذریعہ۔ کوئی غیر نہیں درمیان میں۔ کوئی غیر نہیں اور چھوٹے علی نے اُسے اور واضح کیا۔ حسین کا بیٹا زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت واضح کر دیا۔ اِلٰھِیْ بَلَّغْ عَنْ قَتْلِکَ یہ حقیقہ کامل میں ہے۔ اے میرے مالک! میں نے تجھے تجھ ہی سے پہچانا وَ اَنْتَ دَلَلْتَنیْ عَلَیْکَ اور تو نے خود ہی میری رہنمائی کی اپنی ذات کے لئے۔ تو نے خود رہنمائی کی۔ ہم نے تجھے پہچانا تجھ سے یہ بات یہی حضرات ہی کہہ سکتے ہیں کہ جب کوئی غیر اللہ نہ ہو۔ اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔ اور یہ اول مخلوق ہوں۔ تو یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا کو خدا سے پہچانا اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ دنیا میں اُن کے سوا کہ ہم نے خدا کو خدا

یہ لفظیں مخلوق ہیں۔ یہ پیدا کی ہوئیں ہیں۔ یہ جب اول نور بنا۔ تو یہ حروف پیدا ہوئے حروف کی ترکیب پیدا ہوئی حروف ابجد پیدا ہوئے اور یہ مل کر مرکبات اور لفظ بن کر ظہور میں آئے اس ناطق اول میں۔ تو یہ جو پڑھ رہا ہے۔ تو تم اس کا جو بھی موقوف ہے اس ناطق اول پر جب وہ پڑھنے لگا۔ حروف بنے تو آیتیں بنیں حروف نہ ہوتے تو جملے نہ ہوتے اور جملے نہ ہوتے تو آیتیں نہ ہوتیں ان کے بولنے سے جملے بنے۔ حروف بنے آیتیں بنیں (توجہ) آج قرآن ناطق کے معنی سمجھا۔ کیا معنی ہیں قرآن ناطق کے حروف بنے۔ جملے بنے۔ کیا معنی۔ یہ سب مخلوق۔ ایک ایک خوف مخلوق اشارہ بھی کر دوں۔ یہ مضمون جو میں پڑھ رہا ہوں۔ یہ مضمون امام محمد تقی علیہ السلام کا ہے۔ (صلوٰۃ)

حضرت نے فرمایا ہے۔ ان الله تخلق الاسماء والصفات بالحروف والحروف بالاصوات۔ اللہ نے پیدا کیا اسماء کو اور صفات کو حروف سے حروف بتایا ہے۔ اور حروف کو بتایا نطق سے اور نطق کو پیدا کیا نور اول سے۔ جب وہ بولا یعنی اول بولا تو الفاظ بنے جملے بنے آیتیں بنیں۔ آیتیں بنیں تو رکوع بنے۔ رکوع بنے تو سورے بنے یہ پانسے بنے قرآن بنا۔ اگر وہ ناطق اول نہ ہوتا۔ پھر قرآن نہ ہوتا تو قرآن ناطق وہ ہے۔ وہ جب زمین پر آیا نطق کرتا گیا۔ بولتا گیا۔ اصحاب کرام نکھتے گئے۔ (صلوٰۃ) یہ بولتا گیا وہ نکھتے گئے جب یہ بولا۔ یعنی نور اول جب بولا سننے والوں نے سنا اور نکھا تو بولنے کے بعد سننے میں اور نکھنے میں آیا۔ کیونکہ خدا نے ان کے اجزاء میں دیدیا مختار تو چونکہ قرآن۔ قرأت کے معنی بولنا۔ قاری بولنے والا۔ جب انہوں نے قرأت کی (کیونکہ قرآن کہہ رہا ہے) ان کی قرأت کرنے سے قرآن بنا۔ اور وہ کہاں سے بولے جو قرأت قرآن کی وہ کہاں سے کی؟ اب بشیر بول رہا ہے۔ آپ کو سننا رہا ہے علوم

ایک جگہ میٹھا کر۔ پھر خدا نہ رہا۔ (صلوٰۃ) اس کی ذات کے لئے نہ قرب و بعد مکانی ہے اور نہ زمانی۔ تو اس نے پڑھایا کیسے؟ جب اس سے کوئی چیز نہ ہو سکتی ہی نہیں۔ کہ اس سے کوئی آواز آئے۔ نہ وہ سامنے آسکتا ہے۔ تو علم القرآن کیسے دیا اس نے؟ الرحمن علم القرآن۔ کیسے پڑھایا؟ یہ طرز تعلیم یہ تو کائنات کے پیدا ہونے کے بعد ہے۔ لیکن وہ تو اول ہے۔ اور اس کا پڑھانے والا خدا ہے تو حضرت فرماتے ہیں۔ (صلوٰۃ)

ان الله تخلق ارواحنا۔ خدا نے ہماری روح کو پہلے پیدا کیا۔ واسکنہما فی النور اور نور کو ملایا۔ پھر روح کو ساکن کیا۔ روح کو سکونت دی نور میں اور جب وہ آگئی تو اظہر وہ آئی تو فانی نطقا اسکے آتے ہی ہم عالم بھی بن گئے۔ ناطق بھی بن گئے۔ نطق بھی کرنے لگے۔ اب معلوم ہوا ہمارے چھٹے امام نے فرمایا۔ اَفَدَعْنَا مَعْرِفَةَ خَدَانِہِمْ یٰی ودیعت کی معرفت ہمارے اندر معرفت پیدا کی۔ (صلوٰۃ)

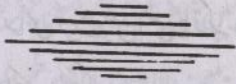
یعنی ہمارے اجزائے تخلیق کو یعنی روح و نور کو ایسا بنادیا کہ وہ عالم بنا دہ ناطق بنا دہ بولنے بھی لگا۔ وہ جاننے بھی لگا۔ بنایا ہے ایسا۔ نہ کہ وہ آواز دے رہا تھا اور یہ سن رہے تھے، انہیں پیدا اس طرح کیا تھا کہ علم ان کے اجزاء میں شامل تھا۔ اور معرفت انہی روح و نور کے مل جانے کا نتیجہ ہے فالتقنا فسمیٰنا وھللنا ہمیں ناطق کیا۔ اور یہ پہلا نطق تھا۔ کہ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ۔ سبحان اللہ۔ اب بشیر اک بات کہا ہے۔ یہ پہلا نطق تھا۔ لا الہ الا اللہ۔ یعنی نہ کا تھا لام الف۔ کیونکہ یہ بھی مخلوق ہے۔ لام بھی مخلوق الف بھی مخلوق۔ اور اس کی معرفت بھی مخلوق۔ ہم نے کہا۔ الا۔ یہ بھی مخلوق اور لفظ جو بولا اللہ۔ اللہ۔ الف لام۔ لام۔ الف۔ کا۔ یہ بھی مخلوق۔ کیونکہ پانچ حروف سے بنا اللہ۔ اللہ یہ لفظ ذات نہیں یہ لفظ جو بول رہے ہیں۔ اللہ ہو۔ اللہ ہو لا الہ الا اللہ

قرآن پڑھے گا۔ جسم اندھ کر بلایں پڑھے گا۔ ٹکڑا ٹکڑا قرآن پڑھے گا۔ وہ کٹی ہوئی انگلی جو انگشتی کے لئے کٹی گئی وہ الگ قرآن پڑھ رہی ہے اور وہ گرم گرم خون جو حسین کی رگوں سے پھرنے چلنے سے جو رگوں سے گرم گرم خون زمین پر گرا وہ آنتیں کھ رہا تھا۔ وسیع علم الذین ظلموا ای متقلب بقلبہم ان کے اجزاء تخلیق میں ہے علم ان کے اجزاء تخلیق میں ہے حکمت و معرفت سب خزانہ ہائے خدا جو کچھ ظہور ہوا۔ جو کچھ ہیں وہ یہ ہیں نمونہ۔ جو اللہ نے بغیر کسی نمونہ کے بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اجزاء میں صغیر و اکبر بنا سوائے ہمارے چھوٹے بڑے برابر ہیں ان کے چھوٹے سے چھوٹا دیکھ لیں۔ بچے سے بچہ دیکھ لیں۔ اس کے اجزاء علم و معرفت ہیں۔ میں آج آپ کو کربلا ہی کے واقعہ شہادت کے بعد کا ایک مختصر سا واقعہ پیش نظر کر دوں۔ لاشوں پر بنی بیاں دواع کر رہی ہیں۔ یہ مت سمجھئے کہ حسین شہید ہو گئے تو آپ کا ماہ عزرا ختم ہو گیا نہیں عزرا داری باقی ہے۔ اب جو بہت زیادہ تکلیف میں ہیں ان کی عزرا داری ہے۔ جب تک حسین تھے۔ بچے بھی آتے تھے پانی مانگتے ان میں سے کوئی بچہ کہتا تھا یا پانی کوئی کہتا تھا چچا پانی، کوئی کہتا تھا ماموں پانی، کوئی کہتا تھا مولا پانی۔ جس وقت بچوں نے سن لیا اکہ قُتِلَ الْحُسَيْنُ آگاہ ہو حسین قتل ہو گئے۔ جب یہ سن لیا تو پھر کسی بچے نے پانی نہیں مانگا۔ کوئی بچہ پانی مانگتے نہیں آیا۔ جب یہ بیاں اتریں تو انہوں نے اپنے ہی اجزاء و علوم ظاہر کئے جو خلقت میں دو لیت ہوئے تھے۔ حضرت بی بی زینب۔ یہ نہ سمجھنا کہ ان کو پڑھا یا گیا۔ نص معصوم نص معصوم اور وہ کون۔ امام زین العابدین کی نص معصوم کی نص۔ ہمارا امام کہہ رہا ہے۔ انت عامۃ غیر معل و فیصمۃ غیر مفہمہ تم بغیر پڑھائے عالم بغیر سمجھائے ہوئے فہمیدہ۔ تمہیں تعسیم دے کر عالم نہیں بنایا گیا

اہلیت۔ یہ کہاں سے؟ زبان پر تو ہے۔ لیکن یہ آیا کہاں سے؟ ماننا پڑے گا کہ بشر کے سینے میں کچھ ہے کہ جو اس کے اندر سے باہر آ رہا ہے۔ تو جب حضور نے قرأت کی اور قرآن بنا! مگر یہ قرآن کہاں سے آ رہا ہے؟ ان کے سینے میں ہے۔ اور اگر سینے میں نہ ہو تو بولیں کہاں سے۔ (صلوٰۃ)

توجہ حاضرین۔ جب یہ بولے تو قرآن اور جو ان کے سینے کے اندر ہے اس کو قرآن بتاتا ہے۔ انہ لقرآن کریم یقیناً یہ جو حضور بول رہے تھے۔ قرآن کریم ہے۔ حضور جو بول رہے ہیں۔ قرآن کریم ہے۔ فی کتاب مکنون۔ یہ قرآن چھپی ہوئی پوشیدہ کتاب نہیں یہ قرآن کریم چھپی ہوئی پوشیدہ کتاب مکنون میں ہے جہاں سے یہ پڑھ رہے ہیں کا یمسہ الا لمطمعون۔ اس کتاب کو کوئی چھو نہیں سکتا وہ کسی سے مس ہو نہیں سکتی سوائے ان کے جن کو خدا نے مطہر کیا ہے آیت تطہیرائی ہے جن کے لئے ان کے سوا اس کتاب مکنون کو کوئی چھو نہیں سکتا۔ کوئی دواں تک پہنچ نہیں سکتا۔ تو اب کتاب مکنون سینہ محمد عربی ہے (صلوٰۃ) اور جو آپ نے ارشاد فرمایا یا ملائکہ کیا وہ ہے قرآن۔ حاضرین! یہ ان کے اجزاء میں شامل ہے۔ نطق بھی، علم بھی، معرفت بھی اور جب ان کے اجزاء طینت میں ان کے اجزاء تخلیق میں خالق نے ودیعت کر دیا کہ یہ پیدا ہی ہوئے عالم۔ یہ پیدا ہی ہوئے ناطق۔ تو جو ان کے اجزاء بدن میں بشری شکل میں آپ چاہے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ان کے جسم کو کاٹ ڈالیں۔ قرآن جدا نہ ہو گا۔ نطق جدا نہ ہو گا۔ وہ ان کی روح و نور کو ملا ہے۔ یہ بطن مادر میں بھی کلام کرتے ہیں۔ اور بشری شکل میں پیدا ہوتے ہی کلام کرتے ہیں۔ ان سے قرآن جدا نہیں ہو گا۔ وہ تو ان کی تخلیق میں ہے۔ ان کے اجزاء تخلیق میں ہے۔ اگر ٹکڑا جدا ہو گا، سر جدا ہو گا۔

آخر در دروگر ہکان ہوئے تو حسین نے کہا بہن تمہارے روتے کا زمانہ بڑا طویل ہے
مجھے اجازت دو۔ مجھے اجازت دو میں جا رہا ہوں جس وقت الگ ہوئے بہن بھائی۔
اور حسین نے ایک قدم آگے کیا ہے تو زینب کا بازو پکڑ کر ایک درخواست کی ہے۔
اب میں وہ پڑھتا ہوں۔ بازو پکڑ کر اپنی بہن زینب سے یہ درخواست کی ہے۔
یا اختا۔ یا اختا۔ اے میری بہن کیا اختا کہ لا تنسیخی فی
ناقلۃ اللیل۔ اے میری پیاری بہن تہجد کی نمازوں میں مجھے نہ بھول جانا۔ مجھے
مزور یاد رکھنا۔ اے میری بہن۔ اے میری پیاری بہن مجھے تہجد کی نمازوں میں نہ بھولنا
تہجد کی دعاؤں میں مجھے یاد رکھنا۔



تم انہیں اجزا میں ہو۔ کہ جن کی فطرت میں علم دیا گیا۔ یہ امام نے نص کی۔ یہ تو ہے علم
کی نص۔ وہ گئی عبادت تو وہ بھی امام نے نص فرمائی۔ جب ہمارے مولا سید الشہداء
رحمت ہو کر جاتے لگے۔ اور بنی بیوں کو سلام کیا۔ ایک ایک کا نام لے کر۔ دروازے
پر بیٹھے کے تشریف لائے صرف ایک بنی زینب ساتھ ساتھ۔ باقی جتنی بنی بیوں کو سلام
کیا تھا۔ وہ صف باندھ کر کھڑی ہوئی ہیں کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہٹی۔ ایک ایک کا نام لیکر
اے سبکتہ سلام، اے رقیہ سلام، اے ام ایسی میرا سلام، اے زباب میرا سلام
سب کو سلام اور آخر میں کیا کہا۔ جو بالکل آخر میں کھڑی تھی ایک بوڑھی عورت۔
یا فضیلتہ علیک السلام فقہ میرا سلام تم پر فقہ میرا سلام۔ سلام کر کے چلے صرف
ایک بنی زینب ساتھ ساتھ۔ جب آئیں حد خیمہ پر اب دونوں بہن بھائی کھڑے ہو
گئے۔ صف اندر کھڑی۔ صرف یہ دروازے پر دونوں بھائی بہن۔ اس وقت بہن کہتی ہے
بھیا اب مجھے یقین ہے کہ یہ تمہاری جو رحمت ہے یہ آخری ہے۔ میری ماں کا ایک حکم
تھا مجھے کہ جب حسین آخری رحمت ہو تو میری نیابت میں میری طرف سے حسین کا گلا
چوم لینا بھیا ذرا اپنا گلا کھولو۔ بھیا اپنا گلا کھولو۔ حسین نے بند قب کھولے۔ بنی بنی نے
بوسے دیئے پٹ گئیں۔ حسین نے کہا مجھے بھی حکم تھا۔ کہ جب تم آخری رحمت ہو کر
جاتے ہو تو میری بیٹی زینب کے بازو پر میری طرف سے بوسے دینا۔ تم بازو کھولو
میں تمہارے بازو چوم لوں، میں تمہارے بازو چوم لوں۔ حسین نے بہن کے بازو چومے
بہن نے حسین کا گلا چوما۔ دونوں بہن بھائی خوب گلے مل کر روئے۔ ایک دوسرے سے
لیپٹ کر خوب روئے، کبھی تانا یاد آئے کبھی ماں یاد آئیں کبھی بابا یاد آئے۔ کبھی حسن
یاد آئے۔ دونوں روئے۔ یہ جو لفظ میں نے کہا نص امام۔ بس اسی پر ختم کر دوں گا جب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَ
أَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِمْ مَّقَاتِي الثَّوَابَةِ وَ
الْإِجْلِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا
بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

کل میں نے یہ آیت پیش کی تھی۔ اسی کو عنوان کلام قرار دیا ہے۔ کیونکہ میرا موضوع بیان عظمت شہادت ہے اور اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ شہادت کی عظمت آیت کے آخری الفاظ اس مطلب کو بالکل واضح کر دیتے ہیں! و خالک هو الفوز العظیم اتی عظمت دلی چیز ہے کہ جس کو خود خدا نے عظیم عظیم فرما دیا ہے۔ تو میں اس پر بحث پیش کر دوں گا۔ کل میں نے بنیاد رکھی تھی اس عظمت شہادت کو سمجھانے کیلئے کہ مالک الملوک نے ہم سے ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کا سودا کیا ہے۔ خرید لیا ہے اللہ نے ان اللہ اشتراقی یہ بیعہ ہے ماضی کا یعنی خرید چکا۔ اب آپ اس کو سمجھیے۔ ان اللہ اشتراقی تحقیق کہ اللہ خرید چکا۔ یعنی یہ فیصلہ اب نہیں ہوا۔ یہ ہو چکا۔ روزِ ميثاق ہو چکا۔ خلقت اروح میں ہو چکا۔ یہ نیا فیصلہ نہیں ہے وہ تو خرید چکا جب عالم ميثاق میں تھے۔ تمام دنیا اور یہ تمام حالات اس کے علم میں تھے۔ قیامت تک کے حالات اس کے علم میں تھے۔ ہم سے پوشیدہ تھے اس سے پوشیدہ نہ تھے۔ تو اس نے اس وقت خرید لیا۔ اور

جی روحوں نے بیک کہی ان کا تعارف کرایا۔ (صلوات)

ان اللہ اشتراقی تحقیق کہ اللہ نے خرید لیا وہ خرید چکا۔ من المؤمنین۔ مومنین سے خریدا ہے۔ غیر مومنین نہیں آسکتے۔ یہ جو اشتراقی ہے، یہ جو اللہ تعالیٰ نے سودا کیا ہے مومنین سے کیا ہے۔ اس میں غیر مومن شامل نہیں۔ مومن کی بھی تعریف اور اس کی خصوصیات اور شرائط ہیں۔ کن شرائط پر یہ بیع ہوئی؟ جنت دی جا رہی ہے بیعنامہ کر کے دی جا رہی ہے! جنت کا بیعنامہ کر دیا۔ پہلے ہی کر دیا۔ ابھی جنت بنی ہی نہ تھی وہ فرماتا ہے۔ یقیناً اللہ سودا کر چکا۔ خرید چکا زمانہ ماضی میں۔ اب نہیں من المؤمنین جو مومنین ہیں ان سے خرید چکا انفسہم و اموالہم ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید چکا مومنین سے ان کے نفوس کو اور ان کے اموال کو۔ دونوں کو خرید لیا۔ بدلے میں قیمت کیا دی؟ وہ تو بیع ہے، عربی میں بیع کہتے ہیں اس چیز کو جو چیز فروخت ہوئی۔ ایک بائع، ایک مشتری، ایک میبوع۔ بیچنے والا یعنی بائع، خریدنے والا مشتری، اور بیع یعنی جس کو خریدا جائے۔ بیچنے والا جس کو بیچتا ہے اور خریدنے والا جس کو خریدتا ہے اس کو بیع کہتے ہیں۔ اور جو اس کے بدلے میں دی جائے اس کو ثمن، یعنی قیمت چاہی چیزیں ہوتی ہیں بیع و شراء میں، اس آیت میں خدا ہے مشتری یعنی خریدنے والا۔ مومنین ہیں بائع یعنی بیچنے والے۔ سودا ہو رہا ہے مومنین کی جان و مال کا یہ بک رہا ہے یہ ہے بیع اور خریدار اس کی قیمت میں جنت دے رہا ہے یہ قیمت ہے ثمن۔ یہ چاروں چیزیں قدرت نے اس آیت میں بتادی ہیں کہ روزِ ميثاق یہ ہو چکا ہے۔ فیصلہ ہوا ہے۔

اب بتلاتا ہے اس کے شرائط۔ کن مومنین سے؟ وہ کل مومنین کون سے ہیں جی سے ہم نے یہ سودا کیا ہے؟ فرماتا ہے یقاتلون فی سبیل اللہ۔ جو قتال

دعویٰ میں ہوتے تو یہ نہ کہتے کہ میں یہاں سے نکال۔ یہ کہتے کہ ہمارے وطن میں ہماری حفاظت کر، ہماری مدد کر۔ یہ ایسے ہیں کہ ان کا وطن اور بے مگر قید ہو گئے ہیں کسی دوسری جگہ۔ اور وہاں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں یہاں سے نکال۔ اس آبادی سے کہ ظالم ہیں یہ لوگ ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور ان میں بچے، مرد، عورتیں، سب ہیں۔ تو اب دعوٰی معنی ہیں۔ انشاء اللہ سبیل کے معنی تیسری یا چوتھی مجلس میں پیش کر دیں گا۔

آج تو یہ بتانا ہے کہ پروردگار عالم نے یہ جو بیع و شراعت کی ہے جان و مال کی۔ مالک ہوتے ہوئے پھر وہ ہم سے سودا کرے! وہ تو مالک ہے۔ ہماری جانوں کا اور مال کا سودا کیسا! فرماتا ہے کہ ہم سے تم تجارت لے لو۔ اور اس کے بدلے اپنی جان و مال ہیں دے دو۔ یہ سودا کیا ہے؟ حالانکہ جان بھی اس کے قبضہ میں ہے مال بھی اس کے قبضہ میں ہے جو چاہے کرے۔ لیکن سودا کیا اور یہ سودا، سودا نہیں کہلاتا ہے (تو حیر) معاملہ نہیں کہلایا جاسکتا۔ بیع و شراعت نہیں کہلاتی جاسکتی جب تک کہ بائع و مشتری مختار نہ ہوں انہیں اختیار نہ ہو۔ اگر اختیار نہیں بالجبر لیا اس کو بیع و شراعت نہیں۔ بلکہ وہ غصب کہا جائیگا یا لوٹ مار کہ آپ نے لوٹ مار کر لی۔ تو یہ سودا کب کہلائے گا۔ کہ جب تک بائع اور مشتری یعنی بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں اس سودے پر اختیار نہ رکھتے ہوں۔ اور اگر جبراً ہے تو سودا نہیں۔ غضب ہے۔ آپ نے پھین لیا۔ بلا معاوضہ لیکر چلے گئے وہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کو بیع و شراعت تو نہیں کہہ سکتے۔ بیع و شراعت جو قرآن مجید نے بتایا۔ اس کو پڑھیں گے تو آپ کو احساس ہوگا کہ بائع بھی اختیار رکھتا ہے کہ بیچے یا نہ بیچے۔ اتنی قیمت لے یا نہ لے اسے اختیار اور مشتری کو بھی اختیار ہے کہ وہ اتنی قیمت دے یا نہ دے۔ اس کو بھی اختیار اور بائع کو بھی اختیار یعنی دونوں کو

کرتے ہیں فی سبیل اللہ۔ آپ اس کا ترجمہ راہ خدا کر دیں گے لیکن وہ راہ خدا قطعاً غلط ہوگا۔ سبیل کو سمجھئے۔ ایک آیت پڑھ دوں لِمَا لَاتَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَضْمُونِ اتِّتَابِ دِيْعِ بے کہ میں پانچ دنوں میں پورا نہ کر سکوں گا۔ اس لئے میں جلد جلد وہ چیزیں آپ کے سامنے لیتا آؤں اور پیش کر دوں۔ اور آپ سمجھتے رہیں۔ سبیل کا ترجمہ یہ نہ کیجئے گا کہ راہ خدا ہیں۔ آپ نے سبیل کے معنی لغت میں دیکھ لئے اور کہہ دیا کہ راہ خدا نہیں! اب دونوں چیزیں الگ بتاتا ہوں۔ سبیل کے معنی یہ نہیں ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ اهْلُهَا (سورہ النساء) مَا لَاتَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَمَكِّيُونَ نَهِيْنَ قَاتِلْ كَرْتُمْ؟ تَمَكِّيُونَ نَهِيْنَ لُزْتُمْ؟ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اِيْكَ تَوْنِيْ سَبِيْلَ اللَّهِ لُزْتُمْ اَوْ دُوْصَرَا جَمْعُ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ اَوْ اَنْ كَمَزُوْرُوْنَ كَلْتُمْ۔ کہ جو مرد بھی عورتیں بھی بچے بھی ہیں اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ میں ان ظالموں کے پیچھے سے چھڑاؤں ان کے لئے کیوں نہیں لڑتے؟ اور سبیل اللہ میں کیوں نہیں لڑتے؟ جو سبیل اللہ لڑتا ہے وہ چیز اور ہے۔ اس کو الگ کر دیا تم سبیل اللہ میں کیوں نہیں لڑتے۔ اور اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ کو الگ کر دیا یعنی جو کمزور کہہ دئے گئے ان کے لئے کیوں نہیں لڑتے کہ جو کافروں کے پیچھے میں گرفتار ہیں؟ مرد عورت اور بچے اور وہ یہ کہہ رہے ہیں اے ہمارے پالنے والے انہیں جتنا ہمیں نکال مِّنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ اهْلُهَا۔ اس آبادی سے (قریہ کے معنی آبادی۔ قریہ کے معنی گاؤں نہ کہئے گا۔ آبادی کہئے) میں اس آبادی سے نکال کر جنہوں نے ہم پر ظلم کر رکھا ہے۔ آخر جتنا۔ میں یہاں سے نکال۔ کیا معنی؟ کہ وہ اپنے وطن میں نہیں ہیں۔ اگر

بیع چکا تو اسے جان و مال کے بدلے قیمت میں جنت ملی۔ تو سب سے پہلے آپ کو یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ ہمیں با اختیار یا بیع اور اپنے کو با اختیار مشتری قرار دیا گیا ہے۔ درتہ جبر ہو جائے گا۔ اور کوئی فائدہ اس کا تر رہے گا۔ نہ بیع کا اور نہ شراعت کا۔ کھدیا خدا نے ایسا ہو گا۔ تو ہو گیا۔ پھر اختیار نہ رہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بلا کا واقعہ تو ہونا ہی تھا۔ ہو گیا۔ یہ تو کھدیا گیا تھا اور جب کھدیا گیا تو اس کے معنی جبر ہوا۔ جب کھدیا اور آپ کہتے ہیں کہ ہونا ہی تھا تو چاہے وہ کر بلا والے چاہتے یا نہ چاہتے وہ تو ہونا ہی۔ اگر ایسا ہے تو اس آیت کے معنی بتاؤ کہ یہ بیع و شراعت کیا ہے؟ پھر تو یہ جبر ہے بیع و شراعت نہیں ہے۔ ایک بات قبل کہ کہو کہ ہمیں کھدیا گیا بلکہ اختیار دیا گیا کہ چاہے جاد کر بلا یا نہ جاد۔ جبر نہیں۔ سمجھ لیجئے اس کو کہ جبر نہیں کیا گیا۔ اگر اس کی طرف سے کسی امر میں جبر ہو تو وہ مستحق مدح و ذم نہیں ہو سکتا۔ مجبور نہ مستحق مدح ہے نہ مستحق ذم۔ با اختیار کی مدح یا ذم کی جاتی ہے۔ مجبور کی نہیں اگر کسی کو با لجر شراب پلائی جائے۔ اور آپ اس کو مذموم سمجھیں اور اس کی بھڑائی کریں تو یہ غلط ہو گا کیونکہ اس کو اگر مضبوط پکڑ کر اس کے منہ میں جبراً شراب ڈالی گئی تو وہ مجرم نہیں ہو گا عزم وہ ہو گا جس نے جبر کیا۔ پھر سمجھئے۔ (صلوات)

یہ جرم اس کا ہو گا جس نے جبراً اس کو شراب پلائی اسی طرح اگر کسی کو آپ نے پکڑ کر جبراً سجدہ میں گرا دیا اور آپ اس کے سر پر بیٹھ گئے اور اسے آپ دبا ئے ہوئے ہیں تو اس سجدہ کا ثواب نہیں ہو گا یہ فصل ہی اس کا نہیں وہ تو جابر کا فعل ہے اس کا جس نے جبر کیا ہے۔ تو جبر سے نہ اطاعت قابل قبول اور نہ گناہ قابل مذمت۔ تو آپ کو مانتا پڑے گا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنی نافرمانی میں ہمیں مجبور نہیں کیا۔ اگر مجبور کر دے تو اطاعت کا ثواب وہ لے ہم کیوں لیں۔ اور گناہ کا بار اس پر ہو جو جبر کرے۔

جب تک اختیار نہ ہوگا۔ بیع و شراعت نہیں ہو سکتی۔ یہ اہم چیز ہے۔ آپ حضرات کے لئے بھی یہ آیت نہایت ہی تفکر کی محتاج ہے۔ اگر اللہ نے پہلے ہی سے طے کر دیا اور اس نے اپنی قدرتِ قاهرہ اور قوتِ جابرہ سے مجبور کر دیا کہ جاد اور مر جاد۔ اور وہ مقرر نہیں خدا تو کہتا ہے کہ جاد اور مر جاد۔ وہ اپنے حبیب سے کہتا ہے کہ ان سے کہو کہ اس جنگ میں جائیں اور مر جائیں۔ مگر وہ نہیں مرنا چاہتا وہ میدان چھوڑ کر چلا جاتا ہے نہیں مرنا، وہ اپنا بچاؤ کرتا ہے وہ اس جگہ جان دینا نہیں چاہتا، مال دنیا نہیں چاہتا تو پھر اس سے تو سودا نہیں ہوا۔ (صلوات)

پھر یہ جنت کا سودا اس سے نہیں ہوا۔ یہ تو ان سے ہو گا جو "یقاً تلون" قتال بھی کریں جب جنگ ہو، مقابلہ ہو اس میں قتل بھی کریں مخالف کو۔ کس کا مخالف؟ سبیل اللہ کا اس کے مخالف کو قتل بھی کریں کیونکہ یہ جنگ سبیل اللہ کے لئے ہے اور قتل بھی ہو جائیں۔ اور جب وہ قتل بھی ہو جائیں تو دو صفتیں اس سے ثابت ہوئیں۔ قتال میں لڑیں، قتل بھی کریں مخالفین کو اور تحفظ سبیل میں خود قتل بھی ہو جائیں۔ تحفظ سبیل میں قتل ہو جائیں، اپنے بچاؤ میں نہیں، اپنے جان و مال کے تحفظ میں نہیں۔ سبیل کے تحفظ میں قتل ہوں جو سبیل کے لئے جنگ ہو رہی ہے اس کے بچانے میں قتل ہوں۔ اور جان و مال سے دیں وہ فرماتا ہے۔ بان لھم الجنة یقیناً ان کے لئے جنت ہے۔ جنت ملکیت ہو جائے گی اس کی جس نے جان و مال دے کر خریدی ہے۔ اب جنت کا مالک وہ ہے جس نے جان بیچی۔ غیر نہیں آ سکتا اس کی بغیر اجازت۔

وہ مالک ہے جس نے جان و مال دے کر جنت لے لی۔ اب مالک کو اختیار۔ پہلے مالک تھا جان و مال کا۔ اس وقت اسے اختیار تھا کہ وہ اسے بیچے یا نہ بیچے اور جب وہ

تک جتنے نبی قتل ہوئے، جتنے پیغمبروں کو قتل کیا گیا، تکلیفیں دی گئیں، یہ بھی تو کھٹا ہوا ہوگا۔ حضرت یحییٰ کے ساتھ جو ہوا، یہ بھی تو کھٹا ہوا ہوگا تو جب بھی کھٹا ہوا اور بالجبر قدرت نے کر لیا تو آپ ان کو ظالم کیوں کہتے ہیں کہ جہنم میں حضرت یحییٰ کو قتل کیا پیغمبروں کے قاتلوں کو آپ نفیریں کیوں کرتے ہیں؟ اور خدا کیوں کہتا ہے؟ نعت اللہ علی نظامین ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ اگر ان کے اختیار ہی میں نہیں اور ان کا کوئی اختیار نہیں۔ انہوں نے کوئی ظلم نہیں کیا تو ظالم کا وجود ہی نہیں۔ تو پھر جو کھٹا ہوا ہے وہی ہو رہا ہے۔ خوب سمجھ گئے الحمد للہ۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ جس کو اس آیت نے واضح کیا ہے۔ خرید و فروخت کا لفظ کہہ کر مسئلہ جبر و اختیار کو واضح کر دیا۔ (صلوٰۃ)

اب فرماتا ہے کہ وہ قاتل کرتے ہیں۔ فی سبیل اللہ۔ سبیل اللہ۔ جو سبیل اللہ ہے۔ اس کے متعلق ان کا قاتل ہوتا ہے۔ قاتل ہوتا ہے سبیل سے متعلق یہ تشریح آئیگی انشاء اللہ۔ آج تو یہ بتانا ہے کہ عظمت اس میں کیا ہے۔ شہادت میں عظمت کیونکر ہے آج یہ بتانا ہے یہ دوسری بنیاد آپ نے سمجھی۔ یہ بیع و شراء جو ہوئی جس کا قدرت نے سودا کیا۔ یہ با اختیار سودا ہے اس میں جبر نہیں ہے۔

جہنم نے جانیں دی ہیں وہ مجبور ہو کر جانیں نہیں دیں۔ وہ نکل سکتے تھے، وہ سب کچھ اپنی جان بچانے کے لئے کر سکتے تھے۔ جب روکنے والے مدینے میں روک رہے تھے عبد اللہ ابن عباس وغیرہ کہ نہ جاؤ اور وہ فرما رہے تھے کہ ہم ضرور جانیں گے اپنے ساتھیوں سے ضرور کہا کہ تم چلے جاؤ کیونکہ ہم تو جارہے ہیں سبیل اللہ کے لئے اور راستے میں آئیں پڑھتے جارہے ہیں ان اللہ وانما الیہ راجعون۔ رضاً بقضیہ و سلیلاً لا حول جب یہ آئیں پڑھتے ہیں اور بہن سن لیتی ہے تو علی اکبر

آپ خدا کے لئے کہیں کہ اگر خدا نے جبر کیا تو جتنے گناہ جبراً کرائے گئے اس کا بار اس پر جس نے گناہ کرائے۔ اور اگر کربلا کی شہادت عظمیٰ جبراً نہیں تو اس سے بہتر شہادت کہیں نظر ہی نہیں آئے گی۔ بالجبر نہ خدا اطاعت کرتا ہے نہ بالجبر خدا معصیت کرتا ہے۔

ایک شخص نے کثاف الحقائق امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا مولا! ہم کن چیزوں میں مجبور ہیں؟ کن کن چیزوں میں ہم با اختیار ہیں۔ انہیں الگ الگ سمجھا دیں اتنا مشکل مسئلہ۔ الگ الگ ہیں بتائیں کہ کون کون سی چیزوں میں ہم مجبور ہیں کیونکہ جبراً وہ وقوع میں آئیں اور کون سی چیزوں میں ہم با اختیار ہیں کہ ہم چاہے کریں یا نہ کریں وہ آپ ہمیں بتلا دیجئے آپ نے فرمایا۔ دو لفظوں میں فرماتے ہیں۔ جن چیزوں کا قیامت میں خدا حساب و کتاب لے گا۔ اس میں تم با اختیار۔ اور جس کا حساب و کتاب نہ لے گا اس میں تم مجبور (صلوٰۃ) تم سے خدا یہ نہیں پوچھے گا کہ تیرا قاتل انا چھوٹا کیوں، تیری آنکھ ایسی کیوں، تیرا رنگ کالا کیوں؟ یہ نہیں پوچھے گا۔ معلوم ہوا تم اس میں مجبور ہو مگر یہ پوچھے گا کہ نماز کیوں نہیں پڑھی، ہم نے جہاد کا حکم دیا تم میدان چھوڑ کر بھاگے کیوں؟ یہ پوچھے گا۔ معلوم ہوا جن چیزوں میں انسان با اختیار ہے۔ انہیں چیزوں کا حساب و کتاب ہوتا ہے۔ تو مجھے بتائیے کہ یہ بیع و شراء جو خرید و فروخت ہو رہی ہے جان و مال کی اس میں اختیار ہے یا نہیں؟ دیکھئے یہ مسئلہ ایک ایسی مشکل کو جو لوگوں کے دماغوں میں پیچیدہ ہو چکی ہے (مشکل شرعی) سب کو حل کر رہا ہے۔ یہ آیت حل کر رہی ہے۔ یہ جو لوگ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ یہ تو ہونا ہی تھا۔ یہ تو قتل ہونا تھا حسین کو۔ یہ تو کھٹا ہی تھا وہ ہو گیا۔ اور اسی طرح انہیں پیاسا دیکھو کارہنا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ بالجبر ہوا اور اگر بالجبر ہوا تو پھر یہ بیع و شراء غلط۔ پھر یہ بیع و شراء نہیں ہوئی بلکہ یہ تو غضب و نہب ہوا کھٹا جبراً یہ کرا دیا گیا۔ تو پھر ابتداء خلق سے لیکر اب

کر رہا ہے یہ بائعِ دشتری دونوں باختیار ہیں وہ جارہے ہیں اور اس کی عظمت کو جانتے ہیں
عظمت کی شان میں میں دو آیتیں پڑھوں گا۔ تَقَاتِلُونِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَهْدِي اللَّهُ لِكُلِّ فِرَاقٍ
رِسَالَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَن قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرْجُوا ثَوَابًا كَبِيرًا (پہلی آیت قتال کے بارے میں
کہ جو سبیل اللہ میں جنگ کرے بھلا کرے۔ اس کے بارے میں فرماتا ہے) فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً (سورہ نساء) خدا نے فضیلت دی ہے افضل
قرار دیا ہے مجاہدوں کو قاعدوں سے ان قاعدین سے جو بیٹھے ہیں (تعود کے معنی ہیں بیٹھ رہتا
جو بیٹھے ہیں) تو خدا فرماتا ہے فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ هُمْ نَجَدُوا لِقَاءَ عَدُوِّهِمْ
(جو جنگ میں نہیں لڑ رہے ہیں) فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ هُمْ نَجَدُوا لِقَاءَ عَدُوِّهِمْ
ہے۔ اب دوسری آیت ان سے بھی بلند درجہ ظاہر کرتی ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَبُوا
وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ مِنْ أَكْثَرِ مَا جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُمْ الْمُتَافِرُونَ (سورہ توبہ) فرماتا ہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی
اور انہوں نے جہاد کیا فی سبیل اللہ۔ سبیل اللہ کے لئے جہاد کیا ہے تو ان کے لئے خدا
کہتا ہے۔ أَكْثَرُ مِنْ أَكْثَرِ مَا جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ خدا کے دربار میں ان کا درجہ اعظم ہے۔ عظیم بھی
نہیں بلکہ اعظم۔ اب عظمت کو سمجھئے۔ عظیم سے بھی بلند اعظم۔ اعظم ہیں یہ۔ کتنا بڑا لفظ
کہا ہے خدا نے۔ نبوت کے لئے نہیں کہا ہے۔ پڑھ جائیں آپ قرآن۔ یہ لفظ امامت
کے لئے نہیں پڑھ جائیں قرآن۔ ولایت کیسے نہیں کہا ہے پڑھ جائیں قرآن۔ لفظ اعظم
شہید کے لئے آیا ہے اور کسی کے لئے نہیں آیا ہے۔ نبی اعظم نہیں رسول اعظم نہیں
دلی اعظم نہیں امام اعظم نہیں ہے مگر شہید کے لئے ہے اعظم۔ (صلوات)
اب آپ اس سے عظمت شہادت کا اندازہ لگائیے۔ اور اس کے بعد فرماتا ہے۔

کو بھیجتی ہیں کہ بیٹا تم سے زیادہ کوئی پیارا حسین کو نہیں ہے۔ تم بہترین شیریں گفتار ہو تہادی
باتیں نانا کی باتوں سے ملتی جلتی ہیں تم اسی انداز میں کلام کرتے ہو۔ تم جاؤ اور یہ پوچھو کہ یہ
آیتیں کیوں پڑ رہے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ عسیٰ اکبر نے پوچھا بابا! آپ یہ آیت
بار بار کیوں پڑھ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا! یہ ہمارا فخر آگے آگے جارہا ہے
موت ہمارے پیچھے پیچھے ساتھ آ رہی ہے۔ جب یہ لفظ کہا تو فوراً عسیٰ اکبر کہتے ہیں۔
يَا اِنْتَبَاهِ السَّاعَةَ الْحَقِّ۔ بابا! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بیٹا تم اللہ علی الحق
بیٹا! بیشک ہم حق پر ہیں۔ یہ سنتے ہی عسیٰ اکبر کے یہ لفظ تھے۔ فَالْمَوْتُ اَهْلِي مِنَ الْعَسَلِ
بابا! پھر موت تو ہمیں شہید سے بھی زیادہ شیریں معلوم ہو رہی ہے۔ دیکھئے یہ جارہے ہیں اسی لئے
اور باختیار ہیں چونکہ لوگوں کو علم نہیں وہ اسی نظریہ پر ابھی تک ہیں کہ یہ کھانا ہوا خدا لوگ
انہیں عبور سمجھ کر کہتے ہیں انہیں اس کا احساس نہیں کہ حسین باختیار جارہے ہیں۔
اب میں دو جملے کہتا ہوں۔ کہ حسین اگر اس طرح نہ جاتے تو خدا نہ بکھتا۔ یہ گئے تو کھا
گیا۔ اس رخ کو آپ سمجھئے کہ علم تابع معلوم ہوتا ہے۔ معلوم تابع علم نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو
علم ہے کسی چیز کا تو علم علت نہیں بنے گا کسی چیز کی۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص تہذوق
لئے ہوئے جارہا ہے اور سامنے اس کا دشمن ہے وہ قتل کر رہا ہے آپ دیکھ رہے
ہیں کہ اس نے ٹہر گیا اور مار دیا آپ دیکھ رہے ہیں تو کیا آپ کا یہ علم اس کے قتل کا
سبب ہے یا اس کی ذاتی دشمنی سبب قتل ہے۔ علم کبھی سبب نہیں بنتا۔ اللہ کو کائنات
کا علم پہلے ہی سے ہے۔ جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے۔ اس کا بھی علم ہے کیا یہ سب کچھ
اس کے علم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ یا جیسا ہو رہا ہے اس کا اسے علم ہے (صلوات)
سمجھئے اس مسئلہ کو اللہ نے جبر نہیں کیا وہ اپنے ارادے سے ہے ہیں اور خدا باختیار سودا

واد لک ہم انما نرون۔ اور یہی ہیں کامیاب وہاں آیت بیع و شرا میں بھی یہی کہہ رہے
 ذالک هو الفوز العظیم ان کو بہت بڑی کامیابی ہے جو اللہ کی راہ میں جان دیدیں
 دیکھئے! ان کے سوا اور ہے کیا ہمارے پاس۔ مال آتے جانے والی چیز۔ یہ جان اللہ نے
 ہمیں دیدی۔ اور ہمارے سپرد دی کہ تم اس کا تحفظ کرو، اس کو بچاؤ۔ حکم ہے قرآن میں
 کہ اپنی جان کو بچاؤ۔ خودکشی نہ کرو۔ تہکم میں نہ ڈالو۔ ہم پر فرض کر دیا۔ لا تعلقوا بامید یحکم
 الحی لصلوۃ دیکھو! یہ جان جو میں نے تم کو دی ہے میں ہدایت کرتا ہوں کہ اس کو ہلاکت
 میں نہ ڈالنا۔ دیکھو! اس کو خود سے تم ختم نہ کرنا۔ خودکشی نہ کرنا۔ اور سب سے پیاری
 چیز جو ہر انسان کو فطری طور پر ہے وہ جان ہے۔ جان فطری طور پر مال سے زیادہ پیاری
 مال قربان ہو جاتا ہے جان پر عزت سے زیادہ پیاری۔ عزت دے دیتا ہے ان
 اور کیا کچھ کرتا ہے اس جان کو بچانے کیلئے لیکن اللہ کا جو ایک معینہ قانون ہے وہ ان
 سب کے خلاف، باطل خلاف ہے وہ کچھ اور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر جان بیچتے ہو میں
 اجازت دیتا ہوں۔ تم بیچو یا بیچو۔ میں نے تو مومنین سے خریدنی ہے۔ میرا تو فیصد
 ہے کہ میں مومنین سے خریدوں گا۔ اگر تم بیچنا چاہتے ہو تو آؤ بن جاؤ مومن انکار تو نہیں
 ہے۔ آؤ بنو مومن۔ مگر یوں مومن نہیں بنو گے۔ جان و مال کا سودا کرو۔ اور جب ہم سے سودا
 کر لیا تو اس جان کو اپنی نہ سمجھنا۔ یہ تو ہماری ہے اور جب ہماری ہے تو ہمارا پیغمبر جبر
 چاہے تمہیں لے جائے انکار نہ کرنا۔ نہ سرودی کا نہ گری کا۔ (صلوات)

تمہیں کیا حق ہے جو کہتے ہو کہ سرودی ہے یا رسول اللہ بڑی سرودی ہے حضور
 گری بہت سخت ہو گئی ہے۔ تم یہ عذر نہیں کر سکتے ہو حضرت امیر المومنین علیہ السلام
 کا ایک کلام یاد آگیا ہے واذکنتم تفون من الحر والقر فی اللہ انتم من الیف

بڑھوں۔ تیر تو بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ہزار ہا تیر آ رہے ہیں۔ آپ آگے بڑھے اور آگے بڑھ کر کیا کیا آخذ الملیۃ من یدہ اس کے ہاتھ سے علم لے لیا وہ کن علی صدمہ۔ اور آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اور کہا یا بنی ہذا امن عرقلہ۔ بیٹا! تیروں کی شکایت۔ یہ ماں کے دودھ کا اثر ہے یعنی اگر فاطمہ کا بیٹا ہوتا تو تیروں کی شکایت نہ کرتا تواری کی شکایت نہ کرتا۔

جس وقت یہ لفظ کہے۔ محمد بن حنفیہ کو خوش آگیا۔ اور کہا بابا! اب ایسا لڑوں گا کہ دنیا دیکھے گی کہ عسلی کا بیٹا کس طرح لڑا۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا! اے بیٹا محمد! اَنْتَ اَیْنِیَ تُوْمِیرِیْٹِیَا ہے اس لئے میں تجھے بار بار بھیجتا ہوں دھما بنا رسول اللہ اور یہ دونوں جن حسین رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔ بہر حال اب جو خالص لاشی ہوں وہ اللہ کی اس بیخ و شراع کو اپنے دلوں میں ایمان بنالیں۔ ان کی جنگ میں اور ہماری جنگ میں بڑا فرق ہے وہ ایمان کو لئے ہوئے جنگ کرتے ہیں۔ یعنی وہ خود خواہش کرتے ہیں۔ بھیجنے والا کسی کو حکم نہیں دیتا کہ تم جاؤ بلکہ وہ خود آتا ہے۔ پہلے ہمیں بھیجو۔ چاہے بچے ہوں چاہے بوڑھے ہوں۔ چاہے جوان ہوں۔ کبھی حبیب ابن مظاہر کمر باندھے ہوئے کہتے ہیں کہ مولا پہلے مجھے اجازت دیجئے کبھی مسلم بن عوسجہ کمر باندھے ہوئے اپنی بھوؤں کو اٹھائے ہوئے (اتنے بوڑھے کہ بھوین لٹک گئیں اس کو اٹھا کر دیکھتے تھے دشمنوں کو) اور کمر باندھ کر کھڑے ہوئے کہ مولا پہلے مجھے۔ ایسے ایسے بوڑھے حسین کے سپاہی دیکھے وہاں قد نہیں تاپے گئے۔ سینے کی پیمائش نہیں ہوئی ان کی عمر نہیں دیکھی گئی۔ ان کا ایمان دیکھا گیا۔ اتنے چھوٹے بچے حسین کے سپاہی تھے۔ کہ جو گھوڑوں پر آپ نہ بیٹھ سکتے تھے۔ حسین نے گود لیں میں لے لے کر انہیں گھوڑوں پر بٹھایا۔ آئیے! سیکھے غلبت شہادت کو۔ سیکھے کشتی شہادت

ہٹنے نہ پائے۔ اور اس کے بعد کہا کہ فَاَسْرِمْ بِیْہِمْ رَاَقْصِیَ الْقَوْہِ اور جب حملہ کرنے کیلئے بڑھے تو دیکھ بیٹا! یہ جو تیرے سامنے لشکر کی صفیں ہیں۔ اُن کو دیکھ کر جب تو حملہ کرنے جائے تو کیا کر۔ تیری نگاہ آخری صف پر ہو کہ وہاں جا کر مارتا ہے۔ اگلی صف پر نہیں۔ دل میں یہ لیکر جا کہ آخری صف کو مارتا ہے۔ اور کیا کر سبحان اللہ۔ جس لفظ کیلئے میں نے حدیث پڑھی ہے مولا کی وَاَعْرِضْ لَہِ جُجْمَتَاکَ اپنے سر کی کھوپڑی کو (جو کو عربی میں ججمہ کہتے ہیں) پہلے خدا کو دیدے پھر لڑنے جا سر خدا کو دے دے۔ اپنا نہ بچھ۔ اور پھر لڑنے جا۔ کیوں؟ کیونکہ اگر خدا کو تو نے نہیں دیا اور لڑنے گیا تو اپنا سمجھ کر پکا جلائے گا۔ (صلوات) یہ فرما کر۔ آخر میں ارشاد فرماتے ہیں (سبحان اللہ) وَالنَّصْرُ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ اور بیٹا! یہ بھی ایمان رکھ کر دل میں جانا کہ نصرت اور فتح اللہ ہی کی طرف سے ہے وہی سب پر غالب ہے۔ فتح وہ دے گا۔ کبھی میری باتوں سے یہ سمجھو کہ اب میں فتح پا کر آؤں گا۔ بابا نے تو مجھے داؤ پیچ بتا ہی دئے ہیں۔ یہ خیال بھی نہ رکھنا۔ نصرت اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ خیال بھی نہ رکھنا۔ اپنی طاقت پر بھروسہ نہ کرنا۔ (صلوات) سبحان اللہ۔ اپنی طاقتوں پر اپنے دوستوں پر کبھی بھروسہ نہ کرنا۔ وَالنَّصْرُ مِنَ اللّٰہِ اللّٰہ سے لو لگائے رکھنا کہ فتح و نصرت اسی کی طرف سے ہوگی۔ یہ کہا اور فرمایا۔ تقدّم۔ قدم بڑھا! قدم بڑھا دیئے۔ محمد بن حنفیہ چلے ادھر ساٹھ صفیں۔ ہزار ہزار کی ایک ایک صف۔ وہ سامنے ہے۔ پہلی صف میں تین ہزار تیر انداز۔ ایک ایک صف ہزار ہزار آدمی کی جب ادھر سے محمد بن حنفیہ چلے تو ادھر سے انہوں نے تیر کھاتوں کو جوڑا۔ اور جوڑ کر ذرا سے یہ بڑھے تو تیر چلے۔ جب تیر آئے تو رک گئے اور رک کے کہا یا ابتلا امانی ان السھام کثا بیب اطل بابا آگے کیے

فرماتی ہیں۔ میرے بچو! میں یہ چاہتی ہوں کہ جب تم لڑتے لڑتے فرات کے دریا پر قبضہ کر لو تو پانی نہ پینا۔ کوئی دنیا میں ایسی ماں دکھاؤ گے۔ تین دن کے پیارے بچوں سے کہہ رہی ہے کہ میرے بچو! پانی نہ پینا۔ حسین کے بچے پیارے ہوں اور زینب کے بچے پانی پنی لیں۔ مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ وہ بچے کہتے ہیں کہ امی جان آپ کل دیکھئے گا جو حکم ہے اسی پر عمل کریں گے۔ ایسی فرمائیاں دے کر بی بی زینب اور پھر ایسے شجاع، بہادور اور شہادت کے شوق کے دھنی جو شہید ہوئے اور قبضہ بھی دریا پر کیا، پانی بھی نہ پیا، ایسے بچوں کی دولاشیں الگ پڑی ہیں۔ بی بیایں وداع کر رہی ہیں۔ اب یہ قیدی جارہے ہیں۔ کہ بلا سے کوفہ و دثام اور جانے کہاں لے جائے جائیں گے۔ یہ جارہے ہیں۔ اجازت مل گئی ہے کہ یہ بی بیایں جو قید ہو گئیں ہیں۔ رسیوں میں بندھ چکی ہیں انہیں اجازت دی جائے کہ اپنے اپنے شہید کے لاشے سے وداع کر لیں۔ کیونکہ بی بی نے یہ کہلا کے بھیجا تھا کہ اب تو ہم تمہارے قبضے میں ہیں رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں ہم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ اتنی اجازت دو کہ ہم اپنے اپنے شہید کی لاش وداع کر لیں۔ اجازت ملی۔ بی بی زینب حسین کی لاش پر پہنچ گئیں۔ ام یسلی علی اکبر کی لاش پر آ گئیں۔ بی بی ام فروہ قاسم کی لاش پر آ گئیں جناب رباب علی اصغر کی لاش پر بیٹھ گئیں۔ اور ایک بی بی۔ ایک بی بی اکیسی۔ تنہا فرات کے کنارے جارہی ہے۔ آواز دے رہی ہے عباس! میرا بھائی عباس! میرا بھائی عباس! وہ حسین کی چھوٹی بہن ام کلثوم ہے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے (اؤ عظمت شہادت کو سمجھو) کہ میں نے دیکھا کہ تمام لاشے نزدیک نزدیک ہیں۔ اور بی بیایں پاس ہی پاس بیٹھی رو رہی ہیں۔ مگر دو بچوں کی لاشیں الگ پڑی ہیں۔ ان پر کوئی رونے والی بی بی نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ ان لاشوں کو دیکھ کر میرے دل پر چوٹ لگی۔

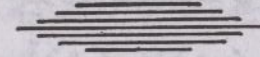
کو کس طرح میرے آقا اور آپ کے اصحاب در فغان نے ہم کو نمایاں کر کے دکھایا۔ اس پر عمل کیجئے اور نمونہ بنائیے۔ یہ تو مردوں کا بچوں کا اور بوڑھوں کا حال بتایا۔ لیکن ذرا انہیوں کے اندر جو بی بیایں تھیں انکا حال بھی سن لیجئے وہ کیا کر رہی تھیں۔ اپنے اپنے بچے کو سنوار کر پوشاک پہنا کر انکھوں میں سرمہ لگا کر بالوں میں کنگھی کر کے کمر باندھ کر کھڑی ہوئی ہیں ورنہ پیرا دھڑلے آئے وہ عرض کرتی ہیں تقبل مہی هذا القربان مولانا محمد مسافرہ کی قربانی قبول کر لیجئے یہ ہے ایمان اور یہ ہے جہاد اور اس میں مرنا ہے شہادت۔ ہر ایک اپنی اپنی قربانی تیار کر رہی ہیں۔ حسین نے خود ملاحظہ کیا۔ ان بی بیوں کے جذبات کو یہ کس طرح قربانیوں کے لئے تیار ہیں۔ عزادارو! مسلمانو! حسین سے محبت رکھنے والو! تمہیں بتا رہا ہوں چاروں طرف گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں۔ یزید کا لشکر راتوں کو آ رہا ہے اضافہ ہو رہا ہے اور گھیرے میں آچکے ہیں اہلیت اور سب بچے۔ اس وقت حسین نے اپنے ایک صحابی سے کہا اے نافع بن ہلال ذرا میں دیکھوں انہیوں میں بی بیوں کا کیا حال ہے کیونکہ عورتوں کے دل نازک ہوتے ہیں۔ لشکر نے چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا ہے۔ شام کا لشکر پے در پے آ رہا ہے طغی دل کی طرح گھیرا ڈال لیا ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی کیونکہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں بی بیایں سن رہی ہیں۔ ان کے دل پر کیا اثر ہے۔ تو حسین چلے۔ سب سے پہلے اپنی بہن کے خیمے میں گئے۔ جب بہن کے خیمے میں پہنچے تو کیا دیکھا؟ بی بی زینب خاک پر بیٹھی ہے ایک شمع جل رہی ہے۔ دونوں بچے عون محمد سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بی بی کہہ رہی ہیں میرے بچو! میرے پیارے بچو! کل قربانی کا دن ہوگا۔ اے میرے پیارے بچو! عون و محمد ہمارا بھی خون تم میں قائلہ کے دودھ کا اثر بھی تم میں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم خوب لڑنا۔ تو وہ دونوں بچے ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کہتے ہیں کہ پھر آپ کیا چاہتی ہیں؟ حکم دیجئے بی بی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَ
أَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ تَوْفَاتُهُ
وَالْجَنَّةُ وَالْقُرْآنُ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا
بِغَلَبَتِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

بے شک تحقیق اللہ نے اس طرح خرید لیا۔ ان اللہ اُشتریٰ تحقیق اللہ نے
خرید لیا مومنین سے۔ انفسہم ان کے نفوس کو ان کی جانوں کو۔ اموالہم۔ اور
ان کے مالوں کو بان لھم۔ الجنة۔ بدلے میں اس کے ان کو یقینی جنت دے دی اس
بدلے میں لے لیا۔ ان مومنین کی شان کیا ہے۔ جن سے یہ معاملہ ہوا یا یقاتلون فی سبیل اللہ
یہ مومنین ہیں۔ جو سبیل خدا میں قتال کرتے ہیں (لفظ جہاد نہیں) فیکتلون ویقتلون۔
یہ مقابل والوں کو قتل بھی کرتے ہیں۔ اور پھر قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کے لئے جو قتال
کرتے ہیں جنگ کی حالت میں خود دشمنوں کو قتل بھی کرتے ہیں۔ اور خود قتل بھی ہو
جاتے ہیں۔ یہ وعدہ ہے اللہ کا ہے اور وعدہ حق وعدا علیہ حقا یہ وعدہ حق
ہے۔ خود اس کی ذات پر لازم ہے۔ اس نے وعدہ حق کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔

اور میں جو کچھ لکھنا چاہتا تھا چھوڑ دیا اور میں سیدھا پہنچا ان کی سردار علی کی بیٹی حضرت
زینب کے پاس اور وہ میں مجھے حسین کی لاش کے پاس۔ میں نے ان سے پوچھا بی بی! یہ
دو بچے کس کے ہیں کیا ان کی مال مر گئی۔ ان کی مال کوئی نہیں کیا ان کی بہن بھی کوئی نہیں
ان کا وداغ کرتے والا کوئی نہیں۔ تو بی بی زینب نے فرمایا۔ یا ایہا الشیخ! اٹھماں
اے شیخ یہ میرے دو بچے ہیں۔ عون و محمد۔ میں ہاشمی خاندان کی علی کی بیٹی ہوں ہمارا
دستور ہے کہ جب ہم کچھ صدقہ دیتے ہیں تو اس کو دیکھا نہیں کرتے۔ عون و محمد بھائی
کا صدقہ ہیں۔ میں نے بھائی پر صدقہ کر دیا۔ اے بی بی تم نہیں روئیں مگر پر رونے
والے عون و محمد کو یاد کر کے روتے ہیں اور قیامت تک تمہارے بچوں کو یاد کریں گے
ہائے عون و محمد ہائے عون و محمد۔



اصطلاحی معنی دعائے مخصوص۔ بطریق مخصوص۔ وہ نماز بن جاتی ہے۔ اسی طرح ہے لفظ جہاد۔ تحمل مشقت۔ محو تحمل و مشقت عام ہے یہ لغوی معنی ہیں۔ لیکن اسکو اصطلاح شریعت میں کیا کہتے ہیں؟ جہاد کے معنی اصطلاح شریعت میں جو ہمارے اسلام نے ہمیں بتایا اور قرآن میں جس کا تذکرہ ہے وہ ہے بذل النفس او المال لاعلاء کلمۃ الاسلام۔ اب آپ معنی سمجھے جہاد کے ہر چیز کو جہاد نہ کہے جس طرح ہر ایک دعا کو نماز نہ سمجھے۔ جہاد ہے اپنی جان اور اپنا مال بذل کر دین یعنی خرچ کر دینا، دے دینا۔ قربان کر دینا۔ جان اور مال کو خرچ کر دینا۔ مثال کے طور پر اسلام کا کلمہ کا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ حالانکہ عربی میں کلمہ کہتے ہیں بات کو تو اسلام کی بات کو بلند و اقامت شعار الایمان۔ ایمان کی جوشناختیں ہیں۔ ایمان کی جو علامتیں ہیں، ان کو قائم رکھنے کے لئے جان و مال دے دینا اور ان نشانیوں کو تر مٹنے دینا۔ خود مٹ جانا مگر ایمان کی نشانیوں کو تر مٹنے دینا۔ یہ ہے اصطلاح۔

قرآن مجید میں اس اصطلاحی معنی میں بھی لفظ جہاد آیا ہے اور لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ لغت کے معنی اور ہیں اصطلاح کے اور ہیں۔ لغت میں تو تحمل المشقت مشقت یعنی تکلیف برداشت کرنا اس کو جہاد کہتے ہیں۔ اللہ نے کئی جگہ اسکو استعمال کیا ہے والذین جاهدوا فینا ففهم سبلنا (سورہ عنکبوت) جو کوشش کریں گے ہمارے متعلق سعی کریں گے کہ خدا تک پہنچیں اس کوشش میں لگے رہیں گے تو ہم انہیں راستے دکھا دیں گے۔ کیا معنی ہوئے۔ کیا جنگ کریں گے؟ نہیں۔ وہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم تک پہنچ جائیں۔ جب ہم دیکھیں گے کہ وہ ہم تک پہنچنے کیلئے مشقت برداشت کر رہے ہیں تو ہم انہیں راستے دکھا دیں گے۔ کہ

اتھار کر دیا ہے اس وعدہ حق کے دیوب کا کہ یہ مجھ پر واجب ہے۔ اس کا ذکر کہاں کہاں کر دیا "فی التورات" تورات میں کہ ہم اپنے وعدہ کو دفا کرتے ہیں اور جنت اس کے بدلے میں دیں گے پھر "فی الانجیل" انجیل میں بھی اس کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد "فی القرآن" قرآن میں بھی اس وعدہ کا تذکرہ ہے۔ سو داپہلے کیا جا چکا ہے اب ہمیں یہ تورات میں بھی کھدیا گیا ہے۔ انجیل میں مذکور ہے قرآن میں ذکر ہے وَمَنْ أَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ فَإِنَّ مِنْ ذِئْبِ فَتْرَةٍ يَأْتِيهِمْ فِيهَا مِنَ اللَّهِ يَذْهَبُونَ وَمَنْ يَبْدَأِ بِالْعُدْوَانِ أَعَدَّ لِلْغَافِلِينَ اس کے لئے زیبا ہے بعدہ من اللہ اور کون خدا سے بڑھ کر وعدہ دفا ہو سکتا ہے پھر اس کے بعد فرماتا ہے فاستبشروا۔ پس تم خوش ہو جاؤ بشارت حاصل کرو بشارت لے لو بلیعکم الذی بایعتم بہ اس بیع کی جو تم نے بیچا تھا بیع کیا تھا اس بیع کے درعیاب تم بشارت حاصل کرو۔ اس کے بعد فرماتا ہے ذلک ہوالفقر العظیم یہ جو تمہیں مل گیا ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔ یہ وہ کہہ رہا ہے کہ جو خود بڑا ہے کہ یہ تہاری بڑی کامیابی ہے۔ (صلوۃ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتال فی سبیل اللہ کا تذکرہ کیا ہے اور قتال ایک قسم ہے جہاد کی۔ ہر جہاد قتال نہیں۔ جہاد کا لفظ۔ رج کو زیر کرنا۔ اس کے معنی لغت میں سعی کرنا۔ عام یہی لکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے آئمہ کے علوم کی روشنی میں جہاد کے لغوی معنی۔ (لغوی بتا رہا ہوں ابھی شرعی نہیں) تحمل اور مشقت۔ مشقت کو برداشت کرنا۔ یہ لغت کے معنی ہیں۔ عربی زبان میں معنی اس کے تحمل، مشقت، مشقت اٹھانا اصطلاح میں کیا ہے۔ جس طرح صلوۃ کے معنی لغت میں ہیں دعا۔ جو مانگ لو اس کو صلوۃ کہیں گے۔ یا اللہ رحم کر۔ یہ صلوۃ ہے لغت میں کوئی دعا ہو۔ لیکن صلوۃ کے

خود خدا بھی یقیناً ہے کیا؟ (صلوات)

پہلے سرکار دو جہاں کا ارشاد۔ حضور نے کیا فرمایا؟ آیت پڑھی حضور نے اور آیت پڑھ کر سرکار نے اس کی شرح کی۔ آیت ہے سورہ فرقان میں میں نے اس کو الگ اس لئے بیان نہیں کیا کیونکہ حضور سرکار رسالت نے خود اس آیت کی شرح کی ہے۔ اس لئے میں پڑھ رہا ہوں در نہ ترجمہ کر دیتا۔ آیت ہے جہاد ہم یہ جہاد اگبیرا۔ اے ہمارے حبیب! اے ہمارے رسول! جہاد ہم تو لوگوں سے جہاد کر رہے ہیں جہاد کبیر۔ یعنی دلائل کے ذریعہ ثبوت اور برہان کے ذریعہ، تو اپنے قرآن کے ذریعہ، اپنے مقصد کو واضح کر۔ یہ جہاد کبیر ہے اب حدیث پڑھتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں رجعت من الجحاد الا صغر الی الجحاد الا کبیر ہم جنگ سے واپس آ رہے ہیں، ہم چھوٹا جہاد کر کے اب بڑے جہاد کی طرف آ رہے ہیں۔ یعنی جنگ جہاد اصغر۔ ہم جنگ کر کے آ رہے ہیں۔ وہ جہاد اصغر ہے۔ لیکن قرآن کے ذریعہ، دلائل اور حجت و برہان کے ذریعہ، اللہ کے مقصد کو منوایا یہ جہاد کبیر ہے۔ نیز اسی لغوی معنی میں قرآن میں آیا ہے یا ایہا النبی جاهد الکفار و الملنافقین۔ اے ہمارے نبی تم کافروں سے بھی جہاد کرو اور منافقوں سے بھی۔ کیا معنی ہوئے منافقوں سے جہاد کے معنی سمجھاؤ گوشش کرو۔ اب میں قرآن مجید کی آیتوں کو پیش کروں گا۔ جو بزرگوں نے اس کی شرح کی ہے۔ وہ آپ کے سامنے لاؤں گا حضور کا ارشاد ہے اطلو من مجاہد بالنیف و اللسان مومن مجاہد ہے جہاد کرتا ہے نوار سے بھی اور زبان سے بھی اس کی شرح

اس راستے چلے جاؤ۔ یہاں وہ معنی جہاد کے نہیں جو اصطلاح میں ہیں۔ دوسری آیت فرماتا ہے جاهد و اخ المؤمنین جہاد کا جو حق ہے جہاد کا یعنی کوشش کر نیکا جو حق ہے۔ وہ ہمارے متعلق ادا کرو۔ یعنی پوری پوری کوشش کرو۔ اس میں کوئی کمی نہ کرنا تا کہ تم تک پہنچ جاؤ۔ یہ جہاد بہ معنی لغت۔ یہ میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ قرآن میں لفظ جہاد لفظ لغت بھی آیا اور اس میں اصطلاح شرعی بھی ہے۔ آپ اصطلاح کے معنی الگ رکھیں اور لغت کے معنی الگ رکھیں۔ کہیں دھوکہ نہ کھا جائیں کیوں؟ مسلم کے معنی لوگ مسلمان سمجھتے ہیں حالانکہ لغت میں مسلم کے یہ معنی نہیں مسلمان کے معنی تو یہ ہیں کہ جو دین اسلام قبول کر لے۔ اُسے مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل کی دعائیں یہ لفظ ہیں ربنانوا جعلنا مسلمین۔ اے خدا تو ہم دونوں کو کیا بنا؟ عربی میں کرنے کے بعد دیواریں بلند کرنے کے بعد دونوں باپ بیٹے ابراہیم و اسماعیل عرض کر رہے ہیں ربنانوا جعلنا مسلمین۔ اے خدا تو ہم دونوں کو کیا بنا؟ عربی میں مسلمین ہے۔ تو کیا آپ اس کا ترجمہ بھی کریں گے۔ کہ ہم دونوں کو مسلمان بنا۔ نبی بن چکے مگر ابھی مسلمان بننا باقی ہے (صلوات) تو دیکھئے ہر جگہ آپ اصطلاح کو کو دخل نہ دیں۔ یہ کلام عربی ہے۔ قرآناً عربیاً۔ لہذا بڑے غور و فکر سے سمجھنے کی کوشش کیا کیجئے۔ اب میں آپ کے سامنے لفظ جہاد کی تشریح اور اصطلاح میں جو کچھ مجھے مل سکا۔ قرآن و علوم اہلیت سے، علوم اہلیت سے حضور اور حضور کی آل سے (جن پر درود و سلام بھیجا جا رہا ہے) میں نے انہیں کے علوم سے لیا۔ آپ بھی بھیجتے ہیں، میں بھی بھیجتا ہوں۔ فرشتے بھی بھیجتے ہیں اور

لغت کے اعتبار سے مقصد کا تحفظ اور اس میں سعی و مشقت۔ شعراء جو شاعری میں اظہار حق کر گئے وہ بھی جہاد ہے۔ لسان سے یا قلم سے تحفظ مقصد خدا کے لئے جو کچھ کر گئے جہاد ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے اس کے مقصد کو محفوظ کرنے کے لئے آپ جتنی کوشش کریں گے وہ جہاد کہلائے گی۔ اور اسی لئے حضور نے فرمایا ہے !

المومن مجاہد یا لسیف و اللسان مومن مجاہد ہے خواہ تلوار سے جہاد کرے خواہ زبان سے۔ یہ جتنے طلباء علوم دین حاصل کر رہے ہیں اور جتنے علماء دین کو بیان کر رہے ہیں اسکی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں اسکی حقانیت کو بیان کر رہے ہیں۔ اور دلائل دے رہے ہیں یہ سب انہیں کی طرح مجاہد ہیں جو جہاد کر رہے ہیں۔ میدان جنگ میں (صلو اۃ) ان لڑنے والوں کا بھی مقصد خدا کے دین کی حفاظت۔ اور مقصد خدا کا تحفظ ان کا بھی مقصد۔ تو دونوں کا مقصد واحد ہے۔ ان کے لئے محل بتائے گئے ہیں اب میں محل بتاتا ہوں۔ ہر وقت محل نہیں کہ سنان وسیف لیکر کھڑے ہو جاؤ اور تلواریں چلنے لگیں۔ نہیں اس کے مقامات بتائے ہیں کہ کب ایسا کر سکتے ہو۔ وہ چھ مقام ہیں جو میں پیش کر رہا ہوں۔ (صلو اۃ)

حاضرین۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگیوں کی حفاظت کے بھی قوانین بنائے ہیں کہ آپس میں ہم مسلمان کس طرح رہیں سہیں۔ اجماعی ابھی کفر و اسلام کو چھوڑیئے! سوال یہ ہے کہ ہم خود کیونکر زندہ ہیں؟ تو حضور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الخیر کل الخیر فی السیف و تحت ظل السیف و لا یقیم الناس الا السیف و السیوف مقاتلید البینة و الناس سرکار فرماتے ہیں اے مسلمانو! کلمہ گو! سنو۔ الخیر کل کی کل نیکی تلوار میں ہے۔ الخیر کل الخیر۔

میں ہے الجھاد کما یكون بالسیف و اللسان لیکن بالحق و البرهان و القلم و اللسان (ترجمہ) جہاد جس طرح تلوار اور نیزے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح جہاد ثبوت و برہان یعنی دلیل سے ہوتا ہے و القلم و اللسان اور قلم سے بھی جہاد ہوتا ہے اور زبان سے بھی جہاد ہوتا ہے۔ (صلو اۃ)

اصل کیا ہے۔ اب میں اصل بتا دوں تاکہ آپ کی حیرت رفع ہو جائے۔ اصل ہے مقصد خدا کا تحفظ۔ یعنی اس نے اپنی سبیل دی۔ جو کچھ بھیجا وہ عرض کائنات ہے جس مقصد کیلئے اس نے قانون بھیجا اس مقصد کا تحفظ چاہتا ہے تحفظ کبھی تلوار سے اور لسان سے ہوتا ہے۔ کبھی حجت اور برہان سے اور کبھی قلم اور زبان سے (صلو اۃ) وہ جو بالسیف و اللسان ہے وہ آخری منزل ہے اسکی اجازت ہر وقت نہیں۔ حجت و برہان کا مقابلہ سیف و سنان نہیں کر سکتے۔ اور اسی لئے خدا نے قرآن کریم میں فتح مکہ کے متعلق کیا فرمایا؟ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً ہم نے تمہیں فتح مبین عطا کی۔ مگر فتح ہوا تو خدا نے اس کو فتح مبین کہا۔ اور باقی جنگوں میں بھی تو فتح ہوئی۔ خیر فتح ہوا بدر و احد فتح ہوئے۔ مگر اس کو اللہ نے فتح مبین نہیں کہا۔ کیوں؟ کیونکہ وہاں خون بہا۔ کچھ نہ کچھ لڑائی ہوئی۔ اور یہاں ایک قطرہ بھی خون کا نہ بہا سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ (صلو اۃ)

تو آپ اسلام کے رخ دیکھیے۔ اس پر ناپائز حملہ نہ کیجئے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ قطعاً غلط ہے۔ اسلام اپنا رخ بتا رہا ہے کہ ہمارا مقصد کیا ہے۔ یہ خون کب بہایا جاتا ہے؟ جب کتنی مجبوریاں ہو جائیں۔ میں آپ کو وہ قسمیں بتاؤں گا۔ اور اس سے آپ کو اندازہ ہوگا۔ پہلے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ جہاد ہے

کل کی کل نیکی۔ کل خیرِ توار میں ہے و تحت ظل السیف اور توار کی چھاؤں میں ہے
 کل نیکی توار میں ہے اور توار کی چھاؤں میں ہے۔ ولا یقیم الناس الا السیف
 اور لوگوں کو کوئی چیز سیدھا نہیں کر سکتی مگر توار یعنی ان کی کچی ان میں جو غلطیاں ہیں
 جو خوبیاں ہیں ان کو کوئی چیز تکمال نہیں کتھی سوائے توار۔ اس کے بعد فرماتے ہیں
 و اسین فسقا لید الجنۃ و الناس یہ تواریں ہی کنجیاں ہیں جنت اور دوزخ کی۔ اسکی
 شرح جو علماء نے کی ہے اللہ اکبر! میں کہاں تک بتاؤں بس اتنا سمجھ لیجئے کہ کل کی
 کل خیرِ توار میں ہے یا اس کے سایہ میں ہے۔ آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا؟ اسکی شرح
 سنیں۔ لیجئے۔ یہ کافروں کے حملے سے اور کافروں کی ایذا رسانی سے بچلتی ہے اور
 مسلمانوں میں جو فاسق و فاجر ہیں وہ اسی سے سیدھے کٹے جاتے ہیں۔ ہمارے
 معاشرے میں جو اختلافات ہیں ان کو عدل پر لانے کیلئے بھی یہی توار درعہ ہے۔ تاکہ
 معاملات میں عدل رہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو عدل کہاں سے آتا؟ (کیا کہتا۔ خبریں ہیں
 پیشگوئیاں ہیں سرکارِ دو جہاں کی) جو لوگ کہ ظلم و ستم سے ڈرتے رہے ہیں ظلم میسر
 تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ ڈر ڈر کر زندگی گزارتے ہیں۔ تو ان کے خوف کو دور کرنے والی
 اور ظالموں سے بچانے والی یہی توار ہے۔ (صلوٰۃ) کب تک غریبوں پر ظلم ہو
 گا۔ کب تک بے چارے لوگوں پر ستم ڈھا دے گا۔ یہ توار ہی ہے بقول حضور جو سیدھا
 کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو کبھی ظلم ختم نہ ہوگا۔ اور امن نہیں آئے گا۔ مگر ابھی ایسی ذہن میں ایک
 بات آگئی۔ یہ تواریں کہیں کہیں امن قائم کر دیں گی۔ مگر امن عالم و الفقار لائے گی۔
 اور کل عالم میں امن قائم کر دے گی۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت میں یہ

فرار واپس کر دیے۔ اور اگر کوئی مسلمان قہار مکہ میں آجائے گا تو ہم واپس نہیں کریں گے حضور نے مان لی شرط۔ شرط مان لی اور تسلیم کر کے دستخط بھی کر دیئے۔ لوگوں کو زیادہ جوش آیا۔ اتنی دہک شرط۔ کہ ان کا آدمی آجائے تو ہم فوراً واپس کریں اور سہارا چلا جائے تو کافر ہمیں واپس نہ دیں۔ اتنی دہک صلح۔ اتنی پست۔ توہین آمیز۔ لوگوں میں جوش پھیل گیا۔ حضور نے ان سب کو جمع کر کے فرمایا۔ واللہ اِنّی رسول اللہ اللہ کی قسم میں بے شک اللہ کا رسول ہوں۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ کیا معنی۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کر رہا ہوں میں تو اس کا رسول ہوں۔ جو اس کا حکم ہے کر رہا ہوں۔ لوگوں کو صبر نہیں آیا اور رہے غصے میں۔ حتیٰ کہ صلح ہو گئی اور حضور واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ تو واقعی چرمیگوئیاں ہونے لگیں۔ کہ اتنی تیاریاں کر کے گئے تھے اور راج کر کے نہ آ سکے۔ عبادت نہ کر سکے۔ طواف خانہ کعبہ نہ کر سکے۔ حضور نے لوگوں کو سمجھایا۔ تو پھر اس وقت یہ بات کھلی۔ کیا؟ توجہ! حکومتیں سیکھ لیں۔ سیرت النبی سے! سیرت اہلبیت سے سبق!!

حضور نے فرمایا۔ سنو! میں نے کیوں کہا کہ اگر ان کا کوئی کافر مکہ سے مدینہ میں میرے قبضے میں آئے گا۔ تو میں فوراً واپس کر دوں گا۔ کیوں؟ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ میرے حالات کی جاسوسی کرے گا۔ جب تک رہے گا۔ وہ میرے راشن میرے اسلحہ میری قوم اور میرے جتنے حالات ہیں ان کا پتہ لگا تا رہے گا۔ اور میری دیتا رہے گا۔ جاسوسی کرے گا۔ اس لئے میں نے فوراً ہی یہ شرط مان لی کہ اتنے ہی نکال دوں گا۔ اب رہا میرا مسلمان۔ تو جب تک کافروں میں رہے گا۔ میرے قرآن کی تلاوتیں کر لیا۔ میری سیرت بتائے گا۔ (صلوات)۔ چنانچہ اس صلح کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر جنگ

بجای عبادت کریں گے۔ بڑے جوش و خروش میں تھے۔ وہ بدر فتح کر چکے تھے خندق میں کامیاب ہو چکے تھے۔ بڑے بڑے غزوے جیت لئے تھے۔ اس گمان میں کہ ابھی جا کر مکہ فتح کریں گے۔ مگر راستے میں ایک جگہ پہنچے جس کا نام حدیبیہ ہے۔ وہاں پانی کے سرد چشے ہیں۔ تو کیا دیکھا کہ وہاں مشرکین آگئے اور انہوں نے حضور کا راستہ روک لیا کہ ہم تو آپ کے لشکر کو نہیں گزرنے دیں گے۔ حضور رک گئے۔ حضور نے کہا کہ میں صلح کر دوں گا۔ تو حضور کے لشکر میں بڑے جوشیلے بھی تھے قسم قسم کے لوگ تھے۔ ہر ایک کی الگ الگ طبیعت ہوتی ہے۔ ہر ایک کا ایک الگ دلوں ہوتا ہے دلوں تو رہے نا۔ جذبات بھی ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور صلح!! اگر ہم صلح کر لیں اور واپس چلے جائیں تو منہ کیا دکھائیں گے؟ لوگ کہیں گے کہ گئے تھے عبادت کرنے! کر آئے؟ ہم یوں ہی واپس جائیں۔ نہیں ہم توجہ کر کے جائیں گے۔ اب تو مکہ جا کر ہی واپس ہوں گے۔ حضور نے کہا نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ صلح کرنی ہے۔ اب صلح کی بات ہونے لگی۔ لوگوں میں جوش ہے۔ کتنی شکستیں کافروں کو دیدیں۔ صنادید قریش کتے ہمارے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ ہر گھر میں قریش کے شجاع مقتول کا ماتم ہو رہا ہے کوئی گھر اس سے بچا نہیں۔ لم یبق بیت من بیوت المشرکین الا وقد دخلہ اللہ (ترجمہ) کوئی گھر مشرکوں کا ایسا نہ تھا۔ جس میں کمزوری نہ پہنچ گئی ہو۔ جب یہ حالت ہے تو ہم صلح نہیں کریں گے۔ حضور نے صلح کرنے والوں کو بلایا۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ پہلے تو اس میں لکھا گیا محمد رسول اللہ۔ انہوں نے کہا کہ کاٹ دو رسول اللہ کا لفظ۔ محمد بن عبد اللہ لکھو۔ اگر محمد رسول اللہ ہم مان لیں تو صلح کیسی۔ پھر جھگڑا کیا۔ ہمارا تو جھگڑا ہی یہ ہے۔ کاٹ دیا گیا۔ اب صلح کی شرطیں لکھو۔ اگر کوئی کافر ہمارا مکہ سے مدینے آجائے تو ہم

یا رسول پیش ہوگا۔ میں سمجھاؤں گا کہ نبی سبیل اللہ کیا ہے۔ ابھی تو جہاد کا لفظ بتا رہا ہوں کہ جہاد کیا چیز ہے۔ اب قسمیں جہاد کی آپ کچھ سن لیجئے۔ اب وقت نہیں ہے نماز مغرب کی آذان سے پیشتر ہی مجلس کو ختم کرنا ہے۔ اچھا دوام باتیں سن لیجئے۔ کل انشاء اللہ امتیں ہی امتیں ہوں گی۔

ابو جہانہ صحابی رسول تھے انہوں نے جنگ کی خوب خوب لڑے، زخمی بھی ہوئے۔ اور اپنے مد مقابل کو قتل بھی کیا۔ حضور کے سامنے آئے۔ جب آنے لگے تو انہوں نے عمامے باندھے، زرہ بھی صاف کر کے لگائی، ہاتھ میں تلوار لی، اور ہٹتے ہوئے ذرا اکڑتے ہوئے آئے۔ کیونکہ مد مقابل کو قتل کر کے آ رہے تھے۔ سرکارِ دو جہاں نے دیکھا خوش ہوئے مسکرانے لگے۔ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا اور کہا یا رسول اللہ یہ کس طرح چل رہا ہے فخر کے ساتھ یہ متکبرانہ رفتار ہے۔ اس طرح اسے نہیں چننا چاہیئے۔ تو حضور فرماتے ہیں۔ **وَاللّٰهُ ذِي مَشِيَةِ يَغْضَضُهَا** **اَللّٰهُ الْاَلَفُ هَذَا الْمَقَامُ**۔ یہ اکثر نا خدا کو ناپسند ہے مگر جب قتال میں فتح کر کے آئے اور اس رفتار سے تو خدا کو ہی پسند ہے۔ اب بشیر وہ دو لفظ پڑھتا ہے کہ جب میرا مولا حضرت امیر المومنین ایک ہاتھ میں ذوالفقار اور ایک ہاتھ میں عمرو بن عبدود کا سر (دو بولالیں)۔ یہ دو نام ہے ایک بت کا۔ قرآن میں اس کا نام موجود ہے) لیکر حضور کی طرف چلے۔ کس طرح؟ یہ لفظ ہیں **مِشِي مَشِيَةِ الْيَتِ تَحْتَ الْقَطْقَطِ** عملی اس طرح جھومتے ہوئے چل رہے تھے جیسے شیر ملکی ملکی یا ریش میں شکار کو کے جھومتا ہے (صلوٰۃ) میرے مولا اس رفتار سے چل رہے تھے۔ جب آئے حضور کے پاس اور عمرو بن عبدود کے سر کو قدموں میں پھینکا اور کہا کہ حضور یہ ہے وہ

کئے بغیر ایک قطرہ خون گرسے مگر فتح ہو گیا۔ اور کل کے کل مشرکین قریش مسلمان ہو گئے۔ یہ صلح کا نتیجہ تھا اور اگر کہیں جنگ ہو جاتی تو سچ تک لڑائی رہتی۔ (صلوٰۃ)

لہذا جوش اور دلوے میں نہ آؤ۔ سیکھو اور سمجھو کہ قرآن کیا چاہتا ہے اور کیا حضور نے سمجھایا۔ تو جبرائیل بھی ایک لفظ ذہن میں آگیا۔ حضور نے یہ جواب دیا تھا **وَاللّٰهُ اَفْرَسُ رَسُوْلٍ اَنْلَهُ**۔ خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں۔ کیا معنی کہ مجھے وحی ہوئی۔ حالات تو بتاتے تھے جیسا کہ عوام کے دلوں میں اور تم لوگوں کے دلوں میں یہ دلولہ تھا۔ اور ہمیں بھی حالات یہی بتاتے تھے کہ چلو اور ان سے لڑ کر برج ادا کرو۔ حالات یہ بتا رہے تھے۔ مگر قدرت یہ چاہتی تھی کہ صلح کر دو۔ اور دب کر صلح کر دو۔ یہ کس طرح معلوم ہوا۔ وحی کے ذریعے۔ تو اب صلح و جنگ کا فیصلہ یا وحی سے ہوگا یا الہام سے ہوگا۔ (صلوٰۃ)

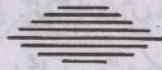
عظمت شہادت پر حضور کی دوسری حیثیت فوق کل بربر فاذا قتل الرجل فی سبیل اللّٰہ فلیس فوقہ بر۔ حضور فرماتے ہیں کہ ہر نیکی پر دوسری نیکی ہے ایک نیکی پر ہر نیکی سے بلند کوئی نہ کوئی نیکی ہے ایک نیکی آئی اس سے بلند کوئی نہ کوئی نیکی ہے اور اس سے بھی بلند کوئی نہ کوئی نیکی ہے حضور فرماتے ہیں کہ جب کوئی دشمن اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے۔ تو پھر اس کے اوپر کوئی نیکی نہیں ہے۔ سبحان اللہ (صلوٰۃ) یعنی آخری نیکی انتہا نیکی۔ اس کے بعد نیکی کا تصور بڑھتا۔ تیس فوقہ بر۔ اب اس کے بعد کوئی نیکی نہیں۔ یہ حضور کی حدیث ہے۔ اس سے آپ عظمت شہادت کو سمجھیے۔ جب اس سے بڑھ کر کوئی درجہ ممکن ہی نہیں یہ فیصلہ قرآن نے کیا۔ حضور نے بتایا کہ کوئی اعظم درجہ نہیں مگر قتل ہونی سبیل اللہ۔ فی سبیل اللہ کا ذکر کل

تخلف مقصد کے لئے گئے تھے۔ آپ نے سر بلند کیا اور اس کا جواب دیا۔ میں جواب پڑھ رہا ہوں۔ یزید نے جو لفظ کہا وہ میں اپنی زبان پر لا نہیں سکتا میرے مولانا نے کہا۔ اے یزید! ذلیل وہ ہوتے ہیں جو ظالم بنیں، مظلوم ذلیل نہیں ہوتے جب اس نے یہ لفظ سنے تو کہتا ہے تم ہمارے قیدی ہو کر ہمارے دربار میں ہماری سلطنت میں ہمارے سامنے، ہماری بات کا جواب دیتے ہو۔ بلاؤ جلاؤ کو اور ابھی سر کاٹ دو۔ ادھر جلاؤ کو بلا گیا۔ ادھر آپ نے پھر سر بلند کر کے فرمایا۔ اے یزید! اَتَحْضَدُنِي بِالْمَوْتِ۔ تو مجھے موت سے ڈرتا ہے۔ اَمَوْتٌ لِمُعَادَةِ وَكَرَامَتِنَا شَهَادَةً۔ موت تو ہماری عادت اور شہادت ہماری کرامت ہے تو مجھے موت سے ڈرتا ہے۔ اتنے میں جلاؤ گیا قتل کرنے کے لئے۔ اور میرے مولانا نے ایک شرط سامنے کر دی۔ بے شک موت سے نہیں ڈرتا مگر ایک بات مان لے میری اس نے کہا کہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی ہاشمی خاندان کا مرد بلا دے۔ اس نے پوچھا کیا کر دو گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو بی بیایاں بیٹھی ہیں، یہ قیدی بی بیایاں، یہ بچے، رسول کی اولاد، میں اس کے حوالے کر دوں، تاکہ تاناکے روضے پر پہنچا دے، کوئی مرد بلا دے۔ کوئی مرد بلا دے میں اس کے حوالے کر دوں گا۔ کہ یہ اہلیت رسول ہیں۔ یہ بیوہ ہیں، یتیم ہیں، لا وارث ہیں، ان کو تاناکے روضے پر پہنچا دو۔ جب یہ گفتگو ہو چکی تو عورتوں کے حلقے کے بیچ میں بی بی زینب بیٹھی تھیں جب انہوں نے سب گفتگو سن لی تو سمجھ گئی کہ اب قتل کا وقت آگیا ہے بیٹا قتل ہو جائے گا حلقے کو توڑ کر اٹھیں سیدھی یزید کے سامنے آئیں۔ اور کہا۔ اے یزید! ان قہقہہ فاقہ فاقہ ملے۔ اگر تو اس کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی

سر جو کل کھڑا تھا۔ جس کے مقابلہ میں مجھے بھیجا تھا تو حضور نے فرمایا۔ ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین الی یوم النقیامۃ علی کی ضرب جو آج خندق کی جنگ میں عمرو کے سر پر لگی ہے عبادت ثقلین جن دانس ساکنان ارض دسما کی قیامت تک عبادت سے افضل ہے۔ میرے مولانا جو رفتار پیش کی اس وقت بھی یہی لفظ بعض حضرات نے کہے۔ کہ یا رسول اللہ دیکھتے ہیں کہ علی کس طرح اکڑا کر اڑے آ رہے ہیں۔ تو اس وقت بھی حضور نے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رفتار کو اسی جگہ کے لئے مقرر کر چکا ہے۔ (صلوۃ) اسی حالت میں کر سکتا ہے ایسا۔ تو آپ عظمت شہادت کا مقابلہ کیجئے۔ وہ تکبر کا کتنا مخالف ہے۔ غرور و نخوت پر اسلام کتنی لعنت کرتا ہے۔ لیکن جو رن میں جائے اور میدان شہادت میں جا کر غالب آجائے تو قدرت چاہتی ہے۔ کہ میری زمین پر اکڑا کر کے چلے (صلوۃ)

بس آخری بات کہہ رہا ہوں کہ جس طرح علی نے دیکھا یا سر بلند کر کے اسی طرح میرے مولانا سید سجاد امام چہارم چھوٹے علی۔ زین العابدین۔ آپ نے سر بلند کر کے بات کی۔ میرے مولانا رسیوں میں بندھے کھڑے ہیں۔ زنجیریں پڑی ہوئی ہیں۔ طوق بھی ہے۔ بیڑیاں بھی ہیں سامنے کھڑے ہیں۔ یزید پوچھتا ہے۔ من انت۔ نام تمہارا کیا ہے؟ آپ نے کہا علی بن الحسین۔ حسین کا بیٹا ہوں نام میرا علی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو خبر لی ہے کہ حسین کا بیٹا علی تو قتل ہو گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اے یزید وہ میرا بھائی علی اکبر تھا وہ قتل ہو گیا۔ اس پر یزید نے ایک لفظ کہہ دیا۔ جس پر مولانا خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔

پر جو یزید کی پشت پر غلام کھڑے تھے۔ ان کو جو ان کی قوم کے تھے۔ حبش کے رہنے والے سردار تھے اس دربار میں بیٹھے تھے۔ سردار بنے ہوئے اس نے دیکھا اور کہا اے میری قوم والو! اے ملک حبش کے رہنے والو! انا فتنہ انا قبیلتہ الحبش۔ میں فتنہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ فتنہ جو شہزادی عقی ہمدانی اس نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے قوم کی ایک عورت کو یہ سردار قتل کرے۔ یہ سننا تھا کہ چار سو تواریں نکل آئیں۔ اور یزید سے کہا۔ کہ روک دے جلاد کو فتنہ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ ان چار سو سرداروں کا تواریں نکال کر یہ کہنا تھا کہ یزید نے جلاد کو روک دیا۔ ہٹ جا۔ اس بی بی بوڑھی عورت کو کچھ نہ کہہ۔ جب اس واقعہ کو بی بی زینب نے دیکھا تو مدینے کی طرف متہ کر کے کہا نانا ہمارا کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ ہر قیدی کے بچانے والے ہمدانی ہیں۔ ہمارے قیدی کا کوئی ہمدان نہیں ہے۔



ASSOCIATION KHOJA
SHIA ITHNA ASHERI
JAMATE
MAYOTTE

مجھے بھی قتل کر دے۔ جب یہ کہا تو یزید پوچھتا ہے شمر سے کہ اے شمر یہ بی بی کون ہے۔ جب یہ غلط کہے کہ یہ بی بی کون ہے۔ اب آپ ذرا تصور کیجئے گا کہ دربار بھرا ہوا ہے۔ اہلیت رسول رسیوں میں بندھے ہوئے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ زینب باتیں کر رہی ہیں یزید سے اور دربار سن رہا ہے۔ اس وقت بی بی زینب نے کہا کہا۔ توجہ! فرماتی ہیں۔ اے یزید! اگر تو زین العابدین کو قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کر دے۔ میں اس کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتی وہ پوچھتا ہے۔ اے شمر یہ کون ہے؟ تو شمر کہتا ہے اے یزید تجھے نہیں معلوم ہے یہی تو علی کی بیٹی زینب ہے اسی کا بھائی حسین تھا۔ یہ سن کر یزید کہتا ہے۔ اے شمر اتنی محبت بھائی کی اولاد سے تو شمر نے کہا کہ تو نے کیا دیکھا جو ہم نے دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ یہ اپنے بھائی کی لاش سے پٹ کر بدلتی رہی اور اپنے بچوں سے مل کر نہیں آئی اس کو بڑی محبت ہے۔ جب یہ لفظ سنے تو یزید نے کہا ایک لفظ کہہ دیا بس دو جملے یزید نے کہا کہ اس بی بی کو ہٹا دو لے جاؤ قتل کر دو زین العابدین کو ان کو ہٹاؤ۔ جلاد کو زین العابدین سے۔ اس نے تو این کی ہے میرے دربار میں میرا قیدی ہو کہ اس نے میری تدلیس کی ہے۔ اس بی بی کو ہٹا دو اسی حلقے میں سے جو قیدی بیٹھے تھے۔ ایک بی بی اور امحی۔ سفید سر کے بال کمر جھکی ہوئی۔ اور وہ اگر کہتی ہے یزید کی مجال میری شہزادی کو کوئی ہاتھ نہ لگائے جب یہ کہا تو یزید پوچھتا ہے کہ اے شمر یہ بڑھیا کون ہے۔ اس نے کہا نام فتنہ ہے یہ ان کے گھر کی کنیز ہے۔ کہا کہ آج یہ میرا مقابلہ کرتی ہے۔ بلاؤ جلاد کو پہلے اس کو قتل کرے۔ پھر زین العابدین کو۔ جب اس نے یہ کہا تو فتنہ نے نظر ڈالی اس دربار کے کسی نشین

پڑھتا جاؤں گا۔ یوں وضاحت ہونا مشکل ہے۔ آیتوں کی روشنی میں آسانی سے آپ ان قسموں کو سمجھ سکیں گے۔ (مصلحتاً)

یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور یہ اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ بہت اہم ہے۔ ہم شیعوں کے عقیدے میں، غیبت امام میں جہاد ممنوع ہے۔ ہمارے عقیدہ ہے اور قرآن کی روشنی میں عقیدہ ہے۔ قرآن نے جو کچھ کہا ہے ہم وہی کہتے ہیں یہ عقیدہ ہمارا عموماً لوگوں کو اشتیاب میں ڈال دیتا ہے کہ شیعہ تو جہاد کر ہی نہیں سکتے کیونکہ ان کا امام جب تک نہ ہو۔ اور وہ دعوت الی الجہاد نہ دے۔ اس وقت تک شیعوں کے لئے جائز ہی نہیں جہاد کرنا۔ یہ جہاد کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ یہ عموماً ہم پر ایک اعتراض ہوتا ہے۔ کیونکہ داعی الی اللہ جو اللہ کی طرف سے معین ہو دعوت دینے کے لئے خدا نے جس کو مقرر کیا ہو اس کے حکم کے بغیر ہم جہاد نہیں کر سکتے۔ یقیناً اور وہ جہاد صرف ایک قسم ہے۔ باقی پانچ قسمیں ہیں کہ جس میں ہر وقت اجازت ہے۔ یہ میں آپ کو آج واضح کر کے بتاتا ہوں کہ صرف ایک قسم جہاد کی جو مخصوص خدا نے نبی و امت کو وقت، رسول و امت کے ساتھ خاص کی ہے۔ اور کسی کو حق نہیں دیا گیا۔ وہ کیا ہے۔ میں آیت پڑھتا ہوں۔ فاذا انسلاخ الاشجار للحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم و احصروہم و اھم و اقلدوہم کل مرصد فان قابض اول قاصد الصلوۃ و التواضع و الزکوۃ فخلو اسبیلھم ان اللہ عفور رحیم ۵ (ترجمہ) اے ہمارے حبیب جب یہ چار جہیزے حرمت والے گزر جائیں تو پھر تم قتال کرو مشرکوں سے۔ اور ہمارے اس دین کی دعوت دو تمہیں حق دیا جاتا ہے۔ اور جہاد کا دھبہ پیدا ہوں تو تم ان سے جنگ کرو۔ قتال کرو۔ اب اس جہاد میں ابتداء کا فرد کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمْ الْجَنَّةُ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فِیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعَدَ اللّٰهُ حَقَّ التَّوَاثُیْقِ وَ الْاَوْفٰی الْقُرْآنِ وَ مَنْ اَوْفٰی بَعْدَہٗ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِسَبِیْکُمْ الَّذِیْ بَاٰیَعْتُمْ بِہٖ وَ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

اس آیت میں مسئلہ جہاد کے رخ بتائے ہیں۔ مسئلہ جہاد کو کسی ایک مفہوم اور کسی ایک معنی میں محدود نہ کرو۔ چھ قسمیں جہاد کی ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ جہاد صرف ایک ہی مفہوم نہیں۔ اس کی قسمیں، محل اور مقام کے لحاظ سے اور نبی یا امام کے لحاظ سے بدلی ہیں۔ میں آیتیں پڑھ کر ایک ایک مسئلہ کو واضح کر دوں گا۔ یہ آیت جس جہاد کو بتاتی ہے وہ اور قسم ہے اور باقی آیتوں میں جو جہاد کا تعلق ہے۔ وہ اقسام جہاد جدا گانہ ہیں۔ پہلے یوں آپ کی خدمت میں عرض کر دوں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اللہ کا حکم ہے۔ اور اس سبیل کو ملحوظ رکھ کر جو قتال کیا جاتا ہے۔ اس میں سبیل کے ماتے والوں کا کیا تعلق ہے۔ اک تو خود لفظ سبیل اور دوسرے سبیل سے تعلق رکھنے والے۔ ان سب کے لئے جدا گانہ قرآن مجید نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ اب میں آیتیں

جدال کرد احسن طریقہ پر۔ تمہیں اللہ نے حق دیا ہے کہ دعوت اسلام کے خطوط بادشاہوں کو لکھو اتنا ہی کافی ہے لیکن جنگ کب کرو؟ حقیقی یحیٰ بن الدین کلاہ لکھ لکھ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک اللہ کا دین آزاد نہ ہو جائے۔ کیا معنی آپ سمجھے۔ ان الفاظ سے کہ ”اللہ کا دین آزاد نہ ہو جائے“ یعنی جو اللہ کو مانتا ہے اور جس طرح اس کی عبادت کرنا چاہتا ہے۔ اس میں وہ آزاد ہو کوئی اسے نہ روکے۔ کوئی اس میں رکاوٹ نہ ڈالے جس طرح وہ اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے کہ کیونکہ کافر حضور کو عبادت نہیں کرنے دیتے تھے۔ آپ کے گلے میں رسی ڈال دیتے تھے کبھی چادر ڈالتے کبھی ادھر کچھ پھینک دیتے تھے۔ تو اللہ نے حضور سے فرمایا کہ تم اپنے دین میں آزاد ہو جاؤ۔ تم پر کوئی جبر و تشدد نہ کرے۔ اس وقت تک تمہیں اختیار دیا گیا ہے لیکن جب تم پر کوئی جبر و تشدد نہیں تم اپنے دین میں آزاد ہو۔ تو اس وقت وہ قتال بھی ختم۔ اب قتال نہیں۔ یہ آزادی دین ہے تمہارے دین میں۔ جب کوئی مداخلت کرے اور دین پر دین والوں کو عمل نہ کرنے دے تو اس وقت تم ایسا کرو۔ اسکو کہتے ہیں الجہاد ابتداءً

حاضرین! اس جہاد میں تو جہر فرما کر اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھ لیجئے۔ جب صرف اسلام اور اللہ کے دین کی تبلیغ مقصود ہو ابتداءً کہ حضور نے کچھ آدمی بھیجے۔ دعوت اسلام دیکر کافروں کے کسی ملک میں کہ جاؤ اسلام کی دعوت دو۔ انہوں نے ان کو دعوت اسلام سے روکا ان کو نقصان پہنچایا تو آیا حضور ان کو واپس بلا لیں یا لشکر اکٹھا کر کے ان سے جنگ کریں۔ یہاں مسلمانوں کی حفاظت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں صرف مقصد اسلام کو پہنچانے کے لئے سعی کی جا رہی ہے۔ اللہ کی طرف سے حکم ہے۔ کفار مقابلہ کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ آیا حضور جنگ کریں یا نہ کریں کیونکہ ابتداءً تو اپنی

طرف سے نہیں۔ تو جبر دیکھو گا۔ اس جہاد کا سبب کافر نہیں نہ وہ حملہ کرنے آئے نہ انہوں نے لوٹنا آپ کو نہ آپ پر انہوں نے کوئی زیادتی کی، ان کا کوئی تعلق نہیں اس جہاد سے۔ بلکہ اس کو دعوت اسلام کہیے۔

داعی اسلام کو حق دیا جا رہا ہے کہ تمہیں حق ہے کہ تم پر دعوت لے کر جاؤ۔ اور ان کو دعوت اسلام دو۔ مقابلہ کریں تو تمہیں حق دیا جا رہا ہے کہ تم قتال کرو۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ ہم صلح کا حکم دیں دیں۔ تو صلح کر لیتا۔ یعنی یہ وہ جہاد ہے۔ کہ جو مشا و خداوندی کے ماتحت ہے۔ مشروط ہے خدا کے منشاء کے ساتھ کہ اب لڑو اب صلح کرو۔ اب اس کا پتہ کہ خدا کا منشاء کیا ہے؟ صلح چاہتا ہے یا جنگ چاہتا ہے یہ وحی سے معلوم ہو گا یا الہام سے اور وحی آئے گی نبی پر۔ اور الہام ہو گا امام پر۔ اور ایسا جہاد ممنوع ہے یعنی نبی یا امام کیونکہ ابتداءً داعی اسلام کی طرف سے ہے۔ یہ انہیں کو حق دیا گیا ہے اور وہ مصالح خداوندی کے ماتحت چلیں گے۔ کیوں؟ کیونکہ وہ کہہ چکا ہے۔ لا اکمل کاف الدین۔ دین میں جبر نہ کرنا اگر جبراً دین منوایا تو وہ دین نہ ہو گا۔ کیونکہ اگر جبر سے منوایا ہوتا تو تمہیں کیوں بھیجتا۔ افانت تکرک المناس حقی یکنو امونین اے میرے حبیب محمد! کیا تمہیں یہ حق دیا گیا ہے۔ کہ تم لوگوں پر جبر و تشدد کرو۔ حتیٰ یکنو امونین۔ تاکہ وہ مومن بن جائیں۔ اس کا حق تمہیں نہیں دیا گیا۔ من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر جس کا دل چاہے مومن بنے جس کا دل چاہے کافر بنے۔ کیونکہ ان اللہ غنی عن العالمین۔ وہ تمام بہانوں سے مستغنی ہے اسے کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن ادع الی سبیل ربک بالحنۃ و الی عظمۃ المحسنۃ و جادہم بالحق ہی احسن دعوت دوم سبیل خدا کی طرف حکمت و موعظ حسنہ کے ساتھ اور

کریں۔ تم اپنے گھروں میں ہو اور تم پر وہ آکر ظلم کرتے ہیں۔ تمہاری عزت کو برباد کرتے ہیں مال چھین لیتے ہیں یا تمہیں گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ تو تم پر واجب ہے کہ تم جہاد کرو اور ان کافروں کو ہٹا کر مسلمانوں کی حفاظت کرو۔

پہنچتی قسم۔ مالکم لا تقا تلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من

الرجال و النساء و الولدان الذین یفقدون ربنا اخر جنما من ہذا القریة الظالم اھلھا۔ فرماتا ہے کیوں نہیں جنگ کرتے کیوں نہیں جہاد کرتے کیوں نہیں لڑتے، ان کے لئے کہ جو ضعیف و کمزور ہونے کی وجہ سے قید میں ہیں یا کافروں کے قبضے میں ہے۔ ان کو قید سے نکالنے کے لئے کیوں نہیں جنگ کرتے۔ یہ ان کے لئے کہ جو اپنے گھروں میں نہیں بلکہ قید میں ہیں یا ظالموں اور کافروں کے گھروں میں قید ہیں۔ ربنا اخر جنما من ہذا القریة الظالم اھلھا۔ یا اللہ! ان ظالموں کے بچنے سے نکال۔ اس آبادی سے نکال۔ وہ ایسی آبادی میں ہیں جس سے وہ نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ ان کی آبادی نہیں۔ آخر جو امن دیاں ہم

دوسرے وہ جو اپنے گھروں میں ہیں اور کافر انہیں تنگ کرتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں اب ان کافر کو فرق سمجھئے گا۔ ایک تو ہیں وہ مسلمان کہ جن کو قبضے میں کیا گیا اور وہ وہاں کے رہنے والے نہیں۔ وہاں کے باشندے نہیں وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں نکال اور اس جگہ کہ جہاں تھے ہمیں پہنچا۔ ہمیں ان ظالموں سے بچا۔ یہ تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ جن کا وہ وطن نہ ہو۔ وہ اپنے گھروں میں تھے جو ان کا وطن تھا۔ مگر ان کو نکالا گیا۔ انہیں تکلیف دی گئی۔ ان پر ظلم کیا گیا۔ ایک ان کے لئے جہاد اگر آپ غور کریں تو دونوں چیزیں ایک ہیں۔ لفظ میں پڑھے دیتا ہوں ”جہاد الاسیرین“

طرف سے کی ہے۔ ان کی طرف سے ابتدا نہیں ہوئی۔ ابتدا یہاں ہی طرف سے تو آیا حضور اس موقع پر جنگ کریں یا نہ کریں یا افواج کو واپس بلا لیں۔ اس سلسلے میں اللہ کے امر کے محتاج رہیں گے۔ جیسا حکم ہوگا اس پر عمل ہوگا۔ اور ایسا جہاد بغیر وحی اور الہام کے نہیں ہوگا۔ (صلوٰۃ)

دوسری قسم۔ ارشاد ہوتا ہے۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ تم ان سے لڑو، انہیں قتل کرو، ان کا مقابلہ کرو، جو تمہیں قتل کرنے آئے تم انہیں قتل کرو۔ لیکن دیکھو حد سے نہ بڑھنا۔ جو حدود ہم بتائیں ان حدود میں رہ کر قتل کرنا۔ وہ حدیں یہ ہیں بتائیں۔ تفصیلات یہ ہیں۔ جب کافر یا مشرک مسلمانوں کو قتل کرنے آئیں یا مسلمانوں کی سرحدوں پر قبضہ کرنے کے لئے آئیں تو مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جہاد۔ یہ مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جہاد ہوگا۔ کیونکہ کافروں کی طرف سے ابتدا ہے۔ وہ حملہ کر رہے ہیں۔ تو مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے حملہ کرو۔ یہ دو آئیتیں ہو گئیں۔

تیسری قسم۔ مسلمان اپنے گھروں میں ہیں مگر کافروں کا ان پر غلبہ ہو گیا۔ اور ان پر ظلم ہونے لگے۔ مسلمانوں کے مال ان کے قبضے میں آگئے۔ ان کی عزتیں کافروں کے قبضے میں پہنچ گئے۔ اکثر کو قید بھی کر لیا گیا۔ ان کے گھروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان کو تنگ کیا جانے لگا۔ لوٹ مار قتل و غارت شروع ہو گئی۔ اذن للذین یقاتلون باھم ظلموا ان اللہ علی نصر ہم لقد بر۔ انہیں اجازت دی جاتی ہے قتال کی جن پر ظلم کیا گیا ہے اور یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے تمہیں اجازت دی جاتی ہے جہاد کی۔ کب اجازت دی جاتی ہے؟ اس وقت جب تم پر کافر ظلم

ترڈرو۔ اگر تم مومن ہو ان سے ترڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔

ایک چیز آپ ان آیتوں میں دیکھ رہے ہیں جو میں نے پیش کی ہیں جس میں کہ مسلمانوں کا تحفظ، مظلوموں کا تحفظ، قیدیوں کا تحفظ کا ذکر ہے ان پانچوں قسموں میں جو میں نے بتائی ہیں ان میں اسلام خالص اسلام اور صرف سبیل اللہ ہی جہاد کا سبب نہیں ہے۔ بات میں نے کہہ دی۔ ابھی آپ اس تک نہیں پہنچے صرف مسلمانوں کو بچانا، مظلوموں کو بچانا، مسلمان قیدیوں کو رہائی دلانا، مسلمانوں کا دفاع کرنا ظالموں سے، اس میں مسلمانوں کا تصور ہے۔ اور وہ جہاد کہ جو نبی یا امام کیلئے ہے اس میں تصور ہے اسلام کا۔ ان دونوں کا فرق سمجھئے ایک حفاظت اسلام، دعوت اسلام، تحفظ اسلام۔ (اسلام جو سبیل اللہ ہے کل بناؤں گا) اسلام کا تحفظ اور چیز مسلمانوں کا تحفظ اور چیز۔ اسلام کا تحفظ وہ کر سکتا ہے جو اسلام کو جانتا ہے (صلوات) ایک دین کا تحفظ۔ ایک دین ماننے والوں کا تحفظ۔ فرق سمجھ لیجئے۔ مسلمانوں کو بچانا مسلمانوں کے ملک کی سرحدوں کا تحفظ، مسلمانوں کی عزت کا تحفظ سب میں تصور یہ ہے کہ اس سرحد کو بچانا ہے دہاں یہ نہیں ہے کہ دین کو بچانا ہے۔ سرحد کو بچانا ہے کیونکہ یہ ہماری ہے اس میں ہم شامل اور جہاں دین بچانا ہے دہاں صرف اللہ کا تصور ان کے قانون کا تصور (صلوات) دہاں غیر کا تصور نہیں۔ وہ جو شیعوں کا عقیدہ ہے وہ تصور صرف دین کا۔ صرف دین کا ہے اس میں کسی زمین، دین ماننے والے، کسی قوم، کسی زبان، کسی وطن کا ذکر نہیں۔ فلاں وطن والے اُن سے جہاد کرو فلاں زبان والے۔ کسی کا کوئی ذکر نہیں صرف دین کا تحفظ کرو۔ صرف دین کی دعوت اور دین کا تحفظ۔

یہی حدیث کے لفظ ہیں کہ جو اسیر ہو جائیں دیار مشرکین میں۔ کافروں کے ملک میں جو قیدی بن جائیں ان کے چھڑانے کے لئے تم کیوں نہیں جہاد کرتے؟ یہ ایک آیت۔ اور دوسرے جو اپنے وطن میں ہیں اپنے گھروں میں ہیں اور ظالم کافر کسی دوسری جگہ سے آکر ان پر ظلم کر رہے ہیں۔ ان کی کیوں نہیں مدد کرتے؟ آپ کو معلوم ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ میں تو وہ مسلمان اور ان کا وطن ہے اور انکے وطن پر قبضہ کر لیا کافروں نے اور اُن پر کافر ظلم کر رہے ہیں۔ تو تم ان کے لئے کیوں نہیں جہاد کرتے (صلوات) یہ قسمیں ہو گئیں۔ یہ الگ الگ آیتیں معنی الگ الگ بتا رہی ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے مسلمان جن پر ظلم و ستم ہو رہا ہے وہ مظلوم ہیں وہ اپنے وطن کشمیر میں رہ رہے ہیں۔ باہر سے نہیں آئے۔ باہر سے آنے والے ظلم کر رہے ہیں۔ تو ان کی مدد اور جو دوسری جگہ میں ہیں۔ قبضہ میں آگئے ہیں ان کافروں کے کہ جنہوں نے ان پر ظلم کیا ان کو بچانے کے لئے چھڑانے کے لئے کیوں نہیں جنگ کرتے۔ یہ چل رہا ہے سلسلہ۔ لیکن کریں گے کب؟ یہ بھی قرآن بتاتا ہے (صلوات)

پانچویں قسم! فرماتا ہے خدا لا تقا تلون قعرا نکشوا ایما فھم وھم ابنا خراج الرسول وھم بدق کم اول مکا تخشوا فھم فاللہ الحق ان تخشوا انکتم مو مینون (سورہ توبہ) اے ایمان والوں تم کیوں نہیں جہاد کرتے کیوں نہیں جنگ کرتے اُن سے کہ جنہوں نے معاہدہ کیا اور توڑا۔ کیوں نہیں کرتے تم ان سے جنگ۔ اور یہی تو وہ ہیں کہ جنہوں نے رسول کو بھی گھر سے نکالا تھا۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ کیوں نہیں کرتے جنگ! تخشوا فھم کیا تم ان سے ڈرتے ہو فاللہ الحق ان تخشوا تمہیں چاہیے اللہ سے ڈرنا۔ ان سے

اب قسمیں ہو گئیں شہداء کی۔ ان میں یہ جو شہید ہیں۔ ان کے لئے خدا فرماتا ہے
 لَا تَقْتُلُوا مَنْ يَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ
 جو سبیل اللہ کے لئے اس کے تحفظ میں قتل ہو گئے انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ
 ہیں مگر اس کا ادراک نہیں کر سکتے ہو۔ یہ نہیں کہا کہ تحفظ مسلمان کے لئے یہ لفظ
 وہاں نہیں ہے۔ بلکہ صرف فی سبیل اللہ ہے جو صرف دین کی خاطر قتل ہو اور
 وہاں غیر دین کا کوئی تصور نہ ہو۔ اور جب قتل ہو جائے تو اس کو تم
 مردہ یا میت نہ کہنا۔ بل احیاء کہو وہ تو زندہ ہیں۔ لیکن لا تشعرون
 تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔ تمہاری عقلیں وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں
 کیونکہ وہ شہید ہیں۔ کیونکہ خدا کہہ چکا کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ
 اللہ نے شہید کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ ہر ایک چیز پر مطلع ہے اور ہر ایک
 شے اس کے سامنے ہے وہی لفظ شہادت کا شہید کے لئے استعمال کیا
 کہ اس کو زندہ سمجھنا۔ مردہ نہ سمجھنا جو ہمارے دین کی خاطر مرا اس کو مردہ نہ
 سمجھنا کہ کس طرح زندہ ہے؟ بل احیاء اور جب زندہ ہے اور اس کو
 قدرت نے شہید کیا ہے تو زندگی کے کیا معنی؟ زندگی میں معاینہ۔ عربی میں اس
 کے معنی ہیں مشاہدہ۔ محسوس چیز کو دیکھنا اس کو شہادت کہتے ہیں۔ مشاہدہ کہتے
 ہیں۔ تو اس شہید کا درجہ کیا ہوگا؟ اس کو مردہ نہ سمجھنا۔ یہ معاینہ کرتا ہے
 ہر چیز کو۔ یہ دیکھتا ہے ہر چیز کو۔ اور چونکہ یہ زندہ ہے تو جو اختیارات اس کو زندگی
 میں حاصل تھے وہی اختیارات اب بھی حاصل ہیں۔ (صلوٰۃ) دوسری جگہ فرمایا
 لَا تَحْسِبَنَّ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَالًا تَابِلًا اَحْيَاءٌ هُمْ بِرَبِّهِمْ يَرْزُقُوْنَ

چھٹی قسم ! اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنْ اَمْوَالِہُمْ اَنْفُسَہُمْ وَاَوْحٰی اِلَیْہِمْ
 ہم نے مومنین سے سودا کر لیا۔ یقیناً جان و مال ہم نے ان سے خرید لیا جنت کے
 بدلے۔ یقیناً ان بس وہ سبیل اللہ میں قتل کرتے ہیں کسی کے بچانے کے
 لئے نہیں کرتے (صلوٰۃ) کسی سے کوئی لڑائی جھگڑے کا سوال نہیں۔ کوئی
 اختلافی جذبہ نہیں۔ اور جب وہ اس دین کا تحفظ کرتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ وہ
 جنگ کرتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں۔ اور وہ خود قتل ہو جاتے ہیں دین کے تحفظ میں
 تحفظ کرتے کرتے وہ قتل ہو جاتے ہیں۔ ان سے ہمارا سودا ہے۔ غازیوں سے وعدہ
 نہیں۔ غازیوں سے اور چیزیں متعلق ہیں یہ جو صرف ہمارے دین کی خاطر جنگ کرتے
 ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں۔ قتل ہو جانا شرط ہے۔ (صلوٰۃ)
 یہ صرف ان کے لئے آیت ہے۔ ان کے لئے نہیں کہ جو قتل کر کے آگئے۔ اور غازی بنکر
 آگئے۔ نہیں بلکہ ان کے لئے ہے جو تحفظ دین کے لئے آئے۔ قتل بھی کیا مخالفین
 دین کو اور خود قتل بھی ہو گئے اسی دین کے تحفظ میں۔ ان سے سودا ہے ان سے
 وعدہ ہے۔ یہ وعدہ جواب بتایا جا رہا ہے۔ یہ اللہ نے۔ روز است ہی کر لیا تھا۔
 میثاق ہو گیا۔ اس کا تذکرہ ہم نے تورات میں بھی کر دیا انجیل میں بھی کر دیا اور قرآن
 میں بھی اس کا ذکر دیا۔ یہ تو وہ وعدہ ہے جو دین کے تحفظ کے لئے ان مومنین
 سے کیا گیا۔ جو صرف دین کے لئے لڑے۔ صرف دین بچانے کے لئے اور لڑے کس
 طرح؟ کہ وہ گئے لڑنے اور یہ سمجھ کر لڑنے گئے کہ ہمیں قتل ہونا ہے۔

دیکھئے وعدہ کا لفظ ہے۔ وعدہ یہ لیا گیا کہ تم لڑو گے، قتل بھی کر دو گے،
 اور پھر قتل ہو جاؤ گے۔ ان سے خدا کہتا ہے۔ کہ ہمارا سودا ہو گیا۔ اور یہ ہیں شہید

سارے قبائل عرب مل کر قتل کریں گے۔ یہ اللہ نے مجھے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ آج تم اپنے بستر پر نہ سو۔۔۔ در نہ قتل ہو جاؤ گے۔ تو میں نے خدا سے پوچھا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے تو اس نے حکم دیا ہے کہ جاؤ تم تو بستر چھوڑ کر چلے جاؤ اور اپنی جگہ عسی کو سلاؤ۔ تم راتوں رات نکل جاؤ۔ تو عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! میں دریافت تو کروں عسی سے کہ عسی اس پر راضی ہیں یا نہیں کیونکہ بغیر رضامندی سودا نہیں ہوتا۔ (صلوۃ)

تو آئے حضور اور فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں چلا جاؤں۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ خدا نے کہ اپنی جگہ عسی کو سلاؤ۔ تو میں تم سے دریافت کرتا ہوں اسے عسی! تم اس پر راضی ہو یا نہیں؟ تو عسی نے ایک سوال کیا۔ اور وہ آج تک تاریخی حقیقت ہے عسی پوچھتے ہیں یا رسول اللہ اگر میں آپ کے بستر پر سو جاؤں تو کیا آپ کی جان بچ جائے گی۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں میری جان بچ جائے گی۔ تو آپ نے کہا سمعاً و طاعتاً یا رسول اللہ میں سر آنکھوں سے راضی یہ کیوں طے کرایا کہ بعد دس شبہ نہ کریں کہ اگر عسی نہ سوتے تو پھر بھی بچ جاتے۔ عسی نے صاف بیان دے دیا کہ اگر میں آپ کے بستر پر سو جاؤں تو میرے سونے سے کیا آپ کی جان بچ جائے گی۔ تو حضور نے فرمایا کہ ہاں یا عسی! میری جان بچ جائے گی تو آپ کو مانتا پڑے گا۔ کہ آج شب عسی نے اپنی جان کو رسول کی حفاظت کے لئے بستر پر پہنچا دیا اور سودا کر لیا اللہ سے۔ قرآن نے فوراً کہہ دیا۔ آیت اتری کیا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ اے محمد ایسے بھی ہیں کہ دیکھ لے اپنی جان تک بچ دیتے ہیں میری مرضیاں لینے کے لئے۔ تو آپ اس انداز کو بھی دیکھئے کہ جب یہ

اور دیکھو تم ان کو جو سبیل اللہ میں قتل ہوئے۔ ان کو اموات نہ سمجھنا۔ پہلی آیت میں فرمایا مردہ نہ سمجھنا۔ مگر ممکن ہے کہ مسلمان کہتے تو نہیں۔ لیکن سمجھتے ہیں مردہ تو خدا نے کہہ دیا کہ ان کو مردہ نہ سمجھنا۔ یہ زندہ ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ جہنم نے دین کا تحفظ کر کے اُسے قیامت کے لئے بچایا (صلوۃ)

ہم پر جہاد فرض پانچ قسم کے۔ اور کل مسلمانوں کی حفاظت ہم پر فرض۔ وہ بھی جہاد۔ مسلمانوں کو بچانا یہ بھی جہاد لیکن مسلمانوں کو بچانا اور ایک نبی کو بچانا اس میں فرق ہے۔ ایک تو مسلمانوں کو بچانا اور ایک نبی کو بچانا۔ مسلمانوں کو بچانے کے لئے۔ جو بچائے وہ بھی جہاد اور اس کے لئے بھی درجہ ہے۔ یہ شہادت ان کے لئے بھی اور نبی سبیل اللہ کے لئے بھی مگر درجات میں فرق ہوگا۔ جو رسول اللہ کو بچائے۔ اس کا درجہ اس سے بھی بلند۔ وہ کیا ہوگا؟ فرماتا ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ سرف بالعباد، وہ کچھ ایسے ہیں کہ انہوں نے جو ہم سے سودا کیا تو جنت کا نہیں کیا۔ اپنی جان دے کر جنت کا سودا نہیں کیا۔ ابتغاء مرضات اللہ ہم سے تو ہماری رضا کا سودا کیا ہے۔ چاہے جان لے۔ یہاں جنت جان کے مقابلے میں قیمت نہ بتی۔ کیونکہ یہ نبی کو بچا رہا ہے اور جب نبی کو بچانے لگا تو سو گیا بستر پر (صلوۃ) وہ بستر پر سویا ہوا ہے اور حضور فرمانے ہیں کہ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں مکہ چھوڑ کر چلا جاؤں، تاریخی حقیقت ہے۔ دارالندوہ میں کافروں نے مل کر بالکل فیصلہ کر لیا کہ شب کو آئیں گے اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئیں گے۔ آج رات کو ہر قبیلہ کا بہادر اس میں شامل ہوگا۔ کل قبیلہ کے مل کر آئیں گے۔ تاکہ قتل کے بعد کسی ایک قبیلہ کو قاتل نہ کہا جائے۔

ہیں۔ اور ایسے سوئے کہ ایسی نیند کبھی نہیں آئی۔ عسی کہتے ہیں کہ مجھے ایسی نیند کبھی آئی ہی نہیں۔ کیوں نہیں آئی؟ کیونکہ پہلے میں اپنی خواہش سے سوتا تھا۔ آج خدا نے کہا سو جاؤ۔ آج رسول نے کہا سو جاؤ (صلوٰۃ)۔ آج تو اللہ کی فرمائش نیند تھی۔ آج رسول کی فرمائش نیند تھی۔ سوئے اور ایسا سوئے کہ کبھی ایسا نہ سوئے تھے تو جب رات ہو گئی اور کافر آگے قتل کرنے شور مچا۔ تو ایک شخص ابوہب (رسول کا چچا) نکلا اور اس نے دیکھا کہ برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لئے ہیں اور اب گھر میں جانا چاہتے ہیں۔ تاکہ محمد کو قتل کر دیں۔ اُس نے کہا۔ قضا مکانم مٹھہر جاؤ اسی جگہ۔ آگے قدم نہ بڑھانا۔ انہوں نے کہا اَصْبَحَتِ الْحِ دین محمد کی طرف مائل ہو گئے۔ ہو اس نے کہا ہمیں ہم محمد کو قتل کریں گے مگر میری غیرت اس بات کو قبول نہیں کرتی۔ انہوں نے کہا ہمیں صاف بتاؤ۔ وہ کہتا ہے سنو رات کا وقت ہے تم اگر اندر جاؤ گے تو گھر میں بچے بھی ہوں گے۔ عورتیں بھی ہوں گی تازک بی بیایاں بھی ہوں گی۔ جب تم داخل ہو گئے بچے ڈر جائیں گے۔ بی بیایاں دہل جائیں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ رات کے وقت تم محمد کے گھر میں جا کر انہیں قتل کرو۔ محمد سے دشمنی ہے ان کے بچے سے نہیں ان کی عورتوں سے نہیں ہم عورتوں بچوں کو ڈرانا نہیں چاہتے۔ ہم بچوں کو دلانا نہیں چاہتے کافر ہوں مگر غیرت ہے حیمت ہے۔ اندر نہیں جانے دوں گا۔ بی بیایاں موجود ہیں سو رہی ہوں گی بچے بھی آرام کر رہے ہوں گے۔ وہ تمہارے داخل ہوتے ہی گھر گھبرا کے اٹھیں گے۔

ہا خیرین! ابھی تک اتنی غیرت تھی عرب میں۔ رات کو اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ چلے گئے واپس۔ صبح کو آئے مگر کربلا میں خیموں میں داخل بھی ہوئے

بیع و شراعت ہو گئی کہ عسی کے سونے سے بستر پر قربانی بن کر قتل کرنے والے ہزاروں آئیں گے۔ اور وہ محمد کو قتل کریں گے آج ہی شب کو تو اپنے قتل کا یقین علی کو ہے کہ محمد کے قتل کے لئے آئیں گے تو وہ یقیناً مجھے قتل کر دیں گے۔ مگر اس طرح نہ ہوں گے پڑ جائیں گے۔ خدا نے اس کا تذکرہ کیا۔ کہ میں رضا تجھے دیتا ہوں، جان اپنی مجھے دیدے۔ تو اب عسی کی جان جو نفس اللہ ہے۔ عسی نے جب اپنا نفس بیچ دیا تو آپ یہ جان جان عسی نہیں رہی اب یہ جان خدا کی جان اب یہ خدا کا نفس۔ نفس اللہ۔ اور اب اسکی رضا۔ بیع ہے سودا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی وف کرے تو والا وعدہ کا نہیں ہے۔ اس نے وعدہ کیا رضا دیدی۔ تو اب جب رضا ان کو مل گئی تو اب یہ رضائے خدا کے مالک۔ وہ نفس عسی کا مالک لوگ کہتے ہیں کہ عسی ڈرتے ہی نہ تھے۔ میدان میں کود جاتے تھے ایک بار ایک کرتے پہنچے ہوئے صفوں میں کھڑے ہیں کہیں خندق کہیں خیمبر۔ کبھی ڈرتے ہی نہیں۔ ڈرنے وہ کہ جس کو اپنی جان عزیز ہو۔ (صلوٰۃ) علی کیوں ڈریں جان کا سودا کر لیا ہے۔ وہ تو اللہ نے لے لی اور جب اس کے اختیار میں تو اپنی ملکیت سے نکل گئی پھر ڈر کیا۔ جس کی جان ہے وہ آپ بچائے اُدھر رخصت لے لی اور جب رضا اللہ کی عسی کو مل گئی۔ نبی کو بچانے کے صلے میں تو اب علی رضائے خدا کے مالک اب آپ کو معیار معلوم ہو گیا۔ اب اگر کسی کو آپ چاہتے ہیں کہ اللہ اس سے راضی ہو تو رضا اُدھر ملے گی۔ پہلے اسے راضی کریں تب اللہ راضی ہوگا۔ (صلوٰۃ)

ملکیت تو اُدھر ہے۔ سودا ہو چکا۔ سودا برحق ہو چکا۔ یہ جب سو گئے۔ تو رات کو مشرکین آگے قتل کرنے حضور کو۔ چاروں طرف سے گھیرا ڈالا عسل اندر ہی سوراہے

کہ بچے! یہ تمہارے کانوں سے خون کیوں بہہ رہا ہے۔ اس بچے نے کہا میرے دو گوشوں کے
تھے۔ جو ظالموں نے کھینچ کر نکال دیئے۔ اس کے بعد وہ بچہ کیا کہتا ہے؟ آخری لفظ
وہ بچہ کہتا ہے۔ اے شیخ! تو نے مجھ پر بڑا رحم کیا۔ تو نے میری آگ بجھائی۔ تو نے
مہربانی کی۔ اب ایک مہربانی اور کر کھوڑا رحم مجھ پر اور کر۔ اس نے کہا کیا چاہتے ہو؟
تو وہ بچہ کہتا ہے مجھے بخف کا راستہ بتا دے۔ جب یہ کہا تو حمید بن مسلم رو دیا اور رورو
کر اسے غش آنے لگا۔ پوچھتا ہے اچھا بچے میں بخف کا راستہ تجھے بتائے دیتا ہوں۔
گھبراؤ نہیں۔ جانتا تھا وہ۔ خاندان سے واقف تھا۔ مگر پوچھتا ہے وہ کون اس کس
میں بخف جا کر کیا کر دے گا۔ تو وہ بچہ کہتا ہے کہ بخف میں میرا دار ہوتا ہے۔ میں فریاد کر دوں گا
دادا! ہمارے نیچے جل گئے ہمارے کانوں کو دیکھ لیجئے۔ بیسیاں بے پردہ ہو گئیں۔



اگ بھی لگائی۔ بچوں کو لوٹا بھی۔ کدھر گئی عرب کی غیرت؟ کدھر گئی یہ حمیت؟ جب
لوٹ رہے تھے بچوں کو پکڑ پکڑ کے جو بچہ نکلتا تھا اس کے کان میں اگر گوشوارے
ہیں پکڑ کر چھین لیتے تھے اور بچوں کے کانوں سے خون بہتا تھا۔ کوئی بی بی نظر آئی
چادر اتار لی۔ حتیٰ کہ حضرت امام زین العابدین کا بیان ہے کہ میری پھوپھی میرے
پاس آئیں۔ جبکہ میں خاک پر ایک چٹائی پر پڑا تھا اور میری پھوپھی نے کہا اے زین العابدین
سب نیچے جل گئے ہیں۔ ایک تیرہ باقی رہا ہے۔ شعلے بھڑک رہے ہیں۔ تم ہمارے
امام وقت ہو۔ ہمیں بتاؤ کہ جل کے مرجائیں یا باہر نکل جائیں۔ اس وقت امام زین العابدین
فرماتے ہیں کہ پھوپھی جان تانا کی شریعت کا حکم ہے باہر نکل جاؤ جس وقت وہ
بی بیسیاں باہر نکلی ہیں بچوں کو گودیوں میں لئے ہوئے۔ جو کبھی نہ نکلی تھیں آج وہ باہر
نکلیں۔ بچے گودیوں میں لئے ہوئے۔ کوئی کسی ٹیلے کی آڑ میں بیٹھ گئی کوئی کسی جھاڑی
کو تلاش کر کے اسکی اوٹ میں بیٹھ گئی۔ ایک ایک بی بی ادھر ادھر دوڑتی تھی اس
وقت حمید بن مسلم کہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بچہ دوڑ رہا ہے اور اس کے کرتے
میں آگ لگی تھی۔ جتنا وہ زیادہ دوڑتا تھا۔ اتنی آگ تیز ہوتی تھی شعلے بھڑکتے تھے
وہ کہتا ہے مجھے اس بچے پر رحم آیا اس کے کانوں سے خون بہہ رہا تھا۔ کسی نے
اس کے در اتار لئے تھے اور وہ روتا ہوا جا رہا تھا۔ جب میں نزدیک پہنچا تو وہ
ڈر سے تیز بھاگا۔ وہ سمجھا کہ مجھے مارنے آرہا ہے تو میں نے آواز دی شہزادے!
ڈرو نہیں۔ میں تمہیں مارنے نہیں آرہا ہوں۔ تم کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہاری آگ
بجھاؤں گا۔ جب یہ نزدیک گیا اور اس نے دیکھا کہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے جلدی
جلدی دامن کو پکڑا۔ چلتے ہوئے دامن کی آگ بجھائی اور بجھا کر اس بچے سے کہا

مالک تو وہ ہے جس سے سودا ہوا۔ کیونکہ تم سے بیع و شراء ہوئی ہے خرید و فروخت ہوئی ہے۔ مالک تم ہو اور جو بھی آئے۔ چاہے آدم آجائیں، رہیں، کھائیں، پئیں، قرآن خود ہی کہتا ہے۔ یا آدم! سکن انت و نزلت الجنة۔ اے آدم تم آؤ اور سکونت کرو۔ تم بھی اور تمہاری زندگی بھی جنت میں۔ دونوں آؤ۔ زن و شوہر آؤ، رہو اور کھاؤ۔ و کلا من حيث شئتما رغدا۔ جو چاہو۔ جو پسند آئے کھاؤ پیو۔ حضرت آدم کے لئے خدانے کہا۔ جس وقت حکم دیا فاعطيا الی الاسر من اب تم اترو زمین پر جاؤ۔ وہ جانے لگے تو حکم آئے کہ اے آدم و حوا! اترو۔ مگر اپنا لباس اور پوشاک اتار دو۔ یہ باہر نہیں لے جا سکتے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان کی پوشاک اتار لی گئی۔ اور بدن چھپانے کے لئے صرف کچھ پتے درخت کے دیئے گئے کہ اس طرح پردہ پوشی کر کے چلے جاؤ۔ آپ تو جہر فرما بیٹے کہ جنت کی پوشاک ان کو استعمال کے لئے دی گئی تھی نہ کہ ان کی ملکیت تھی۔ تو جتنی دنیا آئے گی اور جو جنت کے قابل ہوگی وہ لباس استعمال کر سکتی ہے۔ لیکن مالک نہیں ہو سکتی۔ اور جن کو تدرت نے روزِ ميثاق مالک بنایا جن سے سودا ہو چکا وہ جب چاہیں جنت سے منگوا لیں۔ اور جہاں چاہیں منگوا لیں۔ نئی نئی پوشاکیں سلوا کے منگوا لیں۔ میوے منگوا لیں۔ کیونکہ یہ جنت کے مالک ہیں۔ خدانے ملکیت کا فیصلہ کر دیا ہے

ایک مرتبہ مجھے پاکستان بننے کے بعد خیال آیا کہ جنت میں آدم گئے اور حکم ملا کہ ہو تو کیا غسل کیا تھا کہ جنت میں رہو؟ اس کی ابتدا پر غور کیا۔ خدانے کہا اے ملائکہ! میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے کہا ہمیں بنا دے۔ یہاں خلیفہ کے معنی کچھ ایسے تھے کہ جس کو فرشتے سمجھتے تھے۔ اور وہ نہ سمجھتے تو تمنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ وَ یَقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فِیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرَةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْآنِ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرْ بِبِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ بَا یَعْتَمِدُ بِهِ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

تم نے جو بیع و شراء کیا ہے سودا کیا ہے۔ اس کی بشارت تم حاصل کرو۔ یعنی تم خوش رہو اور خوشی منادو۔ کہ یہ سودا مکمل ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ تم خوش رہو۔ بشارت حاصل کرو و ذلک هو الفوز العظیم۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ جو تمہیں حاصل ہو چکی۔ وہ ”تم“ کون ہے کہ جن سے سودا ہوا۔ عام مومنین نہیں۔ بلکہ وہ مومنین ہی سے ہیں۔ وہ مخاطب کئے گئے۔ کہ تم سے ہم نے سودا کیا اور وہ سودا بڑا کامیاب سودا ہوا اور ہم نے جو فیصلہ کیا ہے۔ یہ وعدہ حق ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ جنت تمہاری ہوگی۔ اور تمہارے جان و مال ہمارے ہو گئے۔ اب اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ نہ تم سے کوئی جنت لے سکتا ہے۔ یہ تو تمہیں ملی چکی کیونکہ ہم نے سودا کر لیا ہے اب جو آئینگے وہ مالک بن کر نہیں طفیل میں آئیں گے۔

تو جب معرفت کرا دی آدم نے ان ہستیوں کی اور نام پتا دیئے گئے گن کر پہنچان کرا دی
تو خدا نے فرشتوں سے کہا کہ تم ان کے سامنے جھک جاؤ۔ اور چونکہ فرشتوں کو معرفت کرائی
تھی یہ محمود بن گئے ملا کر تے سجدہ کیا اور جھک گئے۔ اور خود ان کو کیا ملا؟ فرشتوں سے
کہا کہ تم جھک جاؤ آدم کے سامنے اور آدم سے کیا کہا؟ یا آدم اسکن انت و
نزدک الجنة۔ اے آدم آؤ چلو جنت میں۔ تم اور تنہا رہی زہرہ جنت میں آجائیں
کو نہا کام کیا آدم نے کیا تھا۔ مجھے بتاؤ روزے رکھے؟ نمازیں پڑھیں؟ کیا کیا تھا؟
(محلوت) جہاد کیا؟ کوئی خمس و زکوٰۃ دیا؟ دہاں تو ابھی کچھ نہیں ہے۔ آدم نے

ہمیں تو اتنا یاد ہے جتنا تو نے ہیں پڑھا دیا ہے۔ اس سے آگے نہیں جانتے تو پڑھایا کیا تھا؟ اسماء۔ نام ان کو بھی بتائے اور آدم کو بھی بتائے اور سوال و امتحان ناموں کی یادداشت کا نہیں ہے کہ نام یاد ہیں کہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان ناموں کو دیکھو اور یہ ہستیاں موجود ہیں۔ جن کے یہ نام ہی تم مطابق کر کے بتاؤ۔ تم

ان ہستیوں کی معرفت کا تعارف کیا ہے۔ اس معرفت کرانے کے صلے میں جنت ملی معلوم ہوا کہ وہ ایسی ہستیاں ہیں کہ جو ان کو پہچان لے اسے جنت مل جاتی ہے (مسواۃ) آج خدا نے جنت کو مشروط کر کے بتایا کہ جنت میں جانا مشروط ہے۔ ان ہستیوں کی معرفت پر۔ جب تک ان کی معرفت نہیں ہوگی جنت میں نہیں جاسکتے۔ کیونکہ جنت میں جاؤ گے خدا کے احکام پر عمل کر کے۔ اور خدا کے احکام تمہیں مل سکتے ہی نہیں۔ وہ احکام تم کو کیسے ملیں گے؟ وہ اللہ سے براہ راست کیسے ملیں گے؟ خود یہی ہوں گے۔ انہیں کو دیکھ کر حکم معلوم ہوگا۔ اللہ کے تمام امر و نہی۔ انہیں سے معلوم ہوں گے تو اللہ نے سبیل کو یوں واضح کیا ہے

سو تو اللہ کر چکا سبیل کے ذریعے۔ کہ وہ سبیل میں جان و مال دونوں کو قربان کر دے وہ سبیل کیا ہے؟ جس کا خدا نے اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے تو اب میں سبیل پیش کر ہوں یہ حق ہے صرف اللہ کا۔ لفظ سبیل اور سبیل کا بتانا اللہ نے صرف اپنا حق بتایا ہے و اللہ یھدی الی سواۃ السبیل پہلے خدا ہی دعوت دیتا ہے اور اس کے سوا کوئی دعوت نہیں دیتا یہ جو میں پڑھنے لگا ہوں یہ تفصیل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کی ہے۔ اسی آیت کی تفصیل لوگوں نے پوچھی تھی کہ مولایہ بتائیے کہ یہ جو قتال اور جہاد ہے اور یہ جو آیت ہے کہ جو سبیل خدا میں قتل ہو تو وہ سبیل کیا ہے؟ کیا یہ آیت ہر ایک مسلمان کے لئے ہے جو اللہ و رسول پر ایمان لایا۔ کیا اُسے حق ہے کہ وہ جہاد کے لئے اور سبیل کے لئے دعوت دے کہ آؤ؟ آپ نے فرمایا کہ تانا سے بھی یہی سوال ہوا تھا۔ اور قدرت نے میرے معنی کو تخصیص کر کے بنا دیئے کہ ہر ایک کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ داعی الی اللہ بن جائے۔ دعوت سبیل اللہ دے۔ یا دعوت بالجہاد

دے۔ کہ آؤ اور جہاد کرو۔ یہ کسی کو حق نہیں۔ اللہ نے پہلے اپنا حق رکھا اور اس کا اظہار حضور کے ذریعے کیا۔ فرمایا۔ ادع الی سبیل ربک۔ اے حبیب ہمارے تم دعوت دو۔ ہر ایک کو قطعی اختیار نہیں دیا کہ عام لوگ دعوت دیں بلکہ تم دعوت دو۔ ہماری طرف سے تم مقرر ہو کہ دعوت سبیل دو۔ اپنے رب کی سبیل بتاؤ۔ بتاؤ کہ اللہ کی سبیل کیا ہے اور کیا کرو اور کیا نہ کرو؟ کس طرح دعوت دو؟ طریقہ بھی بتایا۔ بالحمۃ و الموعظۃ الحسنۃ۔ حکمت کے ساتھ۔ طریقہ حکمت کیا ہے؟ وہ کسی کو نہیں معلوم۔ حضور کو بتایا جا رہا ہے بالحمۃ۔ حکمت کے ساتھ۔ و الموعظۃ الحسنۃ اور موعظہ کہ دلوگوں حسن کے ساتھ۔ پیاد یا پیاد دعوت۔ ڈرا کے نہیں کہ کہیں گھبرا نہ جائیں یہ موعظہ حسنہ ہو کہیں ان کو اتنا گھبرا دو کہ یہ تمہارے پاس سے ہی اٹھ جائیں۔ دعوت کر دو مگر پیارے لفظوں میں۔ سمجھا سمجھا کے اور اس کے بعد و جاد طہم جلال بھی کر دو۔ بالحق ہی احسن جو دلائل ہم نے تمہیں دے دیئے ہیں قرآن میں انہیں دلائل کے ذریعے ان سے مقابلہ کرو۔ ان سے جدال کرو۔ یہ تمہیں حق ہے اے محمد۔ یہ حضور کے متعلق چھٹے امام بتا رہے ہیں کہ اللہ نے یہ انہیں حق دیا۔ اس کے بعد یہ حق آگے بڑھایا۔ پہلے حق خدا کا۔ دوسرا حضور کا حق۔ پھر اللہ نے اس کو بڑھایا اور کہا۔ قل ھذا سبیلی و ادع الی الی اللہ اے رسول کہہ دو۔ قتل۔ کہہ دو۔ ھذا سبیلی۔ کہہ دو یہ ہے سبیل میری۔ جو اللہ کی طرف سے لایا ہوں یہ ہے وہ سبیل۔ میں دعوت دیتا ہوں اس سبیل کی طرف تمہیں لے جاتا ہوں علی بصیرۃ انا و من اتبعنی میں دلائل پر ہوں۔ حجت دکھتا ہوں کہ میں داعی الی اللہ ہوں۔ میں سبیل خدا بتانے کے لئے آیا ہوں۔ اسکے ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں دعوت دیتا ہوں۔ ادع الی اللہ

نے۔ کعبہ تو تھا صرف دیواروں کو بلند کیا (تو شوق پیدا ہوا کہ اب انعام مانگ لیں۔
رہناؤں جعلنا مسلمین لک۔ اے خدا اب تو ہم دونوں کو مسلمین لک۔ بنا۔
صرف اپنا فرمانبردار بنا۔ یہ ترجمہ کبھی نہ کرنا کہ ہم دونوں کو مسلمان بنا دے۔ نبی
ہیں، رسول ہیں، تحلیل ہیں، مسلمان تو ہیں ہی۔ مسلمان بنادے کیا معنی! یہ ترجمہ غلط ہے
صرف اپنا مسلمان، اپنا مسلم کیا معنی؟ کہ فرمانبردار۔ صرف اپنا فرمانبردار بنا دے۔
تیرے سوا ہم پر کوئی حاکم نہ ہو۔ کہ جس کی ہم فرمانبرداری کریں۔ تو ہمارا حاکم ہو۔ اور
ہم صرف تیرے فرمانبردار ہوں اور کوئی نہ ہو۔ ومن ذریتنا امت مسلمة لك
اور ہم دونوں کی ذریت (اسحاق شامل نہیں) ابراہیم واسماعیل کی ذریت میں ایک
جماعت پیدا کر جو ہو مسلمین لک۔ کہ وہ بھی تیری ہی فرمانبرداری کرتی رہے۔ اور کسی
کی فرمانبرداری نہ ہو۔ صرف تیری ہی فرمانبرداری ہو۔ کوئی اس پر حکومت کا حق نہ رکھے
کوئی اس سے بیعت طلب نہ کرے (صلوات) صرف تیری ہی فرمانبرداری اور ہم
دونوں بھی تیرے ہی فرمانبردار واجب فیہم سسولاً منہم اسی جماعت میں سے تو
رسول بنا۔ ہم دونوں کی ذریت میں سے رسول ہو اور جو اطاعت گزار فرمانبردار بھی ہم دونوں
کی طرح ہماری دونوں کی اولاد میں ہو۔ اور کسی کا فرمانبردار نہ ہو۔ صرف تیرا۔ اور کسی کے سامنے
جھکنے والا نہ ہو۔ صرف تیری طرف ہو۔

اب ایک جماعت ایسی ماننا پڑے گی۔ کہ اللہ کے سوا جو کسی کے سامنے نہ جھکی ہو کسی
وقت اس سے شرک نہ ہوا ہو۔ اور کسی میں رسول ہوا ہو اور پھر رسول مبعوث ہو تو اسی
جماعت میں آئے۔ تو حضور کو جس وقت تم مبعوث برسالت مانو کہ حضور نے جب اعلان
رسالت کیا اور جب رسول بھیجے گئے ظاہر کئے گئے۔ تو اس کے ساتھ ایک جماعت کو

سبیل خدا کی میں دعوت دیتا ہوں ومن اتبعنی اے حق مل چکا جس نے ابتداء کر لیا ہے
حق دیتا ہوں۔ (صلوات)

اب ہر ایک کو حق نہیں کہ میری نافرمانی بھی کرے اور وہ دعوت سبیل بھی دے۔
اور دعوت الی الجہاد دے اس کو حق نہیں۔ یہ حق مجھے خدا نے عطا کیا ہوا ہے۔ کہ
میں خدا کی سبیل کی طرف دعوت دوں۔ اور ایک وہ ہستی کونسی؟ جس نے میرا اتباع
کر لیا ہے جو میرے نقش قدم پر ہے۔ ایک سکند کے لئے مخالف نہیں کی۔ کبھی نافرمانی
نہیں کی بس وہ ہے جو سبیل کی رہنمائی کرے گا۔ تیسری آیت جس میں خدا نے رہنمائی
کی ہے۔ حبیب اللہ ومن تبعک من اہل منین۔ اے محمد ہیں کسی کی ضرورت
نہیں ہے ایک اللہ تیرے لئے کافی ہے اور ایک جس نے تیری مکمل پیروی کرنی ہے
تیرا اتباع کر لیا ہے۔ ایک یہ کافی ہے۔ پھر بتاتا ہے کہ اتباع کس نے کر لیا ہے؟
ان کی شان کیا ہے؟ تو سرکارِ دو جہاں نے جو فرمایا ہے۔ ہمارے چھٹے امام اب بتائے
ہیں۔ کہ اللہ نے ان کی شرح کر دی۔ کہ وہ کون ہیں۔ ایک ایسے ہیں یا زیادہ ہیں حضرت نے
فرمایا وہ ایک جماعت ہے کہ جس کو سبیل کا مکمل حق دیا گیا ہے۔ اور وہ جماعت ہے
کہ جس کے لئے ابراہیم واسماعیل نے دعا کی تھی۔ کہ جب کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا اور
بلند ہو چکیں اور کعبہ کی خدمت انجام دے چکے تو کہا۔ رہناؤں جعلنا مسلمین
لك ومن ذریتنا امت مسلمة لك پالنے والے! ہماری اس خدمت کو
منظور فرما۔ اور تو ہمارے دونوں سے بھی واقف اور تو ہماری آواز کو بھی سنا اور
اور قبول کرتا ہے۔ کہ ہم کس طرح عرض کر رہے ہیں۔ تو جانتا ہے کہ ہماری نیت
کیا ہے؟ اور جب وہ خدمت قبول ہو گئی (کعبہ کو بنایا نہیں ابراہیم واسماعیل

تاجر تھے سیکڑوں ایکڑ زمین خریدی۔ ان کی تجارت اونٹوں یا گھوڑوں کی نہ تھی بلکہ اونٹ۔ جواہرات، لیشم۔ ادویہ قیمتی میں تجارت کرتے تھے۔ جہاں بنی زینب کا اب روضہ ہے یہ انہیں کی خرید کردہ زمین ہے۔ یہ بنی اپنے ناناکا زمین پر ہے۔ یہ اس کے گھر کی زمین ہے جس وقت کافر آتے تھے۔ حضرت سے گفتگو کرتے تھے۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ میں تلال فلاں تاریخ کو شام جادوں گا۔ فلاں جگہ جادوں گا۔ میرے پاس فلاں تلال سامان ہے ان کو دیکر کچھ سامان لادوں گا۔ شام کو یہ گفتگو کر کے کافر چلے جاتے۔ روزانہ یہی معاملہ ہوتا ہے ابوطالب کے یہاں منظر یہ تھا کہ رات کو علی سو رہے ہیں۔ دہی حضور بھی سو رہے ہیں۔ ابوطالب یہ کرتے کہ ہر رات حضور اور علی کی سونے کی جگہ بدل دیا کرتے تھے۔ گھر والوں نے پوچھا کہ یہ روز آپ کیا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں معلوم۔ یہ جو میرا بھتیجہ ہے محمدؐ۔ اس کا نور نبوت ظاہر ہو چکا ہے۔ لوگ اس کے قتل کے درپے ہیں۔ میں جب تک بیٹھا رہتا ہوں اور وہ دیکھتے رہتے ہیں کہ محمدؐ کہاں سو رہا ہے اور علی کہاں سو رہا ہے تو جب وہ چلے جاتے ہیں تو میں جگہ بدل دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ آئیں قتل کرنے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ علی قتل ہو جائیں محمدؐ بیچ جائیں۔ میں یہ کہتا ہوں یہ روز کا دستور۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ہجرت کی رات جو محمدؐ کے بستر پر سوئے یہ پرانی عادت تھی کہ جو باپ ڈلوا گیا تھا کہ تم یوں سویا کر دانے لئے کیا مشکل تھا سونا۔ (صلوات)

تو اب پروردگار عالم نے امت مسلمہ ذریت ابراہیم کو داعی الی اللہ بنایا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ جب یہ گفتگو اللہ نے میرے ناناسے کی تو کیا سارے اصحاب سارے مہاجر، اور انصار اس آیت کے مصداق ہیں کہ اللہ نے ان سے ان کے جان

بھی مانو۔ جن میں مبعوث ہوئے اور خود بھی ان ہی میں سے ہیں۔ اور وہ کون تھے کہ جنہوں نے اللہ کے سوا کسی غیر کے سامنے سر جھکایا ہی نہیں۔ اب ایسی جماعت تلاش کرنا پڑے گی۔ اب اگر سب ہی کافر تھے نہ رسول کے باپ نہ ماں نہ چچا وغیرہ تو اب وہ جماعت کونسی ہے جس میں سے ایک رسول مبعوث ہوئے اسی جماعت میں اور یہ رسول اور جماعت دونوں۔ اللہ کے سوا کسی کے فرمانبردار نہیں ہیں۔ کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ تلاش کر دو۔ ان کے نام ڈھونڈھنے پڑھیں گے۔ تو وہ ڈھونڈھ کر بتا دو کہ وہ کونسی ذریت مسلمہ ہے اور ابراہیم کی ذریت بھی ہے اور اس نے کبھی شرک بھی نہیں کیا۔ اور اللہ کے سوا ان پر کوئی کبھی حاکم بھی نہیں ہو سکتا تو بتائیے کہ وہ کونسی جماعت ہے ہم نے تلاش کر لیا ہے اور تلاش کر کے بتا بھی دیا ہے کہ انہیں میں سے رسول۔ جس وقت یہ جماعت بن چکی اور حضور مبعوث ہو چکے۔ اور سرکار کو اللہ نے اعلان رسالت کا انعام دے دیا۔ اس سے پہلے حضور کیا کرتے رہے۔ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ تجارت کرتے رہے۔ تجارت میں جاتے رہے۔ اللہ کے سوا حضور نے کسی کے سامنے سر جھکایا ہی نہیں تو جیسے حضور ویسے ہی آپ کو ایک جماعت مانتی پڑے گی کہ اس نے بھی سر نہیں جھکایا کیونکہ انہیں میں سے رسول ہیں۔ ویسا ہی ماننے پڑے گا جیسے رسول۔ تو جس وقت کافروں سے گفتگو ہوئی اور انہوں نے نور رسالت دیکھا تو سمجھ گئے کہ وہ جو پیشگوئی ہے کہ ایک رسول آئے گا تو وہ یہی رسول ہے۔ اس کو ختم کر دو۔ یہودیوں نے بھی کوشش کی کہ یہ قریش میں نہ آنے پائے قتل کر دو۔ کوششیں ہوتے لیکن کہ اس کو قتل کر دو۔

حضرت ابوطالب بہت بڑے تاجر تھے۔ ان کو یہ نہ سمجھا کہ معمولی تاجر تھے۔ بہت بڑے

نے کبھی کوئی برائی نہ کی۔ ہمیشہ اطاعتِ خدا کی ہے اور وہ اللہ کی حدوں کے محافظ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

جن سے سودا ہوا ہے وہ اللہ کی حدوں کے محافظ جتنی اللہ نے حدیں قائم کی ہیں زندگی کے شعبوں میں جو حدیں بتائی ہیں چاہے انفرادی زندگی میں اجتماعی زندگی میں تمام امور وہی کی جو حدیں اس نے مقرر کی ہیں ان کے یہی تو محافظ ہیں۔ یعنی محافظِ حدود و خدا ہیں۔ ان کو اللہ نے جنت دیدی۔ اور ان کے جان و مال کے ساتھ سودا ہو چکا ہے۔ اب یہ جنت کے مالک ہیں۔ تو اب معلوم ہوا کہ جو سبیل خدا کی ہدایت کے لئے مقرر ہے وہ ہی ہو سکتا ہے کہ جو سبیل خدا کو جانتا ہو اور اس کی مخالفت کبھی نہ کی ہو (صلوات اللہ علیہ) پھر حضرت فرماتے ہیں کہ جب یہ بیع و شراعت قدرت نے رد و ميثاق کی اور یہ سودا کر چکا چونکہ اس کے علم میں یہ سب حالات تھے اس لئے اس نے یہ سودا کر لیا۔ اور وہ اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ مختلف مقامات پر۔ کہاں کہاں بتاتے رہے کہ یہ سودا ہم نے کر لیا ہے۔ جب ان کے سامنے یہ ذکر ہوتا تھا اور اپنے سودے کا تذکرہ کرتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم تو یہ جان دے چکے۔ ہماری ہے ہی نہیں ہم نے کبھی اپنی بھی ہی نہیں۔ چاہے ان کا چھوٹا ہو یا بڑا۔ کبھی اس نے اپنی جان کو اپنا نہیں کہا۔ اپنے مال کو اپنا مال نہیں کہا۔ کیونکہ وہ تو سودا کر چکے تھے۔ ایک لفظ بھی ان بزرگوں کی زبان سے نہیں نکلا کبھی نہ کہا۔ نہ کوئی دکھلا سکتا ہے کہ ہم کسی چیز کے بھی مالک ہیں۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہماری ہر ایک چیز کا مالک خدا کیوں؟ کیوں کہ ہم سودا کر چکے اب ہمارا نہیں سب اس کا۔ اور پھر امام حسین نے بھی یہی الفاظ الفاظ استعمال کئے تھے۔ ترک الخلق طریقی ہو الخ۔ اے میرے مالک۔ میں نے

دھان کا سودا کر لیا اور اس کے عیوض دے دی جنت۔ اور حضور نے فرمایا کہ نہیں۔ جن سے یہ معاملہ ہوا۔ یہ معاملہ ہو چکا۔ جن سے سودا ہوا کیا وہ عام لوگ ہیں۔ تو آپ نے کہا نہیں بلکہ خدا نے بتایا ہے کہ وہ کون ہیں کہ جن سے ہم نے جنت کا سودا کیا ہے المتائبون العابدون الحامدون السائحون المذبحون الساجدون والامرون بالمعروف والنہون عن المنکر والمافظون لحدود اللہ و بشر ما منین (سورہ توبہ) آپ نے فرمایا کہ اس آیت کو پڑھا کرو۔ اور اس آیت کو پڑھ کر سمجھا کرو کہ سودا کن سے ہوا۔ تو کیا خدا نے عام لوگوں کے متعلق کہا کہ ان سے سودا ہوا جنت کے خرید کا۔ خدا نے یہ آیت بھیج دی کہ جن سے معاملہ ہوا وہ کون ہیں۔ کہ جو اپنی اطاعتوں کو اس کی عظمت کے سامنے کم سمجھ کر توہر کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا وہ مشرک سے اسلام میں نہیں آئے۔ خواہ وہ اسلام میں ہوں تب بھی خواہ تکلیف میں ہوں تب بھی اللہ کی حمد کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ روزے رکھتے ہیں اللہ کے۔ فاتے سے راکرتے ہیں۔ وہ شکم سیر ہو کر نہیں رھتے۔ اور وہ ہمیشہ رکوع و سجود میں رہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ رکوع و سجود کیا ہے کبھی غفلت یا کسی وجہ سے ترک نہیں کیا اور اس کے بعد ایک لفظ آتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے امر بالمعروف کرتے ہیں۔ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور عیب سے روکتے ہیں۔ جب وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر حکم دیتے ہیں کہ ہم نے اس پر عمل کیا ہے تم بھی کرو۔ یہ نہیں کہ تمہیں حکم دیتے ہوں اور خود اس پر عمل نہ کرتے ہوں۔ اور وہ روکتے ہیں تمہیں برائیوں سے پہلے کہ وہ دیکھو ہم نے کبھی برائی نہیں کی تم بھی نہ کرو۔ کیونکہ وہ ہر برائی سے پاک، طیب و طاہر ہیں۔ انہوں

تمام خلق جو کچھ بھی ہے سب تیری محبت میں تیرے حوالے کر دیا۔ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے تو جو چاہے لے۔ کیونکہ یہ سب کچھ تیرا ہے۔ وطن چھوڑا، ماں کی قبر چھوڑی، نانا کی تربت چھوڑی، اور اب بیٹے۔ بھائی وغیرہ یہ بھی سب چھوڑ دیئے۔ کیونکہ میرا تو کچھ نہیں ہے یہ سب تو تیرا ہے میرا تو سودا ہو چکا ہے اور سب سے بڑی چیز ایک اور بتاتا ہوں کہ یہ ان سے بیچ و شراعت ہوئی ہے کہ جو سبیلِ خدا کے پجانے کے لئے لڑے بھی اور قتل بھی ہو گئے۔ ان کے لئے نہیں کہ جو قتل نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے لئے کہ جو قتل ہو گئے۔ جب اس سودے کا تذکرہ حضرت امیر المومنین کے سامنے کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم میں کا ہر ایک پتہ اللہ سے سودا کر کے آیا ہے۔ ہم سودا کر کے آئے ہیں اللہ سے۔ تو جس قدر قدرت نے شب و بھرت کا ذکر کیا ہے تو عسی نے سودے کا ذکر کیا ہے اور پوچھا رسول اللہ سے کہ اگر میں جان دوں تو آپ کی جان بیچ جائے گی تو حضور نے کہا کہ بیشک تم سو جاد میری جان بیچ جائے گی۔ عسی نے کہا۔ سمعاً و طاعتاً یا رسول اللہ۔ عسی نے کہا یا رسول اللہ بسر و چشم۔ سر اور آنکھوں سے حاضر ہوں سو گئے۔ ان کے سونے سے رسول کی جان بچی۔ اور رسول کی دی گئی سبیل رب سبیل رب جو مہتی۔ یعنی وہ قوانین کے لئے۔ دین کے لئے، شریعت کے لئے، حدود و خدا کے لئے، جو اللہ نے بنائے تھے کائنات کیلئے وہ سبیل رب مہتی جو حضور کو دی۔ ادع الی سبیل رب یا رب۔ اے محمد تم سبیل رب کی طرف بلاؤ۔ تو سبیل کا تعلق رسول سے تھا۔ اور رسول کی جان خطرے میں۔ تو معلوم ہوا کہ سرکارِ دو جہاں کی جان بچنا عسی کے سونے پر موقوف کہ یہ سوئیں ان کی جگہ اسی بستر پر تو جان بچے گی۔ اور اگر نہ سوئیں تو نہیں بچے گی۔ تو آج عسی نے رسول ہی کی جان کو نہیں سبیل رب کو بچایا۔ سبیل

رب کی وجہ سے جان دی۔ یہ سمجھ کر نہیں کہ یہ میرے رشتے دار ہیں یا ابن عم ہیں۔ یا ایک نسل کے ہیں۔ بلکہ یہ پوچھا کہ اگر میں سو جاؤں تو آپ کی جان بیچ جائے گی۔ کیونکہ آپ کی جان کے ساتھ دالہ ہے۔ سبیل رب۔ ادع الی سبیل رب۔ بلکہ۔ تو سبیل رب بچانا جن کا حق ہو۔ وہ جہاد کی اجازت بھی دے سکتے ہیں اور ان کے بغیر اجازت جہاد نہیں ہو سکتا ہے۔ کون سا جہاد بگھرانہ جائیں۔ سبیل دالہ جہاد۔ مسلمانوں کو بچانے والا جہاد نہیں۔ مسلمانوں کی زمین یا سرحدیں بچانا نہیں۔ مسلمانوں کے اسیروں کو بچانا وہ تو سب پر فرض ہے اور فرض کفایہ ہے۔ یعنی ہم پر فرض ہے اور اگر مشرک زیادہ تعداد میں ہوں تو ہمارے پڑوس میں جو مسلمان ہیں ان پر فرض۔ اور اگر ان سے بھی زیادہ ہوں تو ان سے جو زیادہ اور قریب مسلمان ہوں ان پر بھی فرض۔ یعنی ہم تمام پاکستانیوں پر جہاد فرض ہے تاکہ ہم تمام مسلمانوں کی حفاظت کریں۔ ان کی عزتوں کو بچائیں۔ سرحدوں کو بچائیں۔ یہ ہم سب پر فرض ہے۔ مگر فرض کفایہ۔ کیا معنی اگر ایک مسلمان اس کو ادا کر دے تو دوسرے پر سے ساقط ہے۔ نماز جتنا سب پر فرض۔ لیکن اگر ایک عبادت نے پڑھ لی نماز تو دوسرے پر سے ساقط ہے۔ فرض سب پر۔ مگر فرض کفایہ۔ تو جو جنگ کر رہے ہیں ان پر فرض ہے وہ فرض ادا کر رہے ہیں۔ مگر جو نہیں لڑ رہے ہیں ان پر سے ساقط ہے۔ مگر جب زیادہ ہو جائیں کافر۔ کثرت میں ہوں تو سب پر فرض اور اگر پورا ملک مقابلہ نہ کر سکے تو جو مسلمان ملک ان کے قریب ہوں ان پر فرض۔ اور اگر وہ مل کر بھی پورا نہ کر سکیں تو جو آگے ملک ہے اس پر بھی فرض۔ حتیٰ کہ ایک ایک مسلمان پر فرض۔ ہم اگر مقابلہ نہ کر سکیں مشرکوں کا تو افغانستان پر فرض۔ اس پر فرض ہے فرض کفایہ کہ ہماری مدد کرے۔ ہماری کیا۔ اللہ کے حکم کی تعمیل کرے۔ خدا

اور ڈھکریچ رہا ہے اور پر سے چادر اڑھلی ہے اندر سے بند۔ کیوں؟ جانتا ہے
خریدار میرا وہ ہے جو بیابان کا جانتے والا ہے۔ (صلوٰۃ)

بکے اور درمقابل قیمت میں۔ حضرت یوسف بکے۔ پڑھ لو قرآن۔ یوسف بک گئے
بازار میں۔ و مشرو کا بنجس و سارہم معد و دہ۔ یعنی کچھ قسم میں بکے۔
کچھ قسم مل گئی بیچنے والے کو اور یوسف بک گئے۔ خریدار کون؟ زلیخا۔ حضرت علی بکے۔
خریدار کون خدا۔ اور قیمت رضائے الہی۔ وہاں چند درہم اور یہاں رضائے الہی۔
بکے وہ بھی بکے یہ بھی۔ مگر بڑا فرق ہے۔ بائع و مشتری میں اور قیمت و بیع میں۔ جب
علی بک رہے تھے تو وہ وقت تھا شب کا اور قدرت نے ملائکہ کو حکم دیا۔

اک بات کہنے کو دل چاہتا ہے۔ ابھی ابھی خیال میں آیا ہے کہ چادر سبز اڑھنا
کر اسی جگہ کیوں سلایا۔ آپ کو معلوم ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ حضور اسی جگہ اور اسی طرح
سوتے تھے۔ لیکن ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب
چادر اوپر کریتے تھے رسول اللہ اور سو جاتے تھے تو چادر سے ان کے چہرے کا نور
چھن چھن کے باہر نکلتا تھا اور جب باہر نکلتا تھا تو پورا حجرہ منور ہو جاتا تھا۔ تو معلوم
ہوا کہ رسول اللہ کے سونے کا انداز یہ تھا۔ اب اگر ان کے بجائے کوئی اور سوتے اور
یہ انداز نہ ہو۔ پھر لانے کا فائدہ کیا ہوا؟ وہ تو اس لئے سلا رہے ہیں کہ آئے دلے
کافر دیکھیں تو سمجھیں کہ حضور سورہے ہیں۔ یہ تو اسی وقت ہوگا کہ اسی طرح شعاعیں نکلیں
اور اسی طرح منور کر دے حجرہ کو۔ یہ ماننا پڑے گا۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ
سے بیان کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ یا ملائکتی و سکان سمعی۔ اے میرے ملائکہ آؤ
سب جمع ہو جاؤ۔ کل ایک جگہ آ جاؤ۔ کل ملائکہ آسمان اول پر جمع ہو گئے۔ حکم دیا۔

کا حکم ہے اس کی تعمیل کرے اور افغانستان اور ہم دونوں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہ کر
سکیں دشمن کا مشرکین کا تو اس سے متصل ایران کو چاہیے کہ ہمارے ساتھ مل جائے
اور مل کر ہم مقابلہ کریں۔ اس پر بھی کمی رہے تو ترکی پر بھی فرض عائد ہوتا ہے۔ مکہ
مدینہ کے رہنے والے مسلمان تو ہم پر بھی فرض۔ یہ ہے حکم خدا و رسول کا۔ فرض کفایہ
مسلمانوں پر فرض ہے کہ مل کر مشرکوں سے مقابلہ کریں۔ اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔
تو علی ابن ابیطالب نے جان بچائی حضور کی یہ ہے سبیل کا تحفظ۔ جس سبیل سے
اللہ نے حدود بھیجے یا ہماری زندگی کے لئے حدیں مقرر کیں ان کا تحفظ ہی
سبیل ہے۔ اس کو دین کہتے اس کو اسلام کہتے۔ لیکن اس میں شرکت کسی مفہوم کی نہ
آئے صرف اسلام۔ صرف سبیل۔ صرف دین اس میں اور کوئی مفہوم آنے نہ پائے
صرف سبیل کو چنانچہ صرف دین کو چنانچہ اس میں یہ نہ ہو۔ کہ ہماری ان
سے پہلے لڑائی ہے ہم ان کے پہلے سے دشمن چلے آ رہے ہیں۔ اور یہ ہمارے
دشمن ہیں۔ یہ خیال نہ آئے بلکہ اپنی عورتوں اور بچوں کا بھی خیال نہ آئے۔ کہ اگر ہم نے
پچایا اور ہم قتل ہو گئے تو بی بیایا قیدی بن جائیں گی؟ بچے اسیر ہو جائیں گے
یہ خیال بھی نہ آئے۔ تو حیر فرمائیے۔ کہ میرے مولانا نے کیا قیمت ادا کر کے یہ جنت خریدی
ہے۔ اس کے بعد علی نے خریدی ہے۔ سوائے محمد و آل محمد کے اور کوئی جنت کو
خرید نہ سکا۔ ان کی ملکیت ہے۔

تو میں بتا رہا تھا کہ جس وقت سبیل کو پچایا اور میرے مولا چادر سبز اڑھ کر
سوئے تو سودا ہو گیا۔ لوگ سودا بازار میں لاتے ہیں اور آراستہ کر کے رشتہ دار
کر کے سودے کو دکھاتے ہیں کہ گاہک آئیں اور لے جائیں اور یہ سودا چادر

ان انصیت بینکم فخل فیکم ان یوثر نفسه علی انصیہ۔ اے ملائکہ ہم نے تم کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تم بھائی بھائی تم میں کون ہے جو اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کر دے کلصم کرھو ۱۱ ملوت۔ سب نے انکار کر دیا۔ فقال اللہ یا جبرائیل و میکائیل ان انصیت بینکم فن یوثر نفسه علی انصیہ۔ اے جبرائیل و میکائیل تم سب سے بڑے سید الملائکہ میں نے تم دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا تم دونوں میں کون اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرنے کو تیار ہے۔ بتاؤ دونوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تو تیری عبادت کرتے رہیں گے۔ ہم جان نہیں دے سکتے۔ اس وقت اللہ نے فرمایا۔ ان انصیت بین محمد بنی و بین علی و لیجی انزل والی الارض او ملائکہ! زمین کی طرف نظر کرو۔ جھک کے دیکھو میں نے محمد کو جو میرا نبی ہے بھائی بنایا علی کا جو میرا ولی ہے۔ یہ دونوں بھائی بھائی بنے۔ فاشتر علی نفسه علی انصیہ دیکھو وہ ابوطالب کے گھر میں جان دے رہا ہے۔ جھکو اور دیکھو۔ تمام ملائکہ نے نظر ڈالی اور دیکھا کہ علی جان دے رہے ہیں۔ اپنے بھائی کو بچا رہے ہیں۔ جب یہ دیکھا تو قدرت کا حکم ہوا۔ قال قابطاطی الارض فاحفظہ من عدو تم دونوں اتر زمین پر۔ چھوڑ دو عبادتوں کو (صلوۃ) تم دونوں جبرائیل و میکائیل اتر زمین پر۔ مصطفیٰ پیٹ دو۔ جاؤ زمین پر اور علی کی حفاظت کرو۔ کوئی دشمن نہ آنے پائے۔ جاؤ دونوں ملک آئے پہرہ دینے عبادت چھوڑ کر۔

اگر عبادت افضل تھی اس پہرے سے تو بھیجی کیوں؟ (صلوۃ) نظر خدا میں یہ پہرہ دینا افضل تھا ان عبادتوں سے جو وہ کر رہے تھے۔ خدا نے حکم دیا ادھر آؤ۔ اور آکر کھڑے ہو گئے۔ فقام جبرائیل عند راسہ و میکائیل عند سر جلیہ

جبرائیل سر ہانے کھڑے ہو گئے۔ میکائیل بائیں جانب۔ ایک پیروں میں ملک کھڑا ہے۔ ایک سر ہانے ملک کھڑا ہے۔ اس وقت جبرائیل نے یہ کہا۔ یخ لک یا بن ابی طالب من مثلک ان اللہ بیامی بٹ الملائکتہ۔ مبارک ہو مبارک ہو اے ابوطالب کے بیٹے تمہیں مبارک ہو کہ آج خدا تمہاری دجہ سے ملائکہ میں فخر کر رہا ہے (صلوۃ) مبارک ہو مبارک ہو جب امیر المومنین سورہ ہے تھے تو دونوں ملک یہاں حضرت علی کے پاس اور حضور غار میں۔ وہاں ایک صحابی آپ کے پاس۔ وہاں ملک کوئی نہیں۔ اور ملک! دجہ کیا ہے؟ سبب کیا ہے؟ خدا کو تو حضور کی حفاظت کرنی تھی۔ ملائکہ وہاں جاتے حفاظت کرنے۔ ادھر نہیں بھیجا۔ ادھر بھیجا کہ یہاں جاؤ۔ ادھر جاؤ۔ کیوں؟ کیونکہ رسول چھپ چکا ہے غار میں۔ اور ہم نے اسکی پوشیدگی کا انتظام ایسا کر دیا ہے کہ کیوتروں سے انڈے دوا دیئے اور مکڑی سے جالا توادیا ہے۔ اور یقین کر دیا لوگوں کو کہ نہیں ہے یہاں۔ ہم نے ایسا چھپایا کہ ہمیں بتانے کا کہ محمد کہاں ہے۔ تو جب ایسا وقت آجائے کہ محمد ظاہر نہ ہوں۔ تو پھر فرشتے علی کے پاس ہی آئیں گے (صلوۃ)

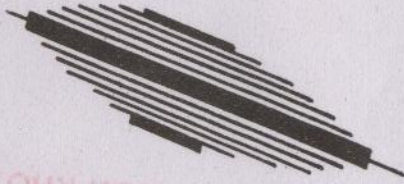
علی ابن ابیطالب نے جان دیدی اور رضائے خدا خریدی۔ فرشتے وہاں پہنچ گئے۔ مبارکبادیں ہوئیں۔ پاکستان بننے سے پہلے ایک لفظ بشیر نے کہا تھا۔ علی سوئے اور آج ایسے سوئے کہ کبھی اس طرح سے نہ سوئے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ میں سویا اور ایسی مٹی تینہ سویا کہ میں اس سے پہلے کبھی سویا ہی نہیں۔ کیونکہ ہمیشہ شب کو ایک ہزار تکبیرات کی آواز آتی تھی۔ تمام رات آپ نمازیں پڑھتے تھے۔ نماز تہجد کبھی تقنا نہیں کی۔ لیکن آج سوئے خدا کہتا ہے سو جا۔ رسول فرما گئے کہ سو جا۔ علی سو گئے۔ لفظ یہی ہیں کہ سو جا میرے بستر پر سو جا۔ یہ نہیں کہا کہ لیٹ جا۔ تو علی

نے طے کر لیا تھا۔ کُل قبائل عرب نے مل کر اور تم نے بچا دی جان۔ تم نے محمد کو نکال دیا اور خود سو گئے۔ تو ہم قیامت تک بدلہ تم ہی سے لیں گے۔ یہ بے دشمنی علی اور اولاد علی کی جہ۔ جن کے دلوں میں کفر رہے گا وہ علی اور اولاد علی کے دشمن ہیں گے۔ یہ شروع ہو گئی دشمنی۔ علی کو حضور کا حکم تھا۔ کہ اے علی! تم تمام امانتوں کو جو حضور دیکر گئے تھے۔ ادا کر کے واپس آ جاؤ۔ اور مدینے پہنچ جاؤ۔ میرے بچوں کو سب کو میرے حرم کو لے کر آ جاؤ۔ علی نے کر چلے۔ مگر جانتے تھے کہ کافر حملہ کریں گے۔ یقیناً بدلہ لیں گے۔ چنانچہ ایک حقیقت آج بتا رہا ہوں۔ اور لوگ اس حقیقت کو چھپا رہے ہیں۔ تاریخ میں لاتے ہی نہیں ان چیزوں کو آل محمد نے یہ بتایا کہ جب علی عورتوں اور بچوں کو لے کر چلے۔ تو رات کو تمام رات سفر کرتے تھے اور دن کو قیام کرتے تھے۔ یہی عرب کا طریقہ تھا شب رومی کا تمام رات کو چلا کرتے تھے اور دن کو قیام۔ چلے تو کچھ ہی فرسخ کو کے پاس گئے ہوں گے۔ کچھ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں آتے تھیں۔ آپ نے سنا اور سمجھ گئے۔ کھڑے ہو گئے۔ اپنے غلاموں کو بلایا اور کہا انہوں کو بٹھا دو، بی بیوں کو اتار دو۔ اور سب کو اکٹھا کیا اور غلاموں سے فرمایا کہ اب تم دوڑ چلے جاؤ۔ میں خود اس جگہ ہوں آپ کھڑے ہو گئے اور تلوار نکال لی۔ بائیں خاندان کی عورتیں اور بچے سب ایک جگہ بیٹھے ہیں، مرد عورتیں، بچے علی نے تلوار نکال لی اور ٹپتے لگے۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ گھوڑے سوار ہیں۔ ایک شخص آگے آ رہا ہے اس کے پیچھے گھوڑے آ رہے ہیں۔ اور ایک ادھر سے آ رہا ہے۔ اس کے پیچھے بھی سوار ہیں۔ پہلے علی ادھر گئے اور جا کر آپ نے فرمایا۔ حضور! مکا نکم، ٹھہرو اپنی جگہ۔ آگے ایک قدم نہ بڑھانا۔ الحرام ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہاں

کہتے ہیں حکم تھا سو جا۔ ہے کسی کی نیند ایسی کہ حکم کے مطابق آئے اور جائے (صلوٰۃ) یہ ہے اتباع رسول۔ فطرت قریب نہیں پھٹکتی ہے ان لوگوں کے۔ لیکن وہ اتباع رسول کہ نیند آئی اور سوئے۔ خوب سوئے۔ تمام رات سوئے۔ مگر نماز تہجد تو قضاء ہو گئی نہیں پڑھی تو میں سب کی توجہ دلاتا ہوں۔ علی سوئے اور نماز تہجد نہیں پڑھی کیوں؟ حکم خدا اور رسول تھا سوؤ۔ رسول کا فرمان سوؤ۔ سو گئے جب سوئیں گے تو نماز نہیں پڑھ سکتے اور جب نماز پڑھیں گے تو سو نہیں سکتے تو دو چیزیں تھیں۔ ایک طرف نماز تہجد۔ اور دوسری طرف سوتا۔ قدرت نے حکم دیا۔ خدا تو جانتا تھا کہ اگر یہ سویا تو نماز نہیں پڑھ سکے گا۔ اور نماز پڑھے گا تو سو نہیں سکتا۔ تو قدرت نے حکم کیا دیا کہ نماز نہ پڑھو۔ سو جاؤ۔ تہجد چھوڑ دو اور سو جاؤ۔ آج تک تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ لوگ پکارتے ہیں۔ الصلوٰۃ تحیر من النوم۔ نماز سونے سے افضل ہے۔ لوگ یہی کہتے ہیں۔ آوازیں تو یہی آیا کرتی ہیں کہ انصلوٰۃ تحیر من النوم۔ اے علی تیرے لئے سونا نماز سے افضل ہے۔ (صلوٰۃ)

غرض میرے آتے سونے رات گزاری۔ صبح ہوئی۔ صبح ہوئی۔ آپ اٹھے نماز صبح ادا کی۔ اتنے میں لوگ آگئے۔ جب لوگ آگئے انہوں نے آکر دیکھا۔ ابوہب نے روکا تھا کہ رات کو داخل نہ ہوتا۔ وہ صبح کو ہی آگئے۔ گھیرا ڈال دیا رسول کے گھر کا۔ دیکھا تو دیاں علی ہیں۔ بستر پر علی کو دیکھا تو وہ پوچھتے ہیں اے علی۔ آؤں چھٹ۔ اے علی بتاؤ محمد کہاں ہیں۔ تو علی نے جواب دیا کہ کیا تم نے محمد کو میرے پر کیا تھا۔ جس کا محمد ہے اس سے پوچھو۔ کہنے لگے۔ کہ تم نے آج ان کی جگہ سو کر انہیں بچا دیا لیکن اب یاد رکھو کہ قیامت تک تم سے اس کا بدلہ لیں گے۔ آج رات کو محمد قتل ہو جاتا۔ کیونکہ ہم

ایٹی۔ اور کہا بیٹی زینب۔ مائے میری بیٹی تو پہرہ دے رہی ہے۔ بیٹی زینب! میں تیرا بابا ہوں۔ جاؤ تم آرام کرو آج پہرہ میں دوں گا۔ اور راتوں کو میں جاگا کر دل کا تم آرام کرو بیٹی۔ جس وقت یہ کہا کہ تیرا بابا آگیا۔ بخت سے آگیا تو کیا کہتی ہیں۔ لیٹ گئیں بابا سے۔ اور کہا کہ اب آئے ہو۔ اب آئے ہو۔ اب آئے ہو۔ جب علی اکبر نہ رہا۔ اس کا باپ مارا گیا۔ مائے میرا بھائی حسین تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اب آئے ہو بابا۔ ارے بخت کوئی دور نہ تھا۔ مائے بخت کوئی دور تو نہ تھا۔ لپٹ گئیں بابا سے۔ روتی رہیں۔



ASSOCIATION KHOL
SHIA ITHNA ASHARI
JAMATE
MAYOTTE

jabir.abbas@yahoo.com

بچے اور بی بیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی آگے نہ آئے۔ وہ آگے آئے۔ جنگ کی۔ قتل کیا۔ ایک ایک کا صفایا کر دیا۔ پھر ادھر آگے۔ ادھر دیکھا۔ ان کو قتل کیا۔ یہ دیکھ کر کچھ بھاگ گئے۔ علی برابر پہرہ دیتے رہے۔ جب آپ دیکھتے کہ ادھر سے آ رہے ہیں پھر آپ ادھر گئے وہ لوگ بھاگ جاتے تھے۔ پھر آکر پہرہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ کسی کی جرات نہ ہوئی کہ ان بی بیوں کی کوئی بے حرمتی کر سکے۔ کوئی ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھ نہ سکا۔ (صلوات)

علی پہرہ دے رہے ہیں۔ باتوں نے علی کا پہرہ دیکھا ہے۔ لات پھر یا علی کی بیٹی زینب کا پہرہ دیکھا ہے کہ وہ بھی اسی طرح بچوں کو بٹھا کر رات بھر پہرہ دے رہی ہے۔ ایک ٹوٹی ہوئی قنات ماتھے میں لیکر۔ بی بی زینب پہرہ دے رہی ہے۔ بچوں کو جاؤ آرام کرو۔ میں پہرہ دے رہی ہوں۔ بی بی زینب تمام رات پہرہ دیتی رہیں۔ ایک مرتبہ بی بی کی نظر پڑی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ بی بی آگے بڑھی دیکھا کہ کوئی سوار ہے جو گھوڑے کو تیز لئے ہوئے آ رہا ہے۔ یہ بھی تیز قدم چلی۔ اور جا کر آگے آواز دی۔ قف مکانک۔ ادھوڑے کے سوار! رک جا اسی جگہ۔ آگے قدم نہ بڑھانا۔ وہ پھر آگے بڑھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ سن ہم لٹے ہوئے ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ اگر لوٹنے آیا ہے تو صبح کو لوٹ لینا۔ دن میں آکر لوٹ لینا ہم بھاگ نہیں جائیں گے۔ ہمارے بچے اس وقت آرام کر رہے ہیں۔ صبح کو لوٹ لینا۔ اگر ارادہ ہے تیرا لوٹ لینے کا۔ یہ سن کر بھی وہ سوار آگے بڑھا۔ جب آگے بڑھا تو شیر خدا کی بیٹی کو جلال آگیا۔ اور آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور کہا کہ تم آگے نہیں بڑھ سکتے اب اس سے آگے تم نہیں جا سکتے۔ ادھر جلال میں آکر باگ پکڑ لی اور ادھر سوار نے نقاب